مولانا محمد احسن نانوتوی رح

محمد ایوب قادری

مکتبہ عثمانیہ ۲۲۸۰/۸ پیر الٰہی بخش کالونی
کراچی ۵

مولانا محمد احسن نانوتوی رح

مؤلفہ

محمد ایوب قادری ایم اے

روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، بی، ون، ایریا ۱۱/۹ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بار اول ایک ہزار

سال طباعت ۱۹۶۶ء

قیمت چار روپئے

ملنے کے پتے

پاکستان میں
(۱) ادارہ اسلامیات انار کلی بازار، لاہور
(۲) مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ، مسلم مسجد، انارکلی چوک لاہور
(۳) عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور
(۴) مشتاق بکڈپو، نزد اردو کالج، شیلڈن روڈ کراچی ۱
انڈیا میں
(۱) مکتبہ نشاۃ ثانیہ معظم جاہی مارکیٹ حیدرآباد ۱۲ اے۔پی
(۲) کتب خانہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ، یوپی
(۳) مکتبہ تجلی دیوبند، یوپی
(۴) کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

مطبوعہ :۔ جاوید پریس کراچی

فہرست مضامین

اِنتساب

مخدوم و محترم مولوی حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب

کے نام

جو خلوص و محبت کے پیکر، علم و فضل کے مالک اور اہل علم کے قدرداں ہیں، ——

میں اپنی یہ ناچیز تالیف معنون کرنے میں مسرّت محسوس کرتا ہوں۔

نیاز آگین:۔ محمد ایوب قادری

تقریب

از محمد ایوب قادری، ایم۔ اے (مؤلف)

حامداً و مصلیاً و مسلماً، خاکسار محمد ایوب بن میاں مشیت اللہ قادری مرحوم و مغفور عرض پرداز ہے کہ مولانا محمد احسن نانوتوی انیسویں صدی عیسوی کے مشاہیر علماء میں ہیں مگر افسوس کہ دوسرے اکابر علماء کی طرح ان کے حالات بھی پردہ گمنامی میں ہیں۔ میں سب سے پہلے ان کی دو کتابوں "قواعد اردو" اور "رسالہ عروض" کے ذریعہ ان سے متعارف ہوا اور معلوم ہوا کہ مولانا محمد احسن نانوتوی بریلی کالج میں عربی و فارسی کے پروفیسر تھے۔

جب میں نے روہیل کھنڈ کے علماء پر کام کرنے کا آغاز کیا تو مولانا محمد احسن نانوتوی کے علمی کارناموں کا علم ہوا کہ انہوں نے بریلی میں تصنیف و تالیف کا ایک مفید سلسلہ شروع کیا، اپنا مطبع صدیقی قائم کر کے علوم اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

خاص طور سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور زمانہ کتب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء وغیرہ طبع و شائع کر کے وقف عام کیں اس کے بعد مولانا محمد احسن کے حالات کی تلاش و جستجو ہوئی۔ اور مدتوں کی کوشش و کاوش کے بعد مولانا کے حالات پر مشتمل ایک طویل مقالہ تیار ہو گیا۔ جو "العلم" کراچی کی مختلف تین اشاعتوں میں شائع ہوا۔

خدا کا شکر ہے کہ برصغیر پاکستان و ہند کے علمی حلقوں میں یہ مقالہ پسند کیا گیا۔ مولانا محمد میاں (دہلی) مولانا محبوب رضوی (دیوبند) مولانا محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، پروفیسر حامد حسن قادری اور سید ہاشمی فرید آبادی مرحوم وغیرہ حضرات نے خاص طور سے ہمت افزائی فرمائی۔

اب اسی مقالہ کو نظر ثانی کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے میں حضرت مفتی محمد شفیع اور مولانا عبدالرشید نعمانی کا شکر گذار ہوں کہ ان بزرگوں نے تعارف و پیش لفظ لکھ کر میری ہمت افزائی فرمائی۔

مولانا عبدالحلیم چشتی، حکیم محمود احمد برکاتی اور رضی احمد صاحب، (دارالاشاعت کراچی) کا بھی شکر گذار ہوں کہ ان محبین و مخلصین کے ذخائر علمیہ سے میں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

اردو، کالج کراچی
۳۱ اگست ۱۹۶۶ء

محمد ایوب قادری

تعارف

از مفتی محمد شفیع صاحب، صدر دار العلوم، کراچی

حضرت مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مرتبہ محترم محمد ایوب صاحب قادری نظر نواز ہوا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرماوے کہ ایک ایسے بزرگ کے تذکرہ کو زندہ کیا جس کو زمانہ کی تاریخ نے یکسر فراموش کر دیا تھا حالانکہ اُن کی نہایت مفید تالیفات و تراجم ان کی زندہ جاوید خدمات ہیں مگر مصنف کا ترجمہ اور حالات سامنے نہ ہوں تو بہت سی تصانیف بھی بے التفاتی اور خمول کے زاویہ میں پڑ جاتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد احسن صاحب قدس سرہ کا تذکرہ موجودہ زمانہ کے کسی مستقل تذکرہ میں موجود نہ ہونے کے سبب اس کا لکھنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر ہمارے محترم دوست محمد ایوب صاحب قادری کو اللہ تعالیٰ نے تحقیق و تفتیش کا اچھا سلیقہ اور سلیس انداز میں لکھنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا ہے آپ نے نہایت محنت و جانکاہی سے حضرت ممدوح کے تذکرہ کے ضروری اجزاء سب ہی جمع کر لئے فجزاہ اللہ عنا و عن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مقبول و نافع بناوے، واللہ المستعان

بندہ محمد شفیع عفی اللہ عنہ

دار العلوم کراچی ۱۴

۱۷ شوال ۱۳۸۱ھ

پیش لفظ

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی، جامعہ اسلامیہ، بھاولپور

استاذ مرحوم مولانا قدیر بخش صاحب بدایونی کے انتقال[1] سے غالباً دو تین ماہ پیشتر کا ذکر ہے کہ موصوف کا ایک دستی والانامہ ہمارے دوست ڈاکٹر قیوم سعادت خاں صاحب کے مطب سے وصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا کہ رسالۂ "تحذیر الناس" (مولفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ) حامل رقعہ ہذا جناب محمد ایوب صاحب قادری کو دیدیا جائے۔ چنانچہ مولانا کے ارشاد کی تعمیل کی گئی اور رسالۂ مذکورہ مطب پر پہنچا دیا گیا۔ لیکن جناب قادری صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ یہ رقعہ میرے پاس اُن کے برادر نسبتی لطافت میاں لائے تھے میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون مولانا صاحب ہیں جنہیں اس رسالہ کی ضرورت پیش آئی ہے۔ کہنے لگے مولانا نہیں ہمارے بہنوئی قادری صاحب ہیں جو بی۔ اے پاس[2] ہیں۔ میں نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ انہیں اس رسالہ سے کیا کام ہے اس پر انہوں نے بتایا کہ وہ تو بڑے بڑے مضمون لکھا کرتے ہیں اور تصنیف کیا کرتے ہیں اب ہمیں ان قادری صاحب کے دیکھنے کا اشتیاق

---

[1] استاذ مرحوم کی تاریخ وفات شب سہ شنبہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء ہے

[2] اس کے بعد ایم۔ اے کیا اور اب اردو کالج میں لکچرار ہیں۔

پیدا ہوا اور لطافت میاں سے کہا کہ ان سے ملاقات ضرور کرائیے گا۔ اتفاق کی بات دو چار دن کے بعد ہی مطب جانا ہوا تو قادری صاحب وہاں تشریف فرما تھے۔ پہلی ہی صحبت میں طبیعت ان کے علمی ذوق سے متاثر ہوئی، دیر تک علمی باتیں ہوتی رہیں۔ موصوف نے بتایا کہ وہ روہیل کھنڈ کے علمار پر کام کر رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں ان کو حضرت نانوتوی علیہ الرحمۃ کا رسالہ مطلوب تھا۔ ذوق کی ہم آہنگی بھی عجیب شے ہے کوئی صاحب ذوق مل جاتا ہے تو پھر اسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی مجلس سے باہمی ارتباط قائم ہو گیا۔ ملاقاتیں بڑھتی گئیں اور کوئی مجلس مذاکرۂ علمیہ سے خالی نہیں رہی۔ میں نے جب ان سے کوئی بات پوچھی ہمیشہ ان کو حاضر العلم پایا جس سے ان کے ذوق طلب اور تفحص و تحقیق کا نقش دل پر قائم ہو گیا۔ مغرب کی غلامی سے اب مشرق میں بھی معیارِ فضیلت ڈاکٹریٹ کی ڈگری ہو گیا ہے (ہمارے قادری صاحب کو یہ فضیلت تو ابھی حاصل نہیں ممکن ہے آگے چل کر زمانہ کے ہاتھوں وہ بھی اس فضیلت کے حصول پر مجبور ہو جائیں) لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس وقت اپنے موضوع پر ان کی جیسی عمیق اور گہری نظر ہے اور جتنی اہم اور وسیع معلومات وہ رکھتے ہیں اس کے اعتبار سے جناب محمد ایوب صاحب قادری کے "محقق مجاز" (ریسرچ اسکالر) ہونے میں کسی کوتاہ نظر ہی کو شک ہو سکتا ہے۔ موصوف کے جو کارنامے اب تک منظر عام پر آچکے ہیں۔ وقائع عبدالقادر رام پوری اور تذکرۂ علمار ہند پر ان کی جو قیمتی تعلیقات و حواشی ہیں اور مختلف علمار پر جو ان کے علمی و تحقیقی مقالات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں وہ اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ قادری صاحب ریسرچ اور تحقیق میں یورپ کے بہترین اسکالروں کے ہم پایہ ہیں۔

مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح وحالات پر قادری صاحب کی یہ کتاب بھی ان کی اسی تحقیق اور ریسرچ کا نمونہ ہے جس میں انہوں نے نہایت تفصیل وجامعیت سے مولانائے ممدوح کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالی اور ان کے علمی کارناموں کو اجاگر کیا ہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی رح کا شمار گذشتہ صدی کے نامور اور باکمال علماء میں ہے اور ان کی علمی خدمات سے عوام وخواص نے یکساں فائدہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ جہاں انھوں نے ایک طرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء جیسی بے نظیر کتابوں کو جواب تک قلمی صورت میں پڑی ہوئی تھیں اپنے مطبع صدیقی بریلی سے طبع کر کے شائع کیا۔ وہاں دوسری طرف احیاء العلوم اور در مختار جیسی بیش بہا اور گرانقدر کتابوں کا ترجمہ کر کے تصوف و فقہ کی دولت کو وقفِ عام کیا۔ قادری صاحب کی یہ مبارک کوشش بلا شبہ نہایت لائق تحسین وباعث ستائش وآفرین ہے۔ اور گو بادی النظر میں یہ ایک چھوٹی سی کتاب معلوم ہوتی ہے لیکن اس کی ترتیب وتدوین میں موصوف نے جس محنت وجانفشانی سے کام لیا ہے اس کا صحیح اندازہ درحقیقت وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کو اس موضوع پر خود بھی کچھ کام کرنے کا موقع ملا ہو۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ موصوف کی اس سعی مستحسن کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ان کی عمر وعلم میں برکت عطا کرے تاکہ ان کی مزید تحقیقات سے ملک وملت کو فائدہ پہنچے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد عبدالرشید نعمانی غفر اللہ لہ
شب چہار شنبہ، بعد نماز عشاء
۱۳ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا اقتدار حکومت کم و بیش آٹھ نو سو سال رہا۔ اس مدت میں انہوں نے بڑے بڑے شہر و قصبات آباد کئے مسجدیں، مدرسے اور خانقاہیں بنائیں خاص خاص مرکزی مقامات دہلی، لاہور، ملتان، ٹھٹھہ، آگرہ، بدایوں، جونپور، گوڑ وغیرہ جیسے مقامات کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبات و قریات بھی علماء فضلاء کی سکونت کی وجہ سے علوم و معارف کے مراکز بن گئے دہلی سے قریب دامن کوہ کے علاقہ میں کئی ایسے قصبے کلیر، گنگوہ، انبیہٹہ، جھنجھانہ، تھانہ بھون، دیوبند، کاندھلہ، منگلور، کیرانہ، پھلت[۱]، رام پور (منہاران) اور نانوتہ وغیرہ وہ مسلم آبادیاں ہیں جو مسلمانوں کے قیام و سکونت کے باعث ایک خاص اہمیت کی حامل ہو گئیں۔ ان قصبات میں شاہ علاؤالدین صابر مخدوم (المتوفی ۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء) شاہ عبدالقدوس (المتوفی ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء) شاہ ابوالمعالی (المتوفی ۱۱۱۲ھ / ۱۷۱۱ء) میاں جی نور محمد (المتوفی ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء) حاجی امداد اللہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) مولانا ذوالفقار علی (المتوفی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء) مفتی الٰہی بخش (المتوفی ۱۲۴۵ھ / ۱۸۲۹ء) قاضی محمد اسمٰعیل (المتوفی ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء) مولوی رحمت اللہ (المتوفی ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء) شاہ محمد عاشق (تلمیذ رشید حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) مولوی عبدالسمیع بیدل (المتوفی ۱۹۰۱ء) اور مولانا مملوک العلی (المتوفی ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء) وغیرہ آسمان شریعت و طریقت کی وہ نامور ہستیاں

---

[۱] قصبہ پھلت ضلع مظفرنگر کو حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

گزری ہیں جن کے نام برصغیر کی اسلامی تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہاں ہمیں ان ہی مردم خیز مقامات میں سے قصبہ نانوتہ کے ایک نامور عالم مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا تذکرہ لکھنا مقصود ہے جن کی تمام زندگی ترویج و اشاعتِ علم کے لئے وقف رہی اور جنہوں نے دین و مذہب کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔

خاندان

سکندر لودی کے عہد میں خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی اولاد میں ایک بزرگ قاضی مظہرالدین دہلی آئے اور جہاں آباد کے قاضی مقرر ہوئے ان کے بیٹے میراں بڈھے نہایت جری اور بہادر تھے انہوں نے نانوتہ کے قرب و جوار کے سرکش راجپوتوں کو سلطنت دہلی کا مطیع و منقاد بنایا جس کے صلہ میں قاضی میراں بڈھے علاوہ املاک و جاگیر عہدۂ قضا پر سرفراز ہوئے دور شاہجہانی میں ان ہی قاضی میراں بڈھے کی اولاد میں ایک بزرگ مولوی محمد ہاشم ہوئے جو دربار شاہی میں مقرب تھے ان کو بھی چند دیہات جاگیر میں ملے تھے نانوتہ میں مولوی محمد ہاشم کی اولاد خوب پھولی پھلی مولانا محمد احسن ان ہی مولوی محمد ہاشم کی اولاد میں ہیں [۱]

مولوی محمد ہاشم کے پرپوتے شیخ ابوالفتح تھے جن کے تین بیٹے ہوئے حکیم عبداللہ، شیخ محمد عاقل اور شیخ علاؤالدین۔ حکیم عبداللہ کی اولاد علم و امارت کے اعتبار سے ممتاز رہی۔ شیخ محمد عاقل کی اولاد کو دنیوی اعزاز ملا۔ شیخ علاؤالدین کی اولاد علم و امارت میں حکیم عبداللہ اور شیخ محمد عاقل کی اولاد کی برابری کو نہ پہنچ سکی۔

---

[۱] یہ تمام تر خاندانی روایات ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے مکتوبات مولانا محمد یعقوب ص ۱۰۴ (مطبع احمدی، علیگڈھ ۱۳۲۶ھ)

ان ہی شیخ علاؤالدین کے پرپوتے شیخ اسد علی تھے جن کے نامور فرزند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہوئے اور اس طرح اس شاخ کو خصوصی شرف و امتیاز حاصل ہوا۔ شیخ محمد عاقل کی اولاد دولت، و امارت کے اعتبار سے خاندان میں ممتاز تھی مگر اس شاخ نے شیعیت اختیار کر لی[۱] اور وہ شیخ تفضل حسین (ابن شیخ علی محمد) تھے۔ شیخ تفضل حسین بعض خاندانی نزاعات کی وجہ سے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ماموں فصیح الدین ولد وجیہہ الدین کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

حکیم عبداللہ کی اولاد نہ صرف خوش حال تھی بلکہ علم و حکمت کی دولت سے بھی مالامال تھی حکیم عبداللہ کے بیٹے حکیم غلام شرف تھے جن کے تین بیٹے مولوی احمد علی حکیم ولی محمد اور حافظ محمد حسن ہوئے مولوی احمد علی وہ خوش نصیب اور با اقبال شخص تھے کہ جن کے فرزند

---

[۱] مغلوں کے عہد زوال میں دربار دہلی میں ایرانیوں کا اقتدار خاص طور سے بڑھ گیا تھا سادات بارہہ چھائے ہوئے تھے اودھ میں نوابان لکھنؤ کا طوطی بول رہا تھا اس زمانہ میں شیعیت کی خوب اشاعت ہوئی نوابانِ اودھ نے ان سینکڑوں علماء و مشائخ کے روزینے اور معافیات ضبط کر لیں جنہوں شیعیت اختیار نہ کی میر غلام علی آزاد بلگرامی نے مآثر الکرام میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ روہیلکھنڈ میں خاص طور سے نوابانِ لکھنؤ کے عہد میں شیعیت کو فروغ حاصل ہوا، سادات امروہہ اور نوابانِ رام پور نے نوابانِ لکھنؤ کے اثر سے امامیہ مذہب اختیار کر لیا بدایوں میں حمیدی خاندان کے ایک حصے نے شیعیت اختیار کر لی۔ حالانکہ یہ خاندان خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "فضائل صحابہ و اہل بیت" از شاہ عبدالعزیز دہلوی کا مقدمہ، رقم زدہ خاکسار محمد ایوب قادری جو پاک اکیڈمی کراچی ۱۸ نے ابھی حال میں شائع کی ہے۔

شیخ العلماء استاذ الاساتذہ مولانا مملوک العلی نانوتویؒ تھے۔

حکیم ولی محمد کے بیٹے حکیم امانت علی اور پوتے حکیم دیوان عبدالسمیع نانوتہ کے مشہور طبیب گزرے ہیں۔

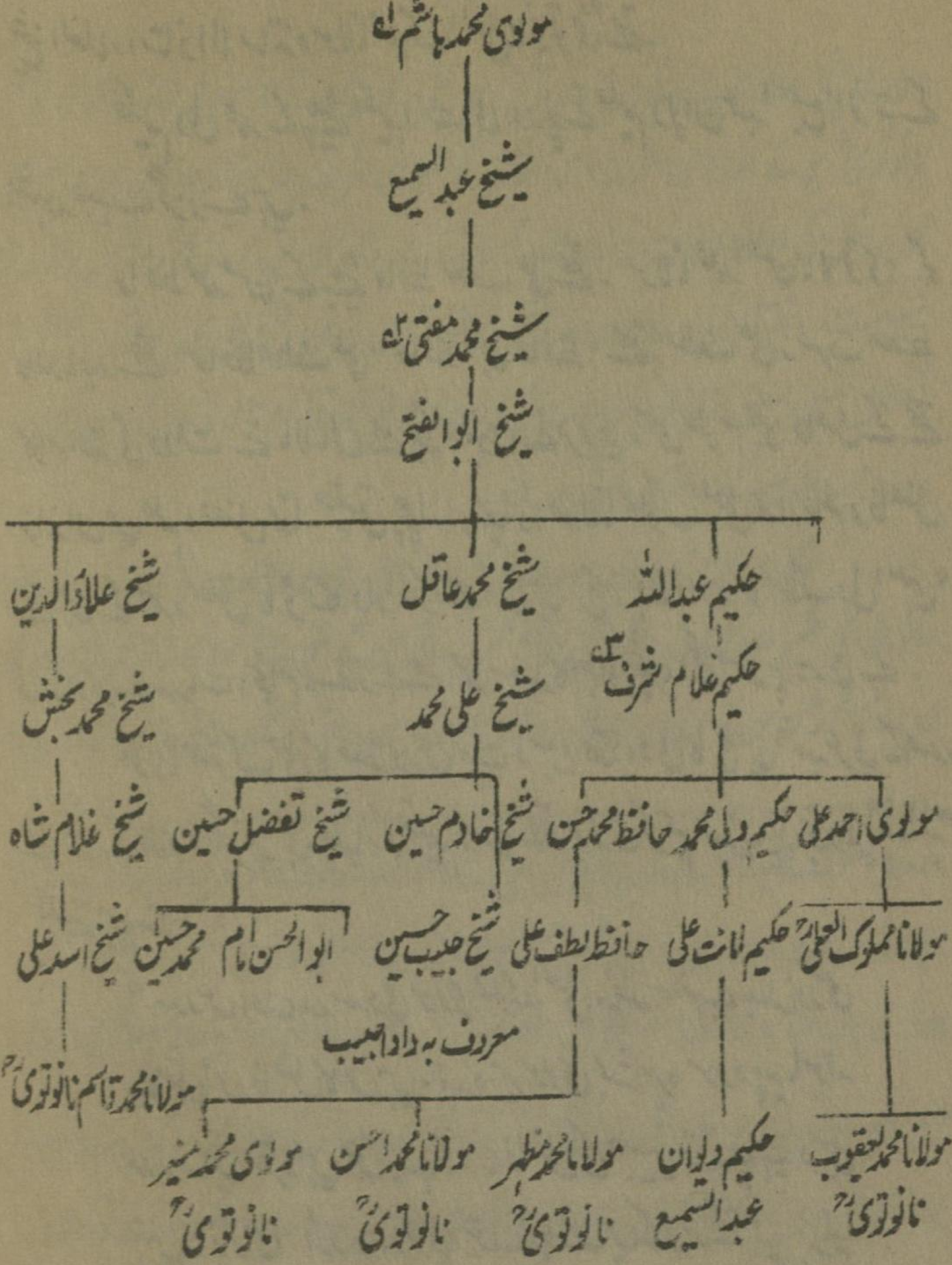
حافظ محمد حسن کے بیٹے حافظ لطف علی تھے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی کے والد ماجد تھے۔ حافظ لطف علی "حافظ ابن حافظ" تھے۔ لطف علی نہ صرف حفظ کلام اللہ کی دولت سے مالا مال تھے بلکہ انہوں نے مروجہ رسمی علوم بھی حاصل کئے تھے۔ خاندان میں علم و فضل تھا۔ حقیقی چچازاد بھائی مولانا مملوک العلی ممتاز عالم و فاضل تھے جن کے علم و فضل کا ڈنکا دارالحکومت دہلی میں بج رہا تھا اور جو مسلک ولی اللہی" کی خاموشی سے خدمات انجام دے رہے تھے اس سلسلہ کا اجمالی شجرہ اگلے صفحہ پر درج ہے۔

مولانا مملوک العلی کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، دلی کالج میں شعبہ عربی کے صدر تھے اس کے علاوہ گھر پر بھی طلبار کو تعلیم دیتے تھے مولوی کریم الدین پانی پتی (متوفی ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) لکھتے ہیں[۱]

"مدرس اول مدرسہ دہلی مولوی مملوک العلی مدظلہ عالم بے بدل اور متقی بے مثل اور فاضل کامل ہیں۔ عہدہ نیر مولوی بمشاہرہ سو روپیہ ماہوار مدرسہ میں مقرر ہیں حق یہ ہے کہ اس فاضل کی جیسی قدر چاہیئے ویسی نہیں۔ فارسی، اردو اور عربی تینوں زبانوں میں کمال رکھتے ہیں۔ ہر ایک علم اور فن سے جو ان زبانوں میں ہیں۔ مہارت تامہ ان کو حاصل ہے اور جس فن کی کتاب اردو زبان میں انگریزی سے ترجمہ ہوتی اس سے چند روز میں مناسبت پیدا کر لیتے ہیں۔"

---

[۱] تذکرہ طبقات الشعرائے ہند از کریم الدین صفحہ ۴۶۳ (دہلی ۱۸۴۸ء)



لہ مولوی محمد ہاشم سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک مکمل سلسلہ مکتوبات مولانا محمد یعقوب (ناشر مطبع مجتبائی) میں درج ہے۔ اسی حال میں نانوتہ کے صدیقی شیخ زادوں (باقی)

اس خانوادۂ صدیقی کے اراکین علم و امارت کے ساتھ ساتھ دینداری، اتباع سنت اور پابندیٔ شرع جیسے صفات حسنہ سے بھی متصف تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح جو تحریک ولی اللہی کے ایک سرگرم کارکن اور مشہور صاحب نسبت بزرگ تھے کی ننہال بھی اسی صدیقی خاندان میں تھی[1] جس کے ایک رکن مولانا محمد احسن نانوتوی بھی تھے نانوتہ میں حاجی صاحب رح کی بہن بھی بیاہی تھیں اس لئے حاجی صاحب اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے نانوتہ میں حاجی صاحب کے مرید بھی تھے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں[2]

(بقیہ صفحہ ۱۸) کا ایک "نسب نامہ" مرتبہ مفتی محمود احمد نانوتوی" قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے شائع کرایا ہے اس میں مرتب شجرہ ... محمد سمیع کو محمد حسین بغیر حوالہ کے لکھ دیا ہے حالانکہ مکتوبات مولانا محمد یعقوب نانوتوی، سوانح عمری، مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی صفحہ ۳ (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ دیوبند) سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی جلد اول صفحہ ۱۰۱، (دیوبند ۱۳۷۳ھ) اور شجرہ شیخ زادگان نانوتہ قلمی مملوکہ منشی ظفر احمد نانوتوی میں ان کا نام محمد سمیع تحریر ہے۔

[1] حضرت حاجی امداد اللہ کی والدہ کا نام "حسینی" تھا جو شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی کی صاحبزادی تھیں نانوتہ کے صدیقی شیوخ کی تمام شاخوں کے شجرے منشی ظفر احمد وکیل نانوتوی مرحوم کے ذخیرۂ علمی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے معلوم ہوا کہ شیخ علی محمد تفضل حسین کے والد اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رح کے نانا ہیں۔ قلمی شجرہ کے علاوہ ملاحظہ ہو امداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۵ (تھانہ بھون ۱۹۲۹ء)

[2] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی رح صفحہ ۴

"جناب مخدوم العالم حاجی امداد اللہ صاحب سے جو ربط نسب تھا۔ حضرت مخدوم (حاجی صاحبؒ) کی ننہال ہمارے خاندان میں تھی اور بہن اُن کی یہاں بیاہی تھیں اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے (ہم) ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور (وہ) نہایت محبت و اخلاص فرماتے جزو بندی کتاب کی حضرت سے ہم دونوں (مولانا محمد یعقوبؒ و مولانا محمد قاسمؒ) نے سیکھی"

مولانا محمد احسن کے خاندان سے حضرت حاجی صاحب کی نہ صرف رشتہ داریاں تھیں بلکہ خود مولانا محمد احسن کی والدہ اور خالہ بھی حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھیں ایک دفعہ مولانا محمد احسن کے چھوٹے بھائی مولوی محمد منیر بیمار ہوئے اطباء نے پرہیز کا سخت حکم دیا بہت دنوں تک پرہیزی کھانا کھاتے کھاتے تنگ آ گئے اتفاق سے حضرت حاجی صاحب نے نانوتہ ورود فرمایا مولوی محمد منیر کی والدہ نے اُن کی دعوت کی حاجی صاحب نے مولوی محمد منیر کو بھی دعوت میں شرکت کا حکم دیا اور کہا کہ جی بھر کر کھاؤ دوسرے دن ان کی خالہ کے گھر بھی حاجی صاحب کا یہی حکم رہا اور اس طرح مولوی محمد منیر پرہیز سے چھوٹ گئے [1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد احسن صاحب کے خاندان میں حاجی صاحب کی نہ صرف مختلف رشتہ داریاں تھیں بلکہ خاندان کے اکثر حضرات حاجی صاحب کے حلقۂ بیعت و ارادت میں بھی منسلک تھے۔

---

[1] کرامات امدادیہ مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صہ ۲۴-۲۵ (مطبع انتظامی کانپور ۱۳۱۶ھ)

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے نانوتہ میں ورود کی شہادتیں بھی ملتی ہیں۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں[1]

"سید صاحب نانوتہ بھی تشریف لے گئے تھے وہاں بھی بہت سے لوگ مرید ہوئے ایک مرید نے بیان کیا کہ میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ سید صاحب جامع مسجد کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہیں نہایت شکیل وجمیل تھے اور آپ نے اپنی پگڑی اتار کر اپنے ہاتھ میں لے کر باقی بیعت کرنے والوں کو پکڑا دی لوگ برابر دوسرے سرے تک اس کو پکڑے ہوئے تھے اور پگڑی کھنکھجورے کی شکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ دونوں طرف اوس کو تھامے ہوئے تھے

نانوتہ میں شیعوں کے عالم، مولوی غلام حسین بھی سید صاحب سے ملے تھے[2] سید احمد شہید کے دورہ سے نانوتہ وغیرہ قصبات میں تبلیغ واصلاح کے مفید اثرات ظاہر ہوئے۔

پیدائش مولانا محمد احسن کی تاریخ پیدائش صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکی۔ البتہ ارواح ثلاثہ میں مولانا محمد احسن کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر نانوتوی کے سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد دوم از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صفحہ ۲۰۲ (میرٹھ ۱۹۰۵ء)

[2] تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۲۷۳

"مولوی محمد مظہر نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی دونوں سے بڑے تھے"۔ [1]

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا سال پیدائش ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء اور مولوی رشید احمد گنگوہی کا سال پیدائش ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء ہے مولوی محمد مظہر کا سال پیدائش ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء ہے کیونکہ "محمد مظہر" تاریخی نام ہے اور خاندانی روایت کے مطابق مولانا محمد احسن مولوی محمد مظہر سے تین چار سال چھوٹے تھے اس طرح مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۵ء ہوتا ہے۔

مولانا محمد احسن کا سال وفات ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء ہے نانوتہ کے اسی خاندان شیخ زادگان کے ایک ذی علم بزرگ اور شجرۂ شیخ زادگان نانوتہ کے واقف و ماہر منشی ظفر احمد [2] وکیل نانوتوی ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے مولانا محمد احسن کو دیکھا ان کے بیان کے مطابق مولانا محمد احسن کی عمر قریب ستر اکہتر سال کے ہوئی اس طرح بھی مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۵ء قرار دیا جا سکتا ہے۔

تعلیم مولانا محمد احسن کے سال پیدائش کے سلسلے میں جس طرح معلومات محدود ہیں اسی طرح تعلیم و تدریس کے باب میں بھی ہماری معلومات

---

[1] ارواح ثلاثہ (ترتیب و اصلاح مولانا اشرف علی تھانوی) ص ۲۲۵ (مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۷۰ھ)

[2] منشی ظفر احمد، ۷ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء کو نانوتہ میں پیدا ہوئے والد کا نام شیخ مشتاق احمد۔ بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں اپنے پھوپا داؤد احمد مرحوم کی وجہ سے بھوپال پہنچے وکالت کا امتحان پاس کیا نہایت کامیاب وکیل تھے ۱۹۵۰ء میں پاکستان آئے نہایت خلیق اور بامروت تھے قیام پاکستان کے زمانے میں نانوتہ اور شیوخ نانوتہ کے حالات دو رجسٹروں میں تحریر کئے۔ ۹ مئی بروز شنبہ ۱۹۵۷ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

تشنہ ہیں۔

مولانا محمد احسن کے خاندان میں علم و فضل کا چرچا تھا۔ دادا اور والد حافظ قرآن تھے۔ مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ مولانا نے اپنے والد حافظ لطف علی مرحوم سے حفظ قرآن فرمایا۔ مولانا کے والد کے حقیقی چچازاد بھائی "استاذ العلماء مولانا مملوک العلی" اس وقت دار الحکومت دہلی میں مجلس علوم و معارف کے صدر نشین تھے مولانا محمد احسن ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی میں مولانا مملوک العلی کے پاس تحصیل علم کی غرض سے پہنچے مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم سوانح قاسمی جلد اول میں لکھتے ہیں[۱]

"نانوتہ کے لئے تعلیمی راہ کا دروازہ مولانا مملوک العلی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے کھل چکا تھا وہ دہلی میں مقیم تھے اور دہلی کی سب سے بڑی مرکزی درسگاہ دہلی کالج کے استاد تھے نہ صرف نانوتہ بلکہ عثمانی شیوخ کی برادری اطراف و جوانب کے جن قصبات میں پھیلی ہوئی تھی وہاں تک کے بچے مولانا مملوک العلی کے ان خاص حالات سے کافی استفادہ کر رہے تھے۔"

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم اس کی تشریح حاشیہ میں ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں[۲]

"میرا یہ مطلب ہے کہ نانوتہ میں مظاہر العلوم کے مدرس اول

---

[۱] سوانح قاسمی جلد اول صـ ۲۱۰

[۲] ایضاً صـ ۲۱۰

مولانا محمد مظہر نانوتوی احیاء العلوم وغیرہ جیسی مشہور کتابوں کے مترجم مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی دیوبند میں مولانا ذوالفقار علی (حضرت شیخ الہند کے والد ماجد) مولانا فضل الرحمٰن (مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد ماجد) اور اسی قسم کے بیسیوں بزرگ جو ہم پاتے ہیں علم وفضل کے ساتھ مشہور ہیں ان میں بعض حضرات انگریزی حکومت کی طرف سے محکمہ تعلیمات کے انسپکٹر بھی تھے۔ مثلاً شیخ الہند کے والد ماجد اور مولانا شبیر احمد کے والد ماجد دونوں حضرات کا جو حال ہے جہاں تک میرا خیال ہے اس علاقہ کی اس جدید علمی روشنی میں بہت زیادہ دخل مولانا مملوک العلی کے وجود باجود کو ہے دلی پہنچنے اور وہاں کی تعلیمی سہولتوں سے مستفید ہونے کا موقعہ ان بزرگوں کو بظاہر مولانا مملوک العلی کی وجہ سے میسر آیا۔"

مولانا محمد مظہر نانوتوی اور مولانا محمد احسن دونوں حقیقی بھائی اور مولانا مملوک العلی کے قریبی عزیز تھے ہر دو نے تحصیل علم حضرت مولانا مملوک العلی سے دہلی ہی کی مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمٰن بھی مولانا مملوک العلی کے شاگردوں میں تھے اور ان ہر دو حضرات سے مولانا محمد احسن کے خاص تعلقات تھے بلکہ جب مرض الموت میں مولانا محمد احسن دہلی سے واپس ہوئے تو دیوبند میں مولوی ذوالفقار علی نے ٹھہرایا اور دیوبند ہی میں مولانا محمد احسن کا انتقال ہوا۔ یہ تمام تعلقات اس زمانہ کے تھے جب یہ حضرات مولانا مملوک العلی سے دہلی میں

تحصیل علم کرتے تھے اور زمانۂ ملازمت میں یہ تعلقات اور بھی پختہ ہو گئے تھے بعض آثار و قرائن کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مولانا محمد احسن نے دہلی کالج میں بھی تعلیم پائی۔ مولانا محمد احسن کی قلمی بیاض میں ۱۸۵۲ء کی ایک یادداشت میں دہلی کالج کے مشہور استاد "ماسٹر رام چندر دہلوی[1] المتوفی سنہ ۱۸۸۰ء" کے تعلقات کا بھی ایک جگہ ذکر ہے ماسٹر رام چندر دہلوی سے تعلقات زمانہ طالب علمی ہی کے ہوں گے۔ مولانا محمد احسن نے دہلی کالج میں انگریزی بھی پڑھی تھی ان کی قلمی بیاض میں خود مولانا محمد احسن کے ہاتھ کی بعض انگریزی تحریریں ہیں۔ مولانا محمد احسن نے سر سید احمد خاں کی فرمائش پر گاڈفری ہگنس کی کتاب کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا دہلی کالج کے ایک استاذ مولوی سبحان بخش شکارپوری کے تلمذ کا بھی ذکر مولانا محمد احسن نے کیا ہے۔ مولانا محمد احسن نے نیچرل فلاسفی پر ایک مضمون لکھا تھا جو مسٹر ٹیلر پرنسپل دلی کالج کی نگرانی میں دو مرتبہ طبع ہوا۔[2]

ہمارا خیال ہے کہ مولانا محمد احسن کے علاوہ ان کے دونوں بھائی مولوی محمد مظہر اور مولوی محمد منیر اور دوسرے حضرات مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن[1]

---

[1] ماسٹر رام چندر دہلوی کے حالات کے لئے دیکھئے مرحوم دہلی کالج از مولوی عبدالحق صفحہ ۱۵۹۔۔۱۶۴ (انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سنہ ۱۹۴۵ء)

[2] HISTOIRE DE LA LITTERATURE HINDOUE ET HINDOUSTANIE BY M. GARCIN DE TASSY. VOL. I P. 146. (PARIS. 1870)

مولوی محمد یعقوب نانوتویؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی دہلی کالج[1] میں تعلیم حاصل کی ہے یہ تمام حضرات بقول مولانا مناظر احسن گیلانی[2]، مولانا مملوک العلی سے تعلق کی وجہ سے دہلی پہنچے اور تعلیمی سہولتوں سے مستفید ہوئے باستثنا مولانا محمد قاسم نانوتوی دوسرے تمام حضرات نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔

مولانا محمد احسن، مولوی محمد مظہر اور مولوی محمد منیر تو بنارس کالج، آگرہ کالج اور بریلی کالج میں ملازم ہوئے اور مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی، محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر بھی رہے۔

مولانا ذوالفقار علی کے متعلق گارساں دتاسی لکھتا ہے[3]

---

[1] دہلی کالج، دراصل مدرسہ غازی الدین کا نام ہے یہ مدرسہ غازی الدین خاں فیروز جنگ المتوفی ۱۲۱۲ھ (والد نظام الملک آصف جاہ اول) نے اجمیری دروازہ کے پاس قائم کیا تھا مدرسہ کی عمارت کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کرائی تھی اور پاس ہی مقبرہ بنوایا، جہاں وہ خود دفن ہوئے اس مدرسہ کا دوسرا دور ۱۷۹۲ء میں شروع ہوا اور ۱۸۲۵ء میں یہ مدرسہ دہلی کالج میں تبدیل ہو گیا جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے دہلی کی ایک مشہور درسگاہ تھی مولوی عبدالحق صاحب نے "مرحوم دہلی کالج" میں مدرسہ غازی الدین کا بانی فیروز جنگ ثانی خلف نظام الملک آصف جاہ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے ملاحظہ ہو ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابو الحسنات ندوی صفحہ ۲۳ (اعظم گڑھ ۱۹۳۶ء) مرحوم دہلی کالج از مولوی عبدالحق صفحہ ۳ (دہلی ۱۹۴۵ء)

[2] سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۲۱۰

[3] HISTOIRE DE LA LITTERATURE HINDOUE ET HINDOUSTANIE, VOL. I P. 461.

"وہ دہلی کالج کے طالب علم تھے، چند سال کے لئے بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں وہ میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے مسٹر ٹیلر ان سے واقف تھے ان کا بیان ہے کہ ذوالفقار علی ذہین اور طباع ہونے کے علاوہ فارسی اور علوم مغربی سے بھی واقف تھے ان کے کلام سے قطع نظر انہوں نے اردو میں تسہیل الحساب کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو بریلی سے ۱۸۵۲ء میں چھپی ہے اس کو

TATE'S POSTOLOZZIAN ARITHMETIC BY

H. S. RAID.

کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔"

مولانا مملوک العلی، دہلی کالج کے شعبہ عربی کے صدر مدرس تھے اس لئے نانوتہ اور دیوبند کے حضرات ان کی وجہ سے کالج کے تعلیمی وظائف اور دوسری سہولتوں سے بھی مستفید ہوتے ہوں گے۔ اور دہلی کالج کے فارغ التحصیل ہونے کی وجہ سے سرکاری اداروں میں منسلک ہونے میں بھی ان کو آسانی رہی ہوگی، بلکہ ان حضرات کے سرکاری اداروں میں تقرر کے لئے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کو بھی ایک قسم کی سند خیال کیا گیا ہوگا، اور یہ سمجھا گیا ہوگا کہ یہ حضرات دہلی کالج کے ذریعہ طریقہ تعلیم وغیرہ سے واقف ہو چکے ہیں۔ ورنہ اتنی آسانی سے قدیم طرز کے فارغ التحصیل علماء کو گورنمنٹ، سرکاری اسکولوں، کالجوں اور محکمہ تعلیم کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر نہیں کر سکتی تھی۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں۔

"والد مرحوم (مولانا مملوک العلی نانوتوی) نے مولوی صاحب (مولانا محمد قاسم نانوتوی) کو مدرسہ عربی سرکاری[1] میں داخل کیا اور مدرس ریاضی کو فرمایا کہ ان کے حال سے معترض نہ ہو جیو میں ان کو پڑھالوں گا اور فرمایا کہ تم اقلیدس خود دیکھ لو اور قواعد حساب کی مشق کرلو۔ چند روز میں چرچا ہوا کہ مولوی صاحب معمولی مقالے دیکھ چکے اور حساب پورا کرلیا از بسکہ یہ واقعہ نہایت تعجب انگیز تھا طلبہ نے پوچھ پاچھ شروع کی یہ کب عاری تھے۔ ہر بات کا جواب باصواب تھا آخر منشی ذکاءاللہ چند سوال نئے کسی ماسٹر کے بھیجے ہوئے لائے وہ نہایت مشکل سوال تھے ان کے حل کر لینے پر مولانا کی نہایت شہرت ہوئی اور حساب میں کچھ ایسا ہی حال تھا۔ جب امتحان سالانہ کے دن ہوئے مولوی صاحب امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا، سب اہل مدرسہ کو علی الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو کہ اس وقت میں مدرس اول انگریزی تھے نہایت افسوس ہوا۔"[2]

---

[1] دہلی کالج مراد ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس کو عربک کالج تحریر کیا ہے حالانکہ عربک کالج کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا دہلی کا عربک کالج تو ۱۸۹۰ء میں قائم ہوا (ملاحظہ ہو واقعات دار الحکومت دہلی از مولوی بشیر الدین صفحہ ۱۷۵-۳، ۵ (آگرہ ۱۹۱۹ء)

[2] مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس اقتباس کے آخری جملہ کو چھوڑ دیا ہے جو اس باب میں خاص اہمیت کا حامل اور نتیجہ خیز ہے ملاحظہ ہو سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۲۲۴

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے اس واضح بیان کے باوجود مولانا احسن گیلانی نے اس سلسلہ میں عجیب موشگافیاں فرمائی ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ مولانا محمد قاسم نے دہلی کے سرکاری مدرسہ (دہلی کالج) میں تعلیم حاصل نہیں کی۔ مولانا محمد یعقوب کتنی صراحت سے لکھ رہے ہیں کہ "مدرسہ عربی سرکاری میں داخل کیا" پھر "جب امتحان سالانہ کے دن ہوئے مولوی صاحب امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا۔ سب اہل مدرسہ کو علی الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو کہ اس وقت میں مدرس اول انگریزی تھے نہایت افسوس ہوا۔" اگر مولانا محمد قاسم، دہلی کالج کے طالب علم نہ تھے تو اہل مدرسہ اور علی الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو کیوں افسوس ہوتا۔

ع ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

مولانا مناظر احسن گیلانی نے مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے اس بیان پر کہ

"مولانا نانوتوی دہلی میں مولانا مملوک العلی صاحب سے جب تعلیم پاتے تھے تو وہاں کے کالج میں نام مولانا کا داخل تھا"[۱]

کو بلا وجہ نشانہ تنقید بنایا ہے ورنہ مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم نے بھی مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی بات کو دہرایا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے دہلی کالج سے اس تعلق کے انکار کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے دہلی کالج کی سند فضیلت کو کوئی اہمیت نہ دی اور امتحان سے پہلے ہی مدرسہ

---

[۱] ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۵۴

چھوڑ دیا، یہ بات ان کے مزاج کے عین مطابق ہے۔

قصص الاکابر کے جامع نے مولانا اشرف علی تھانوی کی طرف یہ بیان منسوب کیا ہے کہ مولانا تھانوی فرماتے ہیں۔

" مولانا مملوک العلی صاحب جو کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد اور مولانا رشید احمد و مولانا محمد قاسم صاحب کے استاد ہیں، دہلی میں دار البقاء سرکاری مدرسہ تھا اس میں ملازم تھے،

الہادی ماہ شعبان ۱۳۵۶ھ (صہ ۳۲) لہ

اس بیان پر بھی مولانا مناظر احسن گیلانی نے بلاوجہ لے دے کی ہے اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کے بیان کو ملا کر ایک غلط نتیجہ اخذ کیا ہے بات صرف اتنی ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کو سرکاری مدرسہ کے نام میں تسامح ہوا۔ دار البقاء سرکاری مدرسہ کا نام نہ تھا بلکہ یہ عہد شاہجہانی کا ایک دار العلوم تھا جس کو مفتی صدر الدین خاں آزردہ نے اپنے زمانے میں دوبارہ زندہ کیا تھا۔ اور وہ اس مدرسہ کے طلبا کے کفیل ہوتے تھے اور ان کو درس دیتے تھے، مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ ۲ے

لہ بحوالہ سوانح قاسمی جلد اول صہ ۲۲۳

۲ے واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم صہ ۱۱۳ و ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں صہ ۲۳

۳ے سوانح قاسمی جلد اول صہ ۲۲۳

"بہرحال دار البقاء سے تو حضرت نانوتوی (مولانا محمد قاسم) کو کسی قسم کا تعلق نہ تھا، اتنی بات تو قطعی ہے۔"

ہمارے خیال میں مولانا گیلانی کا یہ بیان بھی پورے طور سے صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ مولانا گیلانی نے خود یہ بات مختلف آثار و قرائن کی روشنی میں ثابت کی ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے ساتھ مفتی صدر الدین آزردہ سے استفادہ علمی فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ امکان بھی ہے کہ یہ استفادہ مفتی صدرالدین سے مدرسہ دار البقاء کے علاوہ دوسرے اوقات میں کیا ہو لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے مدرسہ دار البقاء میں استفادہ کیا ہو چنانچہ جب مولانا محمد یعقوب نانوتوی دہلی چھوڑ کر سرکاری ملازمت پر اجمیر چلے گئے تو مولانا محمد قاسم مدرسہ دار لبقاء میں کچھ دنوں رہے۔ ذکر تھا مولانا محمد احسن نانوتوی کی تعلیم اور دہلی کالج کے طالب علم ہونے کا مگر بات ذرا طویل ہو گئی بہرحال مولانا محمد احسن نانوتوی نے مولانا مملوک العلی اور مولوی سبحان بخش کے علاوہ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے بھی تعلیم حاصل کی حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلی میں حدیث کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دے رہے تھے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری دہلی میں سکونت پذیر تھے قبل انقلاب ۱۸۵۷ء دہلی میں آپ کا مشہور مطبع احمدی تھا۔

حصن حصین کا اردو ترجمہ مولوی نواب قطب الدین دہلوی (المتوفی ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) شاگرد حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء) نے ظفر جلیل کے نام سے ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں کیا تھا اسی ترجمہ کو ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں مولانا محمد احسن

نانوتوی نے مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی کی درخواست پر درست کیا اس کے شروع میں مولانا محمد احسن لکھتے ہیں [1]

"میری اس تصحیح اور ترمیم کو لوگ یہ سمجھیں کہ میں نے مترجم کو اصلاح دی ہے تو چھوٹا منہ اور بڑی بات کے قبیل سے ہے بلکہ یوں تصور کرنا چاہیئے کہ "پدر نتواند پسر تمام کند" کیونکہ جس خاندان سے مترجم کو فیض ہوا اسی خاندان کا یہ فقیر بھی زلہ ربا ہے میری سند اس کتاب کی یہ ہے کہ مجھ کو اس کی اجازت تین شخصوں سے حاصل ہوئی اول مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری دوم مرشدی شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سوم مولوی سبحان بخش شکارپوری۔ اور ان تینوں حضرات کو اجازت یگانہ آفاق مولانا محمد اسحاق دہلوی سے ہے"

مولوی محمد حسین مرادآبادی مولف انوار العارفین مولانا محمد احسن کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں [2]

"مولوی محمد احسن حافظ قرآن واعظ خوش بیان عالم فروع واصول ودانندہ باریکی دلائل معقول و مدرس علم معانی وکلام ودرس کنندہ بفصاحت وبلاغت

---

[1] خیر متین ترجمہ حصن حصین ترجمہ مولانا محمد احسن مقدمہ (دہلی ۱۲۱۰ھ / ۱۸۹۲ء)

[2] انوار العارفین از محمد حسین مرادآبادی ص ۷-۶ (بریلی ۱۲۹۰ھ)

تمام مفسر کلام اللہ و محدث حدیث رسول و جامع جمیع علوم مترجم
احیاء العلوم و متصف باخلاق حسن مستند" سلہ

آگے چل کر مؤلف انوار العارفین پھر لکھتے ہیں[2]

"تحصیل علوم ظاہر در شاہجہاں آباد حاصل کردہ بودند"

یہ وہ زمانہ تھا کہ قلعہ دہلی آباد تھا آخری مغل بادشاہ ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ زینت دہ تخت و تاج تھے۔ ہر فن کے علماء و فضلاء، ادباء و شعراء دہلی میں موجود تھے غرض مسلم ثقافت و شائستگی کی شمع سنبھالا لے رہی تھی، مولانا محمد احسن نے اسی دہلی میں تکمیل و تحصیل علم کی۔

مولانا محمد احسن کے تعلیمی حالات کی صرف اس قدر نشاندہی ہو سکی خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن نانوتہ میں کیا پھر حضرت مولانا مملوک العلی کے پاس دہلی پہنچے اور دہلی کالج میں پڑھا اس وقت کے ممتاز علماء مولانا مملوک العلی نانوتوی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، شاہ عبد الغنی مجددیؒ اور مولوی سبحان بخش شکارپوری وغیرہ سے تحصیل علم کیا یہ تمام حضرات حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان کے فیض یافتہ تھے اور ان حضرات کا مسلک بھی وہی تھا۔ مولانا محمد احسن کو بھی

لہ مولانا محمد احسن کا جو ترجمہ مولوی محمد حسین مرادآبادی نے انوار العارفین میں درج کیا ہے اسی کا خلاصہ آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ نے کلیات حیدولیہ فی احوال اولیاء اللہ موسوم بہ تحفۃ الابراریہ (جلد پنجم صفحہ ۱۶ دہلی ۱۳۲۳ھ) میں درج کردیا ہے۔

[2] انوار العارفین صفحہ ۵۰۷

اسی خاندان سے علمی فیض حاصل ہوا مولانا محمد احسن کے یہ الفاظ کس کسی قدر تاکیدی ہیں[1]

"جس خاندان سے مترجم کو فیض ہوا اسی خاندان کا یہ فقیر بھی زلہ ربا ہے"

علم حدیث کی تکمیل و تحصیل حضرت شاہ عبد الغنی مجددی (المتوفی ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) سے کی شاہ عبد الغنی مجددی شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے نہایت متقی و پرہیزگار بزرگ و عالم تھے نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ اور خانقاہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے مسند نشین تھے شاہ صاحب ہی سے مولانا محمد احسن بیعت ہوئے۔

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری بھی حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد تھے علم حدیث کی انہوں نے بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں ان کے مطبع احمدی دہلی سے حدیث کی مشہور کتابیں جامع ترمذی ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۸ء میں اور صحیح بخاری ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۰ء میں شائع و طبع ہوئیں[2] ان کے علاوہ دیگر مطبوعات اسلامی بھی اس مطبع سے شائع ہوئیں مولانا محمد احسن نے دوران ملازمت تجارت کتب کا بھی سلسلہ قائم رکھا تھا مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے مطبع احمدی کی مطبوعات خاص طور سے منگا کر فروخت کرتے تھے۔ مولانا محمد احسن کے تعلقات مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے ساتھ ان کے انتقال (۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) تک رہے۔ مولانا محمد احسن کبھی کبھی مولانا احمد علی محدث

---

[1] خیر زین ترجمہ حصن حصین "مقدمہ کتاب"

[2] تفصیل کے لئے دیکھئے حیات شبلی از مولانا سلیمان ندوی صہ ۸۵-۸۷ (اعظم گڈھ ۱۹۴۳ء)

سہارنپوری سے قرض بھی لے لیتے تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری فرمائش کرکے اکثر اشیاء بریلی سے مولانا محمد احسن کے ذریعہ منگواتے تھے ان روابط و تعلقات کا اندازہ قلمی بیاض سے ہوتا ہے۔

مولوی سبحان بخش شکارپوری کی کتاب "محاورات ہند" مشہور ہے اور متعدد بار چھپ چکی ہے مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد تھے دہلی کالج کے لائق اور کارگزار مدرس تھے۔ ابن خلکان اور تزک تیموری کا اُردو ترجمہ کیا اس کے علاوہ تذکرہ مفسرین اور تذکرہ حکماء بھی لکھا[1] مولانا محمد احسن سے اکثر کتابیں منگواتے مولانا محمد احسن اور مولوی سبحان بخش آپس میں ایک دوسرے سے قرض بھی لیتے دیتے تھے۔

مولانا مملوک العلی سے مولانا محمد احسن کے خاندان، ربط نسب اور استادی و شاگردی کے تعلقات تھے مولانا محمد احسن کو بعد فراغ علم زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء کو حضرت مولانا مملوک العلیؒ کا دہلی میں انتقال ہوگیا مولانا محمد احسن صاحب کی قلمی بیاض میں مولانا مملوک العلی کے متعلق دو تین جگہ "جناب اعلیٰ حضرت مولانا صاحب" اور "حضرت مولانا صاحب مرحوم" جیسے تعظیمی الفاظ نظر سے گزرے مولانا مملوک العلی کے انتقال کے بعد بعض معاملات و حسابات مولانا محمد احسن نے نمٹائے۔[2]

مولانا محمد احسن کی کوئی سند علیحدہ ہمیں دستیاب نہ ہو سکی مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی سند "حیات شبلی[3]" میں اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کی اسانید

---

[1] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۱۵۳!

[2] مولانا مملوک العلی نانوتوی کے حالات ضمیمہ میں شامل کردیئے گئے ہیں

[3] حیات شبلی صفحہ ۸۵-۸۶

"الیانع الجنی"[1] میں شامل ہیں یہی اسانید مولانا محمد احسن کی بھی ہوئیں لیکن ہم ان کو یہاں درج کر کے مضمون کو طوالت نہیں دیں گے حصن حصین کی جو سند خود مولانا محمد احسن نے نقل کی ہے اس کو نقل کیا جاتا ہے[2]

"(مولانا) محمد احسن نانوتوی کو مولانا احمد علی سہارنپوری، شاہ عبد الغنی مجددی اور مولوی سبحان بخش شکارپوری سے حصن حصین کی سند ملی اور ان حضرات کو شاہ محمد اسحاق سے اور ان کو حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی سے اور ان کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے اور ان کو شیخ ابو طاہر مدنی سے اور ان کو شیخ ابراہیم کردی سے اور ان کو شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ احمد بن قدوس شناوی سے ان کو شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور ان کو شیخ زین الدین زکریا انصاری سے اور ان کو حافظ وقت تقی الدین محمد بن محمد بن فہد ہاشمی مکی سے اور ان کو مولف کتاب ابو الخیر محمد بن محمد بن محمد جزری شافعی سے"

مولانا محمد احسن نانوتوی نے شاہ عبد الغنی دہلوی کی ایک سند شیخ محمد عابد سندھی کے ذریعہ سے بھی اپنی قلمی بیاض میں نقل کی ہے جس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

عن الشیخ المقدس القطب الربانی المولانا عبد الغنی عن الشیخ محمد عابد السندی عن امام المحدثین وخاتم المجتہدین الشیخ صالح بن محمد العمری المستوفی الشہیر

---

[1] الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی از محمد محسن مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء

[2] خیر متین ترجمہ حصن حصین "مقدمہ کتاب"

بالفلانی شیخہ العمر المحقق محمد بن محمد بن سنتہ العمری الفلانی عن المولی الشریف محمد بن عبد اللہ الولاتی المکنی بابی عبد اللہ عن الشیخ محمد بن محمد بن خلیل عرف بابن ارکماش الحنفی عن الحافظ ابن حجر العسقلانی مؤلف فتح الباری شرح البخاری وغیرہ

آخر میں مولانا محمد احسن کے ہر چہار اساتذہ کرام کا سلسلہ درج کیا جاتا ہے کہ کس طرح امام الہند حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پر منتہی ہوتا ہے۔

مولانا محمد احسن نانوتوی رح

مولانا مملوک العلی نانوتوی رح — مولانا شاہ عبد الغنی محدث دھلوی — مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رح — مولوی سبحان بخش شکارپوری رح

مولوی رشید الدین خاں دہلوی — حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رح

سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

سلسلۂ ملازمت

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دور میں محکمۂ تعلیم کا کوئی وجود نہ تھا۔ نہ ہی کمپنی نے اس طرف توجہ دینے کی کوئی ضرورت محسوس کی لیکن آخری زمانہ میں ہندوستانیوں کی تعلیم کا خیال ضرور پیدا ہوا اور مشرقی علوم کی اعانت وحمایت کی گئی۔ دہلی، بنارس اور کلکتہ کے کالج اسی دور کی یادگار ہیں ان درسگاہوں

سے خاطر خواہ فائدہ ہوا ان تمام اداروں کی تعلیمی کوششوں اور ان کے نتائج کا تفصیلی جائزہ لینا ہمارا مقصود نہیں ہے دہلی کالج کے مفید اثرات ملک میں ضرور پھیل رہے تھے اس کی دو شاخیں بریلی اور میرٹھ میں قائم کی گئیں[۱] دیسی تعلیم کی اشاعت اور ترقی میں دہلی کالج کے تعلیم یافتہ حضرات کا خاص ہاتھ رہا ہے دہلی کالج کے فاضل مدرس مولانا مملوک العلی کے وطن و برادری کے جن حضرات نے مولانا کی سرپرستی میں تعلیم پائی وہ حضرات بھی تعلیمی نظام میں منسلک نظر آتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمن دیوبندی اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندی ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اجمیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے پھر بنارس، بریلی اور سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے اسی طرح مولانا مملوک العلی کے عزیز و تلمیذ مولانا محمد احسن جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں بنارس کالج میں بحیثیت مدرس اول فارسی ان کا تقرر ہوا

قیام بنارس

مولانا محمد احسن صاحب کی ملازمت کا آغاز بنارس سے ہوا۔ مولانا محمد احسن اپنی پہلی تصنیف تحفۃ المحسنین کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

> "جب کارکنان تقدیر نے روزی اس بے سروپا کی شہر بنارس میں لکھ دی تو عہدۂ اولیٰ مدرسی کے مدرسہ بنارس پر مامور اور چندے یہاں رہ کر باشندوں سے یہاں کے واقفیت حاصل کی تو بعد دو سال کے ایک شفیق نے مجھ سے کہا کہ اگر بیان ان عورتوں کا جن سے مرد کا نکاح کرنا حرام ہے اردو میں ہو جائے تو نہایت مفید

---

[۱] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۱

ہووے اول تو میں نے بسبب قلت بضاعت اور عدم فرصت کے
اس امر سے اعراض کیا مگر جبکہ ان کا اصرار زیادہ ہوا تو میں نے بھی
خیال کیا کہ کوئی رسالہ اردو میں اس باب میں تالیف نہیں ہوا تو اس
امر خیر کے انجام دینے کو تیار ہوا اور خدا کے فضل سے یہ رسالہ
شوال ۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۹ء میں مابین عیدین کے زیور اتمام سے آراستہ ہوا۔"

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد احسن صاحب کا تقرر ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء سے دو سال قبل یعنی ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء میں بنارس کالج میں بحیثیت مدرس اول ہوا اور یہ الفاظ کہ

"جب کارکنان تقرریہ نے مدرسی اس بے سروپا کی شہر بنارس میں لکھ دی"

سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد بنارس ہی سے مولانا محمد احسن صاحب کی ملازمت کا آغاز ہوا ورنہ یہ الفاظ نہ ہوتے تبادلہ وغیرہ کا ذکر ہوتا۔ بنارس کے قیام کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ مولانا محمد احسن نے بنارس کے قیام میں اپنے احباب کا ایک حلقہ قائم کر لیا تھا۔ ایک شفیق کی درخواست پر مولانا محمد احسن نے رسالہ "تحفۃ المحصنین" لکھا۔ مولانا سے بحیثیت ایک عالم دین لوگ فتاوے اور مذہبی مسائل پوچھتے تھے آپ کے کئی فتوے تحفۃ المحصنین میں شامل ہیں۔

بنارس میں مولانا ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء میں پہنچے اور جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں مولانا محمد احسن کا تعلق بنارس سے یقیناً ختم ہو چکا تھا کیونکہ یہی زمانہ بریلی میں آنے کا ہے۔

مولانا محمد احسن کے اس چار یا پانچ سالہ قیام بنارس میں بنارس کالج کے طلبا نے

تعلیمی فائدے حاصل کئے۔ مسلمانانِ بنارس نے مولانا سے مذہبی و دینی خدمات لیں لیکن اس کے سوا ایک اور اہم کارنامہ مولانا محمد احسن صاحب نے انجام دیا، جس کا ذکر خاص طور سے ضروری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے برصغیر پاک و ہند میں تجدید و احیاء دین اور کتاب و سنت کی جو خدمات انجام دی ہیں، وہ دینی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اس سلسلہ میں اس خاندان کے کارنامے بڑے روشن اور تابناک ہیں برصغیر میں یہاں کے غیر اسلامی معاشرہ کے اثر سے نکاح بیوگان کو معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولوی محمد اسمٰعیل شہیدؒ کی مساعی جمیلہ سے نکاح بیوگان کا خوب شیوع ہوا خاندان شاہ ولی اللہی کے مستفیدین و فیض یافتگان نے خاص طور سے اپنے اپنے حلقوں میں نکاح بیوگان کو رواج دیا۔ مولانا مملوک العلی نانوتویؒ نے باوجود خاندان کی مخالفت کے احیاء سنت کے خیال سے پہلا نکاح قصبہ منگلور (ضلع سہارنپور) کے کاظمی سادات کے ممتاز معزز رکن قاضی سید فدا حسین کی بیٹی "اصالت النساء" سے کیا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے اس نکاح کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔[1]

"والد مرحوم نے اس (نکاح بیوگان) کو نہایت خوبصورتی سے اجراء فرمایا۔"

ہونے کو تو یہ نکاح ہو گیا مگر بقول شخصے منگلور کے سادات کاظمیہ کی ناک کٹ گئی اور آئندہ نانوتہ اور منگلور سے رشتہ داری کے تعلقات ہمیشہ کے لئے

---

[1] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی صفحہ ۱۲

منقطع ہوگئے۔

مولانا محمد احسن صاحب بنارس میں مقیم تھے کہ ان کے حلقۂ احباب میں سے ایک شخص مسمیٰ "غلام محمد" کا انتقال ہوا۔ انہوں نے ایک جوان بیوہ، ایک لڑکی زینب اور ایک شیرخوار بچہ اپنی یادگار چھوڑے یہ نیک اور پاکباز بیوہ خاتون برادری اور خاندان کے جھوٹے رسم ورواج کے مطابق نکاح ثانی نہیں کر سکتی تھی حالانکہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے صریح اجازت تھی اس بیوہ خاتون کا مولانا محمد احسن صاحب کے یہاں آمد ورفت کا سلسلہ تھا لیکن مولانا محمد احسن جیسے عالم دین، تلمیذ مولانا مملوک العلی اور فیض یافتہ خاندان شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ آمد ورفت کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اس میں ہزارہ دینی ودنیوی مفاسد وخطرات پوشیدہ تھے مولانا محمد احسن صاحب نے ان "ارکان ثلاثہ" کی دستگیری کی اور شریعت کے حکم کے مطابق "بیوہ غلام محمد بنارسی" کے ساتھ نکاح کر لیا اور شرعی طور سے ان کے کفیل وسرپرست بن گئے۔

اس بچے کا نام مولانا محمد احسن صاحب نے "عبدالاحد" رکھا یہ کون عبدالاحد ہیں، یہی مطبع مجتبائی دہلی کے مالک مولوی عبدالاحد ہیں جو بڑی حیثیت اور شہرت کے مالک ہوئے۔

"مولانا مولوی حافظ خان بہادر عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی،
آنریری مجسٹریٹ ورئیس اعظم دہلی"

بریلی کالج سے تعلق

شمالی ہند میں دوآبہ کا میدان تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہا ہے ہندوؤں کے عہد قدیم میں بھی اور مسلمانوں کے زمانۂ اقتدار میں بھی، مسلمانوں کے زمانہ میں بقول علامہ سلیمان ندوی مرحوم دہلی کے

بعد علم کا موکب بدایوں آکر رکا[1] اور سرزمین بدایوں علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز رہی۔[2] روہیلوں کے عہد میں روہیل کھنڈ کا علاقہ علماء و صلحاء کی سکونت سے معمور ہو گیا[3] چھوٹے چھوٹے قصبے اور قریے گہوارۂ علم بن گئے۔ روہیلوں کے مستقر آنولہ کی خاص طور سے ترقی ہوئی بریلی کو "رشک دہلی" کا مقام ملا[4] رام پور نے "بخارائی ہند" کا درجہ پایا[5] پیلی بھیت "حافظ آباد" کے نام سے مشہور رہا اور اسے خاصی ترقی ہوئی[6]
۱۷۷۴ء میں روہیلوں کے استیصال کے بعد نواب وزیر اودھ کے عہد میں یہ گنجان اور زرخیز علاقہ بری طرح تاخت و تاراج اور ویران کیا گیا۔ مساجد، معابد، خانقاہیں اور مدرسے مسمار کئے گئے شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی[7]

نومبر ۱۸۰۱ء میں روہیل کھنڈ کا علاقہ انگریزوں کی حکومت میں آیا آہستہ آہستہ نظم و نسق قائم ہوا۔ تعلیم کی طرف بھی توجہ دی گئی ۱۸۳۷ء میں بریلی میں اسکول کا قیام

۱۔ حیات شبلی از علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم صفحہ ۷

۲۔ اخبار الصنادید جلد اول از حکیم نجم الغنی رام پوری صفحہ ۱۹۱-۲ (لکھنؤ ۱۹۱۸ء) و سفر نامہ مخلص مرتبہ ڈاکٹر اظہر علی صفحہ ۸۲ (رام پور ۱۹۴۷ء)

۳۔ اخبار الصنادید جلد اول صفحہ ۱۹۲

۴۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابو الحسنات ندوی صفحہ ۳۴

۵۔ اخبار الصنادید جلد دوم از حکیم نجم الغنی رام پوری صفحہ ۵۹۷

۶۔ حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی، صفحہ ۳۳ کراچی ۱۹۶۳ء

۷۔ اخبار الصنادید جلد اول صفحہ ۵۳۵ و تاریخ اودھ جلد دوم از حکیم نجم الغنی رام پوری صفحہ ۲۷۰ (لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

ہوا ۱۸۴۱ء میں اسکول کی عمارت کی تعمیر شروع ہوگئی جو ۱۸۴۳ء میں اتمام کو پہنچی اس وقت کلارک کلکٹر بریلی تھے ان کی کوششوں کو بھی بریلی کی تعلیمی ترقی میں بڑا دخل تھا بریلی کے اس اسکول کو خوب ترقی ہوئی نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی مولف تاریخ روہیلکھنڈ لکھتے ہیں [1]

"(بریلی اسکول) ۱۸۴۶ء میں زیادہ ترقی ہوئی"

اس کی وضاحت منشی گلزاری لال اس طرح کرتے ہیں [2]

"اسکول گھر یہاں (بریلی) کا مثل اسکول آگرہ اور دہلی نہایت مشہور اور نامی ہے"

بریلی کی یہ درس گاہ اور میرٹھ اسکول دہلی کالج کی شاخ قرار پائے ۱۸۴۸ء تک بریلی اسکول میں کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی ۱۸۵۰ء میں بریلی کا یہ اسکول کالج بنا دیا گیا۔ مولانا محمد احسن صاحب فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے اور مولانا بنارس سے جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہوکر بریلی پہنچے

قیام بریلی

مولانا محمد احسن بریلی کالج میں شعبۂ فارسی کے صدر مقرر ہوئے جب عربی کا اجراء ہوا تو دونوں شعبوں کی صدارت ان ہی کو تفویض ہوگئی جیسا کہ احسن القواعد کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے صوبہ شمالی و مغربی کے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن (ناظم تعلیمات) نے نصاب کی اکثر کتابیں مولانا محمد احسن سے لکھوائیں جن میں

---

[1] تاریخ روہیل کھنڈ از نواب نیاز احمد خاں ہوشؔ بریلوی صفحہ ۵۹ مطبوعہ مطبع روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی (۱۸۶۶ء)

[2] تاریخ ضلع بریلی از منشی گلزاری لال (قلمی، مخزونہ، نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی)

رسالہ عروض، قواعد اردو حصہ چہارم مشہور ہیں زاد المخدرات تعلیم نسواں کے بیان حقوق میں لکھی گئی۔ مولانا کالج کے طلبا کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے مولانا کی قلمی بیاض میں چند تلامذہ نجف علی، فضل رسول، کرامت حسین، کالی چرن، چھوٹے لال، سوہن لال، بھوانی پرشاد، اجودھیا پرشاد، کشن پرشاد، بختاور سنگھ، کیدار ناتھ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

مولوی نجف علی ساکن مراد آباد متوطن بریلی مولانا محمد احسن کے خاص شاگرد تھے جنہوں نے فارسی زبان کی مشہور قواعد " احسن القواعد " تالیف کی اور اپنے استاد مولانا محمد احسن کے نام پر اس کا نام رکھا۔

یہ بریلی کالج میں ملازم بھی رہے۔ جب سر سید احمد خاں نے علی گڑھ کالج قائم کیا تو وہ ان کو علی گڑھ لے گئے [1]

مولوی فضل رسول (کمبوہ) بریلی کے رہنے والے تھے انہوں نے مولانا محمد احسن کو ان کی کتاب " حمایت الاسلام " کی تیاری میں مدد دی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں میں ہیڈ ماسٹر رہے۔

(رائے) بختاور سنگھ گورکھپور کے سب جج رہے انہوں نے ۱۸۶۸ء میں تاریخ بدایوں لکھی جو روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی کے مطبع میں طبع ہوئی۔

مولانا محمد احسن کے ایک ممتاز شاگرد مولوی قاسم علی خواہاں (المتوفی ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) تھے۔ خواہاں کے قطعات تاریخ مولانا محمد احسن کے مطبع صدیقی بریلی کی اکثر مطبوعات پر نظر سے گذرے۔ گورنمنٹ ہائی اسکول بریلی میں استاد فارسی رہے۔

---

[1] بروایت مولوی حاجی محمد مقتدیٰ خاں شروانی، شروانی صاحب خود بھی مولوی نجف علی مرحوم کے شاگرد ہیں۔

بریلی کے مشہور قومی کارکن مولوی سید عبدالودود درد کے والد حافظ غلام جیلانی سہسوانی (المتوفی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) نے بھی مولانا محمد احسن سے علوم دین کی تحصیل کی۔

اس زمانہ میں بریلی میں بیرونی علماء کا خاص اجتماع تھا مولانا مملوک العلی کے تلامذہ میں اور مولانا محمد احسن کے احباب و ہم وطن حضرات میں کئی اشخاص بریلی میں مقیم تھے۔ خود مولانا محمد احسن کے چھوٹے بھائی مولوی منیر بھی بریلی کالج میں بصیغہ تدریس ملازم تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی[1] بریلی کالج میں پروفیسر تھے مولانا ذوالفقار علی کا بریلی میں کئی سال قیام رہا یہ فخر سرزمین بریلی دروہیل کھنڈ) کو حاصل ہے کہ ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن بریلی میں پیدا ہوئے۔

بلادٌ بِهَا حَلَّ الزَّمانُ تمائمی (وہ ایسا ملک ہے جس میں زمانے نے میرے تمائم (حصہ جسم) کو اتارا)

واول ارض مَسَّ جلدِی ترابها (اور وہ پہلی سرزمین ہے کہ جس کی خاک کو میری جلد نے مس کیا)

---

[1] مولانا ذوالفقار علی ولد شیخ فتح علی دیوبند (ضلع سہارنپور) وطن ہے مولانا مملوک العلی نانوتوی سے دہلی کالج میں بھی پڑھے بریلی کالج میں پروفیسر اور شعبۂ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ دار العلوم دیوبند کے قیام میں مولانا کی کوششیں شامل تھیں قریب ۴۰ سال مجلس شوریٰ کے رکن رہے پنشن پانے کے بعد دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ رہے عربی زبان پر بڑی دسترس تھی دیوان حماسہ کی شرح تسہیل الدراسۃ، دیوان متنبی کی شرح تسہیل البیان، قصیدہ بردہ کی شرح عطر الوردہ، قصیدہ بانت سعاد کی شرح الارشاد اور قصائد سبعہ معلقات کی شرح التعلیقات علی السبع المعلقات تحریر فرمائیں فن معانی و بیان میں تذکرۃ البلاغت اور ریاضی میں تسہیل الحساب بھی یادگار ہیں ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں بعمر ۸۵ سال انتقال ہوا۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے مولانا محمد احسن کی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی بریلی میں تھے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی بھی ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء میں بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ جب مولانا محمد احسن نے انقلاب ۱۸۵۷ء میں بریلی کو چھوڑا تو بعض معاملات و انتظامات ضروری مولانا فضل الرحمٰن ہی کے سپرد کئے تھے جیسا کہ تحریر ذیل سے ظاہر ہے۔

"آنچہ عقب من ضرورت بخانہ ام شود جناب ادا سازند بر پرچہ کاغذ یادداشت ارقام می کردہ باشند و نمودہ احقر نزد خزانچی جمع دارند و از او گرفتہ نزد خود جمع می کردہ باشند کہ در جمعیت نزد خزانچی احتمال است و فیہ مافیہ و قرضہ شیخ محمد نسیم ہم بعد وصولی تنخواہ ادا باید فرمود و اگر ڈاک سہارنپور جاری باشد از مولوی محمد حسین در یافتہ خط بنام مولوی احمد علی نویسند"

پھر مزید تحریر ہے

"مولوی فضل الرحمٰن صاحب ان روپیوں کو وصول کریں گے۔"

مولوی سید احمد بابت قیمت مسلم	مفتی عنایت احمد بابت مسلم		
صہ ۸/	صہ /		
مولوی عزیز الدین بابت کلام مجید	مولوی شمس الدین	تقی حسین	علی احمد
سے/	۱۰/	۱۵/	۱۵عہ/

اسی سلسلہ میں یہ بھی تحریر ہے

"این روپیہ بارا در آخر ماہ شوال وعدہ کردہ اند اگر بدہند درا امہال دہ، دوازدہ روز فیہا والا معرفت عبدالرشید پیام فرستادہ دہند کہ چوں فلانکس درا اینجا نیست ومارا اختیار امہال ندادہ است بزودی مبالغ مرحمت فرمائید"

"نیز یک مسلم بیش یادعلی دفتری کلاں برائے جلد است ازو تقاضہ کردہ گرفتہ آید و نزد قادر بخش دفتری لنگ جلد ابوداؤد است اگر بدہد بگیرند والا بتقاضا وقادر بخش و یادعلی را دو دو روپیہ بدہند بعد آمدن خود خواہم فہمید، واگر کسے حساب کرایہ مکان بر سد حوالہ محمد نسیم صاحب سوداگر کنند وازایشاں خواہم گفت واگر خرچ بخانہ مطلوب شود از الہ یار خاں صاحب یا از خزانچی گرفتہ عنایت فرمائید واز خزانچی بگویند کہ تا فیصلہ دہلی مشتی ہنڈوی آنجا در کار نیست لہذا لہ عہ کہ نقد جمع کردہ بودم واپس فرمائید کہ بضرورات صرف شوند" [1]

مولانا فضل الرحمن[2] کے صاحبزادے مولانا حبیب الرحمن بریلی میں پیدا ہوئے مولانا محمد احسن

---

[1] یہ تحریریں مولانا محمد احسن صاحب کی قلمی بیاض سے مقتبس ہیں

[2] مولانا فضل الرحمن ولد شیخ مراد بخش، دیوبند وطن۔ تحصیل علم دہلی مولانا مملوک العلی سے کی ڈپٹی انسپکٹر مدارس بریلی، پیلی بھیت اور سہارنپور وغیرہ میں رہے مولانا حبیب الرحمن مہتمم دارالعلوم دیوبند

(باقی اگلے صفحہ پر)

کو مولانا حبیب الرحمن سے بڑی محبت تھی۔ مولانا احسن نے اپنی قلمی بیاض میں حبیب الرحمن کا اکثر جگہ بڑی محبت سے ذکر کیا ہے[1]۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے لئے بعض نسخے تحریر ہیں مولانا حبیب الرحمٰن دار العلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء میں انتقال ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن کے بڑے بھائی دار العلوم دیوبند کے مشہور مفتی مولانا عزیز الرحمٰن کا ابتدائی زمانہ بھی بریلی میں گزرا ہے، مفتی صاحب کا انتقال ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء میں ہوا۔

ان حضرات کے علاوہ اس وقت بریلی میں مفتی عنایت احمد کاکوروی صدر امین (المتوفی ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ء) مولانا لطف اللہ علی گڑھی رشتہ دار صدر امین (المتوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) مولوی رضی الدین کاکوروی صدر الصدور (المتوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) مولوی امیر حسن سہسوانی (المتوفی ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) اور شمس العلماء مولانا امیر احمد سہسوانی (المتوفی ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء) جیسے ممتاز علماء موجود تھے مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولوی امیر حسن سہسوانی اور شمس العلماء مولانا امیر احمد سہسوانی سے مولانا محمد احسن صاحب کے خاص تعلقات تھے مفتی عنایت احمد صاحب کی بابت قلمی بیاض میں تحریر ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷) مفتی عزیز الرحمٰن، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی مطلوب الرحمٰن ان کے تمام فرزند علمی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن دار العلوم دیوبند کے قیام میں شروع سے شریک ہے ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء میں انتقال ہوا۔ مفتی عزیز الرحمٰن کے نامور فرزند مفتی عتیق الرحمٰن ہیں جو ندوۃ المصنفین دہلی کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، مولوی مطلوب الرحمٰن کے فرزند مولوی محمد عامر عثمانی مدیر تجلی (دیوبند) ہیں۔

[1] مولانا محمد احسن صاحب نے مولانا حبیب الرحمٰن کے عقیقہ کا ذکر خاص طور سے اپنی بیاض میں کیا ہے خود بھی للعوام اس تقریب میں خرچ کئے۔

"سنہ معرفت عبدالصمد خاں در بریلی از مفتی عنایت احمد وصول شدند"

یہ تحریر ۱۳ ربیع الاول ۱۲۷۳ھ کی ہے۔
۱۸۵۷ء

انقلاب ۱۸۵۷ء جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مسلمانان برصغیر پاک وہند کی وہ منظم اور ہمہ گیر تحریک تھی کہ جس کے ذریعہ انہوں نے غیر ملکی اقتدار سے ملک وقوم کو آزاد کرانے کی پوری پوری کوشش کی روہیل کھنڈ کا صدر مقام بریلی روہیلوں کا دارالحکومت رہ چکا تھا۔ لہٰذا یہ مقام جلد ہی تحریک آزادی کا خاص مرکز بن گیا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہل روہیل کھنڈ پیش پیش رہے۔ اور انہوں نے بڑی جاں بازی، شجاعت اور ضبط و نظم کا ثبوت دیا بلکہ

"جن ضلعوں میں بغاوت ہوئی وہ روہیل کھنڈ کی بغاوت کے آگے خفیف تھے"[1]

انقلاب ۱۸۵۷ء کی تحریک شروع ہوتے ہی انگریزوں کے خلاف بریلی میں شورش شروع ہوگئی۔ مگر انگریزی حکام مطمئن تھے البتہ جب ملحقہ اضلاع سے انگریزی حکومت ختم ہونے کی خبریں آنے لگیں تو بریلی کے انگریز حکام خاص طور سے خوف زدہ ہوئے مگر وہ لوگ جب ظاہری حالات کا جائزہ لیتے تھے تو کوئی بے اطمینانی کی بات فوج یا پبلک میں معلوم نہ ہوتی تھی، تحریک کے خاص ارکان خاں بہادر خاں، بخت خاں، محمد شفیع رسالدار اور مفتی عنایت احمد وغیرہ اپنا کام بڑے ضبط و نظم سے کر رہے تھے۔

روہیل کھنڈ کے سابق حکمراں حافظ رحمت خاں کے خاندان میں خان بہادر خاں

---

[1] تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ از مولوی ذکاء اللہ صہ ۸۲۰ ل (دہلی ۱۹۰۴ء)

نمایاں حیثیت کے مالک تھے وہ انگریزی حکومت میں صدر امین رہ چکے تھے اور حکومت کے پنشن یافتہ تھے الگزینڈر، کمشنر روہیل کھنڈ نے خان بہادر خاں کو اپنا معتمد علیہ سمجھا اور خیال کیا کہ خان بہادر خاں میرے دل سے خیر خواہ ہیں اور نواب خان بہادر خاں نے بھی کمشنر کے اعتماد کو آخر وقت تک برقرار رکھا[1]

مئی ۱۸۵۷ء کے دوسرے ہفتہ میں جب دیگر مقامات کی وحشت ناک خبریں بریلی پہنچیں تو انگریزی حکام بہت خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے اپنے اہل وعیال کو احتیاطاً ۲۰ مئی ۱۸۵۷ء کو نینی تال پہنچا دیا[2]

۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے[3] نواب بہادر خاں کمشنر بریلی مسٹر الگزینڈر کے بظاہر مددگار تھے اور نواب صاحب پر کمشنر بریلی کو پورا اعتماد تھا اس سلسلہ میں ایک انگریز مورخ رقمطراز ہے۔

۱؎ FIFTY SEVEN BY HENERY GEORGE KEENE P. 128 (London 1883)

۲؎ محاربہ عظیم از کنہیا لال صفحہ ۲۸۷ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۶ء)

۳؎ مولانا محمد احسن صاحب کی اس جامع مسجد کی تقریر اور آنولہ میں قیام کے متعلق حالات راقم نے حکیم معظم علی خاں عرف مکہ میاں مرحوم رئیس اعظم آنولہ (ضلع بریلی) سے سنے بعد کو تحریری شہادتیں بھی مل گئیں۔ حکیم معظم علی خاں (ابن حکیم واحد علی خاں) حکیم سعادت علی خاں مدار المہام ریاست رام پور کے پوتے تھے بڑے وضعدار رئیس تھے ۱۱ مارچ ۱۹۵۳ء کو ان کا انتقال ہوا۔

"پچھلے صدی کے ..... محافظ (حافظ رحمت خاں) کے پوتے خان بہادر خاں نے کمشنر (بریلی) کی کوششوں کی پوری پوری تائید کی اور (بریلی) کالج سے منسلک ایک مولوی (محمد احسن) نے مسجد میں تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے[۱]"

اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگادی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا[۲]

اس تقریر کا رد عمل یہ بھی ہوا کہ ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء کو بروز عید نو محلہ کی مسجد میں مولوی رحیم اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف سخت تقریر کی، اس موقع پر بخت خاں بھی موجود تھے۔ مسلمانوں میں بہت جوش پیدا ہو گیا تھا مگر کوتوال شہر نے اپنی حکمت عملی سے اس جوش کو ٹھنڈا کر دیا[۳]

بریلی کالج کے شعبہ فارسی کے استاد مولوی قطب شاہ نے مطبع بہادری کے نام سے ایک پریس قائم کیا جس میں انقلاب سے متعلق لٹریچر شائع و طبع ہوا۔

۱؎ FIFTY SEVEN BY HENERY GEORGE KEENE. P. 128 (London 1883) & FREEDOM STRUGGLE IN U.P. VOL. V. P. 170

۲؎ FREEDOM STRUGGLE IN U.P. VOL. V. P. 171

۳؎ Do. P. 173.

مولانا محمد احسن نانوتوی

۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا محمد احسن نے بریلی چھوڑ دی مولانا نے بریلی چھوڑتے وقت مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے لئے بعض ہدایات و اشارات قلمی بیاض میں لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں

"آنچہ عقب من ضرورت بخانہ ام خود جناب ادا ساز ند بر پرچہ کاغذ لبطور یادداشت ارقام می کردہ باشند و تنخواہ احقر نزد خزانچی جمع دارند یا ازو گرفتہ نزد خود جمع می کردہ باشند کہ در جمعیت نزد خزانچی احتمال است و فیہ ما فیہ، و قرضہ شیخ محمد نسیم صاحب ہم بعد وصول تنخواہ ادا باید فرمود و اگر ڈاک سہارنپور جاری باشد از مولوی محمد حسین دریافتہ خطے بنام مولوی احمد علی صاحب نویسند کہ فلاں کس ہنڈوی بنام شیخ ظفر علی فرستادہ بود مگر بسبب شور و غوغا اہل بلوا نرسید و چوں رسیدن سہارنپور ہم خالی از شائبہ و شک نیست و خودش مبتلاء مصائب گردیدہ بریلی را گزاشت و سرگرداں شد، لاجرم فرستادن مبالغ موقوف بر وقت دیگر ماند، اگر ہرج جناب باشد از و مبلغ ماہے کہ نزد جناب جمع ہستند بکدام حیلہ شرعی بعد تبدیل وغیرہ کارروائی کردہ گیرند و نشان مولوی احمد علی ایں است کہ در سہارن پور محلہ محنیاں رسیدہ نزد مولوی احمد علی صاحب برسد۔"

مولانا محمد احسن بریلی سے آنولہ آئے حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار المہام ریاست رام پور کے صاحبزادے حکیم ولایت علی صاحب کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے رام پور (افغانان) ہو کر نانوتہ (سہارنپور) پہنچے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے آغاز کے تین چار ماہ بعد سہارنپور میں مسٹر اسپنکی SPANKIE

کے مظالم اور ناعاقبت اندیشی نے مسلمانوں کو مشتعل کردیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ تھانہ بھون کے رئیس قاضی عنایت علی کے برادر عبدالرحیم مع چند (اصحاب) سہارنپور گئے تھے ایک کائستھ نے مخبری کی کہ یہ لوگ ہاتھی خرید کر جہاد کیلئے دہلی جائیں گے مسٹر اسپنکی نے حقیقت حال معلوم کرنی چاہی مگر جوابات قابل اطمینان نہ تھے۔ اس لئے اس نے قاضی عبدالرحیم کو اور ان کے ساتھیوں کو پھانسی دیدی۔ اس خبر وحشت اثر سے تھانہ بھون، دیوبند نیز دیگر نواحی بستیوں میں ایک آگ لگ گئی۔ تھانہ بھون میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حافظ محمد ضامن، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور قاضی عنایت علی وغیرہ نے مجلس مشاورت منعقد کی اس مجلس میں مولانا محمد احسن بھی شریک ہوئے۔ مولانا شیخ محمد[1] تھانوی نے جہاد کے خلاف رائے دی اور فرمایا[2]

"جب قاضی عنایت علی عام جنگ کے دوران خاموش رہے

---

[1] مولانا شیخ محمد بن شیخ حمد اللہ، تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) وطن ہے ظہور احسن تاریخی نام، ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و حفظ قرآن تھانہ بھون میں کیا پھر دہلی پہنچے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کی خدمت میں رہ کر فقہ، تفسیر و حدیث وغیرہ علوم دینیہ کی سند حاصل کی حضرت میانجیو نور محمد جھنجھانوی سے بیعت تھے ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا۔ مولانا تھانوی کے مفصل حالات، ان کے رسالہ "تحقیق وحدت الوجود و الشہود" کے ساتھ مولوی نثار الحق (ایم۔اے) نے شائع کر دئیے ہیں۔ مولانا شیخ محمد تھانوی کی تصنیفات میں ارشاد محمدی، بیاض محمدی، انوار محمدی اور دفتر ہفتم مثنوی مولانا روم مشہور ہیں۔

[2] تحقیق وحدت الوجود والشہود مرتبہ نثار الحق صہ ۵۰ (پاک اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء)

اور حاضرین مجلس میں سے بھی اس وقت کسی نے اس کو جہاد سمجھ کر
اس میں حصہ نہیں لیا تو اس وقت جب کہ انتقام کا جذبہ کارفرما ہے اس
لڑائی کو جہاد کیسے کہا جا سکتا ہے "۔ لے

بعض روایات میں ہے کہ مسلمانوں کی کمزوری اور بے سرو سامانی کو عدم جہاد کا سبب قرار دیا گیا ۲ے

مولانا محمد احسن نے مولانا شیخ محمد تھانوی کی تائید کی ۳ے اس پر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی نے مولانا محمد احسن کو ڈانٹا۔ آخر فیصلہ جہاد کے حق میں ہوا مولانا محمد احسن نانوتہ آ گئے ۴ے

تھانہ بھون کی مجلس مشاورت کے بعد ان حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو امیر جہاد مقرر کر کے انگریزوں سے شاملی (ضلع مظفر نگر) میں جہاد کیا حافظ محمد ضامن، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد منیر نانوتوی نے خوب داد شجاعت دی میدان شاملی میں حافظ محمد ضامن صاحب نے درجہ شہادت پایا مجاہدین سخت مقابلہ کے بعد واپس آ گئے۔

لے مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے
"نیت کا حال تو خدا ہی جانتا ہے بظاہر تو اس کو جہاد کا درجہ نہیں دیا جا سکتا" (تحقیق وحدت الوجود و الشہود صـ)

۲ے سوانح قاسمی جلد دوم صـ ۱۲۳ - ۱۲۵

۳، ۴ے مکتوب منشی عزیز حسن نانوتوی (نبیرہ منشی محمد اسمٰعیل ابن مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی)
بنام راقم مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۶ء

مولانا محمد احسن نانوتوی

سرسید احمد خاں کے رسالہ لائل محمڈنس آف انڈیا سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے محمد ابراہیم خاں تحصیلدار شاملی کی انگریز خیر خواہی اور وفاداری کا ذکر کیا ہے مگر اس سے مجاہدین کے کارناموں کا بھی اندازہ ہوتا ہے[1]

"ابتدائے غدر سے اس افسر محمد ابراہیم خاں تحصیلدار شاملی متوطن رام پور (منہاران) نے سرکار کی خیر خواہی اور قیام عملداری سرکار پر بہت چست کمر باندھی چوتھے رسالے کے سواروں نے جب بغاوت کی اور تحصیل شاملی پر قبضہ کرنا چاہا تو یہ افسر کمال بہادری سے بمقابلہ پیش آیا اور اپنی تحصیل کو باغیوں کے ہاتھ سے بچایا جہاں تک ممکن ہوا انتظام گورنمنٹ میں مدد کی اور جس قدر لٹ ہوا مال گورنمنٹ اور حکام کا بعد میں دستیاب ہوا سب کو برآمد کیا اور پہنچایا۔ آخر کار جب مفسدہ زیادہ ہو گیا اور انتظام کے لئے معتمد آدمی زیادہ درکار ہوئے تو اس افسر نے رام پور سے تمام اپنے خاندان کو شاملی میں بلوالیا اور سب کو کار سرکار میں مصروف کیا۔ پچاس آدمی اس افسر کے خاندان کے مع اکبر خاں اس افسر کے بھائی کے شاملی میں تھے جن میں سے اکثر بمقابلہ باغیان سرکار کی خیر خواہی میں مارے گئے اور خود اس افسر نے بھی خیر خواہی سرکار میں اپنی جاں نثار کی۔ زمانہ غدر میں انتظام ڈاک کا جاتا رہا اور پھر اس کا قائم کرنا اس زمانہ میں کچھ آسان امر نہ تھا اس افسر نے بموجب حکم

---

[1] لائل محمڈنس آف انڈیا از سرسید احمد خاں حصہ سوم (مفصلائٹ پریس آگرہ ۱۸۶۲ء)

کمانڈر انچیف بہادر کے کمال سعی و کوشش سے شاملی سے کرنال تک ڈاک قائم کی اور انتہا تک بخوبی جاری رکھی جس سے گورنمنٹ کو نہایت فائدہ انتظام میں حاصل ہوا۔

ستمبر ۱۸۵۷ء میں دفعتاً مسلمانان ساکنان تھانہ بھون نے جن کا افسر قاضی عنایت علی تھا فساد برپا کیا اور ایک بڑے گروہ نے تحصیل شاملی پر حملہ کیا اس وقت تحصیل شاملی میں تقریباً دس سوار پنجابی رسالہ کے اور اٹھائیس سپاہی جیل خانہ کے اور پچاس سے زائد سپاہی متعینہ تھانہ و تحصیل کے باقی آدمی اس افسر کے خاندان کے تھے معہ اکبر خاں اس کے بھائی جو رام پور سے گئے تھے اور وہاں موجود تھے یہ افسر بہ کمال دلاوری و بہادری بمقابلہ پیش آیا اور تحصیل شاملی کو مستحکم کرکے اور اس میں محصور ہو کر بخوبی لڑا اور ہر دفعہ مفسدوں کے حملہ کناں کو ہٹا دیا۔ اور بہت سے آدمی ان میں کے مارے گئے۔ آخر کو گولی بارود تحصیل میں ختم ہو چکی اور نہایت مجبوری کا وقت آیا اور مفسدوں کو قابو ہو گیا اور وہ لوگ تحصیل میں گھس آئے وہاں بھی مقابلہ ہوا اور یہ افسر نہایت بہادری سے معہ اکثر آدمیوں اپنے خاندان کے کام آیا اور شرط نمک حلالی کو پورا کر دیا یہ قتل و خونریزی شاملی میں ۱۴ر ستمبر ۱۸۵۷ء کو واقع ہوئی جو دن کہ فتح دہلی کا تھا مگر نہایت افسوس ہے کہ اس افسر کے کان تک مژدہ فتح دہلی جس کا وہ ہر دم مشتاق تھا پہنچنے نہیں پایا تھا"

انگریز نے سخت انتقام لیا۔ حضرت حاجی صاحب ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء میں مکہ معظمہ ہجرت

نوٹ مولانا محمد احسن نانوتوی

کر گئے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی چھ ماہ حوالات میں رہے مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوا مولانا محمد منیر نانوتوی اور مولانا محمد مظہر نانوتوی روپوش رہے مولانا محمد مظہر نانوتوی کے ٹخنے میں گولی لگی تھی۔ قاضی عنایت علی پہاڑوں کی طرف جا کر مفقود الخبر ہو گئے[1] دہلی پر ستمبر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کا قبضہ ہو گیا مگر روہیل کھنڈ میں جنگ آزادی کا سلسلہ جون ۱۸۵۸ء بلکہ اس کے کچھ بعد تک رہا۔ ۷؍ مئی ۱۸۵۸ء کو بریلی پر انگریزوں کا قبضہ و تسلط ہو گیا۔

مولانا محمد احسن صاحب آخری ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) میں بریلی پہنچ گئے کیونکہ ان کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳؍ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ کو انہوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

انقلاب ۱۸۵۷-۸ء میں بریلی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر بک مارے گئے اور پلٹن ۴۲ کا قیام کالج میں رہا۔ جب دوبارہ کالج کھولا گیا تو ۱۸۶۲ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے اس کا الحاق ہوا[2]

حلقہ احباب بریلی

مولانا محمد احسن نے ایک وسیع اخلاق پایا تھا ہر ایک کے ساتھ محبت سے پیش آتے بریلی کے مسلمانوں میں مولانا کا

---

[1] قاضی عنایت علی کے حالات کیلئے دیکھئے ۱۸۵۷ء اور جانبازان حریت (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم) از مولانا محمد میاں صفحہ ۵۴۴-۵۴۵ (دہلی ۱۹۶۰ء) نیز وحدت الوجود والشہود صفحہ ۶۲-۶۴

[2] بریلی کالج، بریلی، پراسپیکٹس ۱۹۶۰-۱ء صفحہ ۱ (ڈگنگ پریس بریلی ۱۹۶۰ء)

خاص اثر و نفوذ تھا باشندگان بریلی خصوصاً عمائد شہر کہنہ (بریلی) مولانا محمد احسن پر بڑا اعتماد فرماتے تھے۔ بعض خاص معاملات میں مولانا کے مکان پر اکثر بریلی کے عمائد و اکابر کی مجلس مشورت منعقد ہوتی ایک موقع پر بریلی میں امساک باراں کی وجہ سے جب سخت پریشانی ہوئی تو مولانا محمد احسن نے "ھو الذی ینزل الغیث ..... الخ کا ختم کرایا[1] وعظ و تذکیر کا سلسلہ بھی جاری تھا لوگ مذہبی مسائل دریافت کرتے مولانا نہ صرف اپنے محلہ کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے بلکہ عیدین کی نماز بھی عیدگاہ میں پڑھاتے تھے۔ گویا مسلمانان بریلی کی مذہبی قیادت مولانا محمد احسن کے ہاتھ میں تھی مولانا کی قلمی بیاض میں اکثر ایسے حضرات کے نام ملتے ہیں جن سے مولانا کے تعلقات تھے مگر افسوس کہ آج ان حضرات کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ بریلی میں مولانا محمد احسن صاحب کے تعلقات مندرجہ ذیل حضرات سے تھے۔

مولوی امیر حسن سہسوانی، شمس العلماء مولوی امیر احمد سہسوانی، مولوی حضور احمد سہسوانی، مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی، منشی دیبی پرشاد سحر بدایونی، مولوی الہ یار خاں، مولوی وزیر علی، مولوی الٰہی بخش عرف مولوی رنگین، محمد نسیم تاجر، شیخ علی بخش محمد حسین تاجران، نواب عبدالعزیز خاں، سید سعادت علی عیش، مولوی محمد حسن عثمانی صدر الصدور، قاضی غلام حمزہ عثمانی، حاجی حسن علی، مولوی یعقوب علی خاں، مولوی سید احمد شاہ، مولوی سید کلب علی شاہ، مولوی عبد الکریم، منشی عبد الودود، حافظ احمد حسین، مولوی عبد العزیز، سید مقبول حسین، رمضان خاں، مولوی عبد الوہاب وغیرہ وغیرہ

---

[1] تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال از مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی ص ۱۵ (مطبع بہارستان کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۲ھ)

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد سہسوان کے مشہور عالم مولوی امیر حسن[1] اور ان کے صاحبزادے شمس العلماء مولوی امیر احمد[2] سہسوانی کا قیام بریلی میں رہا۔ ان ہر دو حضرات سے مولانا محمد احسن کی علمی صحبتیں رہتی تھیں۔

مولوی حضور احمد سہسوانی[3] کی کتاب حکایات الصالحین مولانا محمد احسن نے خاص اہتمام و تصحیح کے ساتھ مطبع صدیقی بریلی سے طبع و شائع کی۔

۱۔ مولوی امیر حسن ابن میر لیاقت علی، سہسوان وطن ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالجلیل شہید علیگڑھی، مولوی بشیر الدین قنوجی۔ مولانا تراب علی فرنگی محلی، مفتی صدر الدین آزردہ، شمس العلماء میاں نذیر حسین، شاہ عبدالغنی مجددی اور شیخ عبدالحق بنارسی سے تحصیل علم کی۔ بڑے عالم فاضل تھے ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں انتقال ہوا (ملاحظہ ہو حیات العلماء از عبدالباقی سہسوانی ص ۶۴-۶۹، لکھنؤ ۱۹۳۲ء)

۲۔ مولوی امیر احمد ابن مولوی امیر حسن سہسوان وطن ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے اپنے والد سے تحصیل علم کی مولانا نے دہلی، آگرہ، لکھنؤ، ٹونک، بریلی، بدایوں مختلف اوقات میں قیام فرمایا اور ہر جگہ طلباء علم درس و تعلیم سے مستفید ہوئے آگرہ میں بصیغہ تعلیم ملازم رہے جامعیت منقول و معقول میں بحر بے کنار تھے۔ گورنمنٹ سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں بدایوں انتقال ہوا۔ (حیات العلماء صفحہ ۷۵-۸۰)

۳۔ مولوی حضور احمد ولد مولوی نور احمد ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۴ء کے بعد پیدا ہوئے واعظ خوش بیان تھے ان کی تصانیف سے فضائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اردو نثر)، حکایات الصالحین (اردو ترجمہ احوال الصادقین)، اور رسالہ نکاح ثانی (اردو) یادگار ہیں۔ ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا (حیات العلماء صفحہ ۹۷-۹۸)

مولوی سعد الدین[1] عثمانی بدایونی کی کتابیں رفاہ المسلمین وغیرہ بھی مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئیں مولوی سعد الدین عثمانی نے ان کتابوں کی طباعت کے مصارف مولانا محمد احسن کو بالاقساط ادا کئے۔

منشی دیبی پرشاد سحر[2] بدایونی ڈپٹی انسپکٹر مدارس سے خوب رسم و راہ تھی مولانا محمد احسن صاحب کبھی کبھی بدایوں بھی جاتے تھے چنانچہ یکم اکتوبر ۱۸۶۴ء کو مولانا محمد احسن بدایوں گئے اور بریلی سے بدایوں کے کرایہ میں ۱۴ر صرف ہوئے۔

مولوی الہ یار خاں بریلی کے مشہور تاجر کتب تھے مولانا محمد احسن صاحب ان کے متعلق سنہ ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۶ء) کی ایک یادداشت میں لکھتے ہیں۔

"حساب کتب الیشاں (مولوی الہ یار خاں) کہ معرفت احقر (مولانا محمد احسن) در مدرسہ فروخت شدہ اند"

یہ کتابیں لعہ/ ۵ر کی تھیں اور مولانا محمد احسن صاحب کے ذریعہ بریلی کالج

---

[1] مولوی سعد الدین ابن شیخ نصیر الدین بدایوں وطن تحصیل علم مولوی عبد المجید بدایونی سے کی فقہ و فرائض میں تبحر کامل حاصل تھا مولوی فضل رسول بدایونی کے رشتہ کے چچا تھے مولوی سعد الدین نے رد بدعات میں سعی بلیغ کی شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے رسالہ مسائل اربعین کا ترجمہ و شرح رفاہ المسلمین کے نام سے لکھی جو بہت مشہور ہے دوسری کتاب سعادت دارین بھی رد بدعات میں خوب لکھی ہے سنہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں انتقال ہوا (ملاحظہ ہو اکمل التاریخ از مولوی محمد یعقوب ضیاء القادری صفحہ ۱۱۵ بدایوں سنہ ۱۹۱۵ء)

[2] منشی دیبی پرشاد سحر ابن منشی چنی لال اخگر بدایوں محلہ حسینی گلی منشی دیبی پرشاد ۲۴ر دسمبر سنہ ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے ۱۴ سال کی عمر میں بتوجہ مولوی طاہر الدین فرشوری علوم مروجہ اور درسی کتب متداولہ سے فراغت حاصل کی منشی صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے خلاصہ منطق، معیار البلاغت، تاریخ معیار الاملاء، دیوان سحر سامری، ارژنگ چین اور نظم پروین یادگار ہیں سنہ ۱۹۰۲ء میں انتقال ہوا۔ (یادگار ضیغم از عبد اللہ خاں ضیغم صفحہ ۱۶۸ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۰۳ھ)

میں فروخت ہوئی تھیں۔ مولانا کی مشہور کتاب احسن المسائل (ترجمہ کنز الدقائق) مولوی الہ یار خاں کی تحریک ہی پر تیار ہوئی اس کتاب کے جملہ حقوق ان ہی کے نام محفوظ تھے جب مالک مجتبائی دہلی نے یہ کتاب احسن المسائل اپنے مطبع میں طبع کرائی تو باقاعدہ مولوی الہ یار خاں کے صاحبزادے ہدایت یار خاں سے اس کے حقوق خریدے جیسا کہ خود انہوں نے کتاب کے آخر میں لکھا ہے[1]

مولوی وزیر علی بھی بریلی کے ایک تاجر کتب تھے وہ مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات بھی فروخت کرتے تھے۔

مولوی الٰہی بخش عرف مولوی رنگین بریلوی کو رد عیسائیت میں بڑی شہرت حاصل تھی افسوس کہ مولوی رنگین کے حالات نہ مل سکے۔ شاہجہانپور میں ۱۸۷۶ء میں جو مشہور مذہبی مباحثہ مولانا محمد قاسم نانوتوی سے ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر کی ترغیب ہی پر مولوی رنگین نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کو مباحثہ شاہجہانپور میں بلایا تھا۔ بریلی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا محمد احسن نانوتوی کے یہاں شاہجہانپور سے واپسی کے بعد مقیم رہے۔

مولانا محمد قاسم نے اپنے ایک مکتوب بنام مشہور مناظر مولوی ابو المنصور دھلوی (ف ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) منعقدہ ۳۰ محرم ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں مولوی رنگین کا ذکر کیا ہے ہم اس خط کو یہاں نقل کرتے ہیں اس میں بعض اور بھی مفید معلومات درج ہیں[2]

مخدوم و مکرم فن مناظرہ اہل کتاب حامی دین متین مولوی سید محمد ابو المنصور

---

[1] ملاحظہ ہو احسن المسائل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2] عین الیقین مرتبہ سید مہدی حسن صفحہ ۴۳-۴۴ (مطبع فاروقی دہلی، سال طباعت ندارد)

صاحب لازوال کا سمہ ناصرالدین و منصور، آمین رب العالمین

بندہ کمترین محمد قاسم سلام و نیاز کے بعد عرض پرداز ہے، پرسوں بندہ کمترین نواح بریلی سے لوٹ کر آیا اور کل آپ کا عنایت نامہ بعد واپسی یہیں مجھ کو ملا۔ ممنون اور مطالعہ سے مشرف ہوا۔ مہر درخشاں کے دونوں پرچے اور رسالہ تبیان آپ کے عنایت کئے ہوئے تو بریلی ہی رہے۔ بمہر درخشاں کے پرچے تو مولوی محمد منیر صاحب نے رکھ لئے اور رسالہ مذکور مولوی رنگین صاحب نے مطالعہ کے لئے رکھا بر ہنگام قصد بریلی، دیوبند میں دونوں پرچے میری نظر سے گزرے تھے مضامین دل نشین دیکھ کر ساتھ لے لئے۔ جہاں مجمع احباب دیکھا میں نے، بیٹھا پڑھا اور ان کو سنایا جو سنتا تھا محفوظ ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ مولوی محمد منیر صاحب نے آپ کے بھیجے ہوئے پرچے رکھ لئے، خیر زیادہ کیا گذارش کروں اور کہاں تک عرض کروں، مختصر یہ ہے کہ یہ مضامین خدا تعالیٰ نے آپ ہی کے لئے رکھ چھوڑے تھے پر افسوس یہ ہے کہ اس زمانے میں کوئی قدر شناس نہیں۔ رسالہ تبیاں بھی من اولہ الی آخرہ دیکھا۔ کیا عرض کروں یہ جواب آپ ہی سے دیئے گئے۔ یہ آپ ہی کا کام تھا خداوند کریم قبول فرمائے اور خیر غایت فرمائے، المرقومہ سی ام محرم ۱۲۹۴ھ از دیوبند"

محمد نسیم تاجر پنجابی سوداگران بریلی سے تھے۔ مولانا کے نہایت معتمد تھے انقلاب ۱۸۵۷ء میں بعض مالی امور محمد نسیم صاحب ہی سے متعلق رہے۔[1]

---

[1] قلمی بیاض مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی رح

شیخ علی بخش و محمد حسین بھی بریلی کے سوداگر تھے۔ ان کے متعلق قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے۔

"حساب دو صد روپیہ کہ برائے تجارت بوکالت شیخ علی بخش و محمد حسین تاجران بریلی بتاریخ ۱۴ محرم ۱۲۷۵ھ سپرد کردہ شدند"

نواب عبدالعزیز خاں (المتوفی ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء) حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے پوتے تھے بریلی کے عمائد سے تھے عزیز تخلص کرتے تھے۔

سید سعادت علی عیش میر غلام علی عشرت صاحب پدماوت (المتوفی ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۱ء) کے صاحبزادے تھے بریلی میں صیغہ تعلیم میں منسلک تھے بعد کو ریاست رام پور میں ملازم رہے۔

مولوی محمد حسن عثمانی صدر الصدور ابن مفتی ابوالحسن بریلوی عمائد بریلی سے تھے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا بھی شغل رکھتے تھے۔ مولوی محمد حسن صاحب کی دو کتابیں رسالہ اصل الاصول اور غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عندالحکمار والامام مطبع صدیقی بریلی ہی میں طبع ہوئیں۔

اسی خاندان کے ایک دوسرے ممتاز رکن قاضی غلام حمزہ ابن حافظ غلام احمد تھے مولانا محمد احسن صاحب قاضی غلام حمزہ صاحب کے علم و زہد اور سلامت روی کے بہت معترف تھے۔

حاجی حسن علی بریلی کے ایک متبع شرع صوفی بزرگ تھے ان ہی کی تحریک پر ہدیۃ اسنیٰ کتاب شائع ہوئی۔

مولوی یعقوب علی خاں بریلی کے مشہور عالم، صدر مدرس مدرسہ اکبری اور بھوپال میں قاضی شرع رہے۔

مولوی سید احمد شاہ، مولوی سید کلب علی شاہ، مولوی عبدالکریم، منشی عبدالودود، حافظ احمد حسین، مولوی عبدالعزیز، سید مقبول حسین، رمضان خاں اور مولوی عبدالوہاب کے حالات کی بالکل نشاندہی نہ ہو سکی۔

حج مولانا محمد احسن ۱۵ ردسمبر ۱۸۶۶ء کو بریلی سے حج کے لئے روانہ ہوئے پانچ مہینے اس مقدس سفر میں لگے چنانچہ قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے۔

"تاریخ ۱۵ ردسمبر (۱۸۶۶ء) سفر حج افتاد و پنج ماہ در آمد و رفت صرف شد آنچہ کہ بود دریں مدت صرف گردید"۔

فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی صاحب انوار العارفین سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں [1]

"ایشاں در سن یک ہزار دو صد و ہشتاد و سوم بر در آستانہ بیت اللہ الحرام احرام لبستہ سجدہ کردند و پیشانی سودند و از شوق و ذوق طواف نمودہ و عمرہ آوردہ و از غلبۂ شوق لبیک گویاں بوادی عرفات دویدند و حج ادا کردند پس ازاں بمدینہ منورہ حاضر شدہ بر دہلیز باب السلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام بوسہ دادند و بہ نیاز تمام آداب و کورنش و سلام آوردند و بمصداق حدیث شریف "من زار قبری وجب لہ شفاعتی" بزیارت سید کائنات علیہ الصلوٰۃ و

---

[1] انوار العارفین صفحہ ۵۰۷

التحیات سعادت اندوز گشتند و در مسجد قدس نماز با جماعت ادا کردند"

مولانا محمد احسن اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رح اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح سے خاص طور سے ملے حضرت حاجی صاحب نے اپنے ایک مکتوب بنام مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ میں مولانا محمد احسن کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ مولانا محمد احسن ان کے رسالہ ضیاء القلوب کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ حاجی صاحب کا یہ خط یہاں پورا نقل کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بعض مفید معلومات درج ہیں۔

" فقیر ہر طرح سے خوش و خرم ہے اور تمام احباب کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے خطوط متواتر ہر ایک کے پہنچے مدینہ شریف سے آکر ان کا مطالعہ کیا اور مسرت حاصل ہوئی۔ جواب خطوط ہر ایک مفصل نام بنام ہم دست مولوی ذوالفقار علی دیوبندی کے پہنچے گا اس وقت بباعث جلدی کے اور نیز اس سبب سے کہ بسبب بیماری کے جو مدینہ شریف میں لاحق ہوئی تھی ہاتھ میں کسی قدر لغزش ہو گئی ہے خطوط مفصل نہ بھیج سکا اور حال مفصل اس جگہ کا زبانی مولوی محمد احسن صاحب کے معلوم ہوگا حاجت تحریر نہیں ہے مولوی عبدالحکیم ساکن میرٹھ نے لکھا ہے کہ رسالہ ضیاء القلوب اب تک میرے پاس نہیں پہنچا کہ چھاپا جاتا اس لئے لکھا جاتا ہے کہ اگر رسالہ مذکور کا چھپوانا منظور ہے تو پاس مولوی عبدالحکیم کے بھجوا دیجئے وہ اپنے صرف سے چھپوائیں گے اور تمہارے پاس بھیج دیں گے۔ مولوی

محمد قاسم صاحب سے دریافت فرمادیں کہ آپ کا میرٹھ میں جانا ہو تو بہتر ہے کہ رسالہ مذکور تمہارے اہتمام سے چھپے مولوی یعقوب صاحب معلوم کریں، آپ نے لکھا ہے کہ شجرۂ سہروردیہ میں بعد نام شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نام حاجی عبدالرحیم صاحب کا تحریر ہوا۔ معلوم نہیں حاجی صاحب کو بلا واسطہ شاہ عبدالعزیز صاحب سے انتساب ہے یا بواسطہ سید صاحب کے، سوا اس مقدمہ میں ہم کو یہی پہنچا ہے کہ حاجی صاحب کو شاہ صاحب سے بواسطہ اور بلا واسطہ سید صاحب کے انتساب ہے، اس واسطے میں نے دونوں طرح سے لکھنا مناسب نہیں جانا بسبب طول کے، اب تم کو اختیار ہے جس طرح چاہو تحریر کرو اور حضرت مرشدم میاں جی نور محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بلا واسطہ حاجی صاحب کے سید صاحب سے انتساب ہے حاجی صاحب کا بیچ میں لکھنا ضرور نہیں۔ اور شجرہ سہروردیہ میں جو خاندان مولانا شاہ عبدالعزیز سے لکھا ہے مجھ کو شیخ عظمت اللہ اکبرآبادی عن ابیہ عن جدہ اسی قدر معلوم ہوا ہے نام باپ اور دادا کا معلوم نہیں اور جو شجرہ بزرگوں امروہی سے ہم کو دریافت ہوا یعنی بعد شیخ عبدالہادی کے جو نام شاہ عزالدین کا لکھا ہے کہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ بجائے نام شاہ نصیر الدین نام شاہ عضدالدین صحیح ہے اور بجائے محمد مکی کے نام محمد حامد بھی غالباً صحیح ہے اس طرح سے ان ناموں سے شجرہ کو مرتب کر دینا باقی جوابات تمہارے خطوط

کے انشاء اللہ تعالیٰ متعاقب پہنچیں گے۔ مکرر یہ کہ اگر رسالہ مذکور کو چھاپنے میں مولوی عبد الحکیم تامل کریں تو مولوی محمد احسن صاحب اس کا چھاپنا چاہتے ہیں ان کو رسالہ دیدو مگر رسالہ کی سو جلدوں سے کم نہ چھپیں اور غالباً سو روپیوں میں تیار ہو جاویں تم اس کے صرف کا فکر نہ کرنا مولوی محمد احسن سے ذکر اس کا آگیا ہے،،[1]

مولانا محمد احسن صاحب ۱۳ رمئی ۱۸۶۷ء کو بریلی واپس پہنچے چنانچہ بیاض میں تحریر ہے

،، آمد و خرچ بعد مراجعت از سفر حج از ابتدا تاریخ ۱۳ رمئی ۱۸۶۷ء تا آخر جولائی ۱۸۶۷ء،،

مطبع صدیقی بریلی انگریزی حکومت کے قیام اور مغربی علوم وفنون کی اشاعت کے ساتھ برصغیر پاک وہند میں پریس بھی قائم ہوئے اور جلد ہی ملک میں پریسوں کا ایک جال پھیل گیا۔ بریلی در روہیل کھنڈ میں سب سے پہلا مطبع ۱۸۴۷ء میں قائم ہوا[2] یہ مطبع مدرسہ بریلی (بریلی کالج) سے متعلق تھا یہ گویا گورنمنٹ پریس تھا مراد آباد اور بدایوں کا سرکاری کام بھی اسی مطبع میں ہوتا تھا

---

[1] امداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صہ ۲۵٦ ۲۵۷ (تھانہ بھون ۱۳۴۷ھ)

[2] تواریخ ضلع بریلی از منشی گلزاری لال (قلمی، مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

اس مطبع سے "عمدۃ الاخبار" نام کا ایک اخبار بھی نکلتا تھا[۱] جس کے پہلے ایڈیٹر مولوی عبدالرحمٰن تھے۔ بریلی کالج کے شعبہ فارسی کے مدرس مولوی قطب شاہ نے مطبع بہادری کے نام سے ایک پریس قائم کیا تھا جس میں انقلاب ۱۸۵۷ء کا لٹریچر اور اشتہار و اعلان چھپتے تھے[۳]۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا محمد احسن نے بریلی میں مطبع صدیقی قائم کیا اس مطبع کا صحیح سال قیام تو معلوم نہ ہو سکا مگر مولانا کی قلمی بیاض سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ مطبع صدیقی کا قیام ستمبر ۱۸۶۲ء سے قبل ہوا تھا۔ یہ مطبع مولانا محمد احسن اور ان کے بھائی مولوی محمد منیر کی شرکت میں تھا مطبع کے مہتمم مولوی محمد منیر تھے، مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات پر مولوی محمد منیر ہی کا نام بطور مہتمم چھپتا تھا مولانا محمد احسن کا قیام خواجہ قطب (بریلی) میں تھا اور اسی محلہ میں مطبع صدیقی بھی تھا۔ مطبع میں دو دستی مشینیں تھیں جس مکان میں مطبع تھا وہ ایک مدت تک "چھاپہ خانہ والا مکان"

۱۔ مطبع عمدۃ الاخبار بریلی کی ایک مطبوعہ کتاب "تاریخ پنجاب مسمی بہ گلشن پنجاب مولفہ پنڈت دیبی پرشاد طالب علم سابق مدرسہ سرکاری بریلی" (۱۸۵۰ء) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے کتب خانہ (کراچی) میں موجود ہے۔ مشہور مستشرق گارساں دتاسی کا یہ بیان درست نہیں کہ ۱۸۵۲ء تک بریلی میں صرف ایک ہی مطبع تھا۔ جیسا کہ خطبات گارساں دتاسی صفحہ ۳ (مطبوعہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۵ء) میں تحریر ہے۔

۲۔ صوبہ شمالی ومغربی کے اخبارات و مطبوعات صفحہ ۷۸

۳۔ FREEDOM STRUGGLE IN UTTAR PRADESH VOL. V. P. 171

مشہور رہا ہے۔ شروع میں یہ مطبع بازار درزی چوک میں قائم ہوا تھا۔ مطبع صدیقی بریلی میں مستقل کاتب "منشی مٹھو لال بریلوی" تھے۔ انہوں نے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء وغیرہ کی کتابت کی ہے۔

مولانا محمد احسن کے مطبع صدیقی کا مقصد صرف تجارت کتب نہ تھا بلکہ دراصل یہ "ولی اللہی اکیڈیمی" تھی اس مطبع سے ولی اللہی حکمت و فلسفہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اکثر معرکہ آراء تصنیفات حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء وغیرہ طبع و شائع ہوئیں ان کتابوں کی اشاعت میں منشی جمال الدین[2]

---

[1] مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی نے بریلی میں علوم ولی اللہی کی خوب نشر و اشاعت کی مدرسہ مصباح العلوم اور مدرسہ اشاعت العلوم اسی سلسلہ کی یادگار ہیں بریلی میں علوم و افکار، ولی اللہی کی اشاعت کا دوسرا دور مولانا محمد منظور نعمانی سنبھلی کے قیام کا دور تھا مولانا محمد منظور نعمانی نے بریلی میں رہ کر اس سلسلہ میں خوب کام کئے یہیں سے ان کا موقر جریدہ "الفرقان" جاری ہوا اور پھر اس کے خصوصی نمبر مجدد نمبر، شاہ اسمعیل شہید نمبر اور شاہ ولی اللہ نمبر ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ مولانا محمد منظور نعمانی نے بہت سی کتابیں شائع کیں شاہ ولی اللہ نمبر کی بدولت تذکرہ شاہ ولی اللہؒ (از مولانا مناظر احسن گیلانی) شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک (از مولانا عبید اللہ سندھی) تجدید و احیاء دین (از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی) ہندوستان میں پہلی اسلامی تحریک (از مولانا مسعود عالم ندوی) وغیرہ کتابیں وجود میں آئیں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی آج کل لکھنؤ میں مقیم ہیں۔ اور وہیں سے ان کا رسالہ "الفرقان" نکلتا ہے۔

[2] منشی جمال الدین ابن شیخ وحید الدین قصبہ کوتانہ متصل شاہجہاں آباد وطن تھا بزرگوں کا وطن بوریہ سہارنپور تھا۔ ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء میں پیدا ہوئے مولانا مملوک العلی، شاہ رفیع الدین (باقی صفحہ)

مدارالمہام ریاست بھوپال نے مولانا محمد احسن کی بڑی مدد کی۔ خود منشی جمال الدین بھی ولی اللہی خانوادہ سے مستفید تھے منشی صاحب کی بدولت ریاست بھوپال میں تبلیغ دین وسنت کا خوب کام ہوا اور مولانا نواب صدیق حسن خاں (المتوفی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء) نے تو اس کام کو اور بھی آگے بڑھایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف کے علاوہ بہت سا مذہبی، علمی اور تاریخی لٹریچر مطبع صدیقی سے طبع و شائع ہوا۔ مطبع صدیقی بریلی میں جو کتاب چھپتی تھی۔ اس پر حسب ضرورت مولانا محمد احسن حاشیہ لکھتے اس کی تصحیح فرماتے، اس طرح کتاب کی افادیت بڑھ جاتی تھی، مطبع صدیقی بریلی مولانا محمد احسن کے قیام بریلی تک جاری رہا۔

ہماری معلومات کے مطابق یہ مطبع کم وبیش سولہ سال رہا اور اس عرصہ میں اس مطبع نے علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں بڑا کام کیا اس مطبع صدیقی بریلی کی شاخ "مطبع مجتبائی دہلی" نے بھی علوم اسلامیہ کی بڑی خدمت انجام دی کیونکہ مطبع مجتبائی دہلی مولانا محمد احسن کے ربیب مولوی عبدالاحد نے قائم کیا تھا۔

مطبوعات مطبع صدیقی بریلی

اب ہم مطبع صدیقی بریلی کی ان مطبوعات کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے مطالعہ و علم میں آئیں۔

(بقیہ نوٹ ۶۹) شاہ محمد اسحاق وشاہ محمد یعقوب سے تعلیم کی تکمیل کی ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۶ء میں بھوپال میں ملازمت اختیار کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے خاص ارادت تھی۔ شاہ صاحب کی تصنیفات شائع وطبع کرائیں منشی صاحب نے ایک کتاب فرہنگ قرآن بنام کوکب دری لکھی منشی صاحب کی صاحبزادی ذکیہ بیگم نواب صدیق حسن خاں کی پہلی بیوی تھیں جن سے نواب علی حسن خاں اور نواب نور الحسن تھے محرم ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا "رنج وغم" مادہ تاریخ ہے (ملاحظہ ہو ماثر صدیقی جلد دوم از نواب علی حسن خاں ص ۴۲-۵۷ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۴ء)

سراج السالکین مولوی محمد منیر نانوتوی (برادر مولانا محمد احسن) نے امام غزالی کے رسالہ منہاج العابدین کا اردو ترجمہ سراج السالکین کے نام سے کیا ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوا[۱]

خلعۃ الہنود (جواب تحفۃ الاسلام) ردّ ہنود میں سید حسین شاہ بخاری بت شکن کی فارسی تالیف ہے ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں بریلی صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔

خفی علائی زین اسمٰعیل جرجانی کی علم طب میں نہایت قابل قدر کتاب ہے ۱۲۸۴ھ میں محلہ خواجہ قطب مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔

حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی معرکہ آرار تصنیف حسب فرمائش منشی جمال الدین مدار المہام بھوپال سب سے اول مطبع صدیقی بریلی میں ربیع الاول ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں طبع ہوئی پھر ٹھیک ۶۶ سال کے بعد حجۃ اللہ البالغہ مصر میں طبع ہوئی خدا کی قدرت دیکھیے کہ مصر کی علمی جماعت محی العلم والاصلاح کی طرف سے بھی محمد منیر دمشقی نے یہ کتاب شائع کی اور بریلی میں بھی مولوی محمد منیر (برادر مولانا محمد احسن) کے اہتمام سے طبع ہوئی محمد منیر دمشقی نے بریلی ہی کے اڈیشن کو چھاپا ہے حاشیہ مولانا محمد احسن کا ہے مگر افسوس کہ اس کا ذکر نہیں کیا اس کے بعد یہ کتاب متعدد بار

---

۱ فہرست مطبوعات سبحان اللہ اورینٹل لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (جلد دوم) صفحہ ۸۷ مطبوعہ مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۳۲ء

چھپی[1] اس کتاب کا انگریزی ترجمہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) شائع کرنا چاہتی ہے۔ انگریزی ترجمہ محمود حسن خاں ایم اے نے کیا ہے۔

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکۃ آلارا تصنیف ہے یہ بھی سب سے اول مطبع صدیقی بریلی میں حسب فرمائش جمال الدین مدار المہام بھوپال طبع ہوئی۔ شوال سنہ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء) میں منشی انشاء اللہ نے حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور سے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جو کثیر الاغلاط ہے۔ یہ کتاب آج تک

---

[1] سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی نے مولوی فضل الرحمن رئیس ڈمری ضلع پٹنہ کی فرمائش پر حجۃ اللہ البالغہ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا جو بغیر متن عربی سنہ ۱۴۱۲ھ (۱۸۹۴ء) میں نعمۃ اللہ السابغہ کے نام سے مطبع رحمانی پٹنہ سے شائع ہوا۔ مولوی عبدالحق صاحب حقانی کا یہی ترجمہ نور محمد اصح المطابع کراچی نے سنہ ۱۹۵۵ء میں دوبارہ چھاپا ہے سنہ ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں مولوی خلیل احمد اسرائیلی نے آیات اللہ الکاملہ کے نام سے ترجمہ کیا جو لاہور سے بغیر متن شائع ہوا ہے اس کے بعد لاہور ہی سے ایک اور ترجمہ مولوی عبدالحق ہزاروی نے مع عربی متن شموس اللہ البازغہ کے نام سے شائع کیا جو آیات اللہ الکاملہ کی نقل ہے اس کے علاوہ لاہور سے محمد بشیر صاحب کا ترجمہ مع تشریحی فوائد شائع ہوا یہ ترجمہ نامکمل ہے اور بحث دوم پر ختم ہو جاتا ہے سنہ ۱۹۵۳ء میں حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم صدر شعبہ عربی و فارسی اسلامیہ کالج پشاور المتوفی ۱۹ر ستمبر ۱۹۵۰ء نے کیا جو نہایت اہتمام سے لاہور سے شائع ہوا ہے۔

دوبارہ شائع نہیں ہوئی حالانکہ اس کی اہمیت کا تقاضہ ہے کہ اس کا تنقیدی اور محشی اڈیشن شائع کیا جائے۔

سوط الجبار علیٰ متن الکفار (بکاصل مولوی محمد علی مچھرالونی (المتوفی ۱۳۰۵ھ ۱۸۸۷ء) کی تالیف ہے ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی، اس کتاب میں اینڈرسن عیسائی کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی محمد محسن بہاری ترہتی کی عربی تصنیف ہے حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی کی اسانید کو اس رسالہ میں جمع کیا گیا ہے۔ شاہ عبد الغنی رح ان کے والد شاہ ابوسعید مجددی رح، شاہ عبد العزیز رح اور شاہ ولی اللہ رح وغیرہ کے مختصر حالات بھی شامل ہیں آخر میں نقشبندیہ سلسلہ کا ایک منظوم شجرہ ہے۔ مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۸۷ھ ۱۸۷۰ء میں طبع ہوئی ہے مولانا محمد احسن نے قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

مالله احسن تحفته من محسن — اکرم به من نوذعی متقن

اتمتھا طبعاً وقلت تیمنا — اعنی لعام الطبع عن عبد الغنی — ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء

مفتی محمد شفیع دیوبندی (کراچی) کے پاس اس کتاب کا وہ تاریخی نسخہ محفوظ ہے جو مولانا محمد احسن نانوتوی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی کو اپنی تحریر کے ساتھ بھیجا تھا چنانچہ اس نسخہ پر لکھا ہے۔

"مولوی محمد قاسم صاحب"

مفتی محمد شفیع نے الیانع الجنی کو کشف الاستار عن رجال معانی الآثار کے

حاشیہ پر بھی طبع کرادیا ہے کشف الاستار کا یہ نسخہ جید برقی پریس دہلی میں ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء میں چھپا ہے۔ ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں مفتی محمد شفیع نے ایک مختصر سا رسالہ بطور تتمہ الیانع الجنی مصطفائی پریس مظفر نگر سے طبع کراکر دارالاشاعت دیوبند سے شائع کیا جس کا نام الازدیاد السنی علی الیانع الجنی المسمی الدر المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود ہے الازدیاد کا دوسرا اڈیشن ابھی حال میں کراچی سے شائع ہوا ہے۔

ریاض الحسنات کتاب کا مضمون سیرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے منشی نصیر الدین نصیر مرادآبادی نے کسی عربی کتاب کا ترجمہ اردو میں کیا ہے زبان سلیس اور بامحاورہ ہے ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی قطعہ تاریخ طباعت درج ذیل ہے۔

بہر تاریخ ایں رسالہ کہ ہست — مونس القلب فی الخلوات
بے سر آہ آمد ایں مصرع — قلت بالحق احمد الصلوات

۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء

عقائد نظامیہ[۱] مشہور چشتی بزرگ شاہ فخر الدین دہلوی ابن شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کی فارسی تالیف ہے مطبع صدیقی بریلی میں ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں طبع ہوئی۔

شفاء قاضی عیاض شفاء قاضی عیاض ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں مولانا محمد احسن نے مطبع صدیقی بریلی میں طبع کی۔

---

[۱] تاریخ مشائخ چشت میں اس کتاب کا نام پروفیسر خلیق احمد نظامی نے نظام العقائد لکھا ہے ہمارا مطبوعہ نسخہ بریلی عقائد نظامیہ کے نام سے ہے۔

ہدیہ اسنیٰ ترجمہ ہدایۃ الاعمیٰ

شیخ حسین کشمیری کی فارسی تصنیف ہدایۃ الاعمیٰ کا اردو ترجمہ مولوی محمد نظام و مولوی قطب الدین ساکنان شاہجہاں پور (روہیل کھنڈ) نے حاجی حسن علی بریلوی کی تحریک پر محرم سنہ ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں کیا یہ اردو ترجمہ ہدیۂ اسنیٰ کے نام سے مولوی حافظ غلام حسین و عنایت حسین سررشتہ دار محکمہ شفاخانہ جات سرکاری کی سعی و کوشش سے مطبع صدیقی بریلی میں سنہ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں طبع ہوا کتاب تصوف سے متعلق ہے۔ بدعات اور فسق کا رد کیا گیا ہے دنیا پرست صوفی و پیر جو الحاد و بے دینی اختیار کرتے ہیں ان کو شریعت کی پابندی کی ترغیب دی گئی ہے۔ آخر میں مولوی قاسم علی خواہاںؔ مرحوم کا قطعہ تاریخ درج ہے۔

تصوف کا دریا ہے کوزہ میں بند — کہوں کیا میں خواہاں کہ ہے کیا کتاب
پے سال از روئے ایماں کہو — حقیقت میں چھاپی یہ اعلیٰ کتاب

سنہ ۱۲۸۹ھ
۱۸۷۲ء

انتصار الحق معہ معیار الحق

شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی (المتوفی سنہ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) کی مشہور کتاب معیار الحق کا جواب مولانا ارشاد حسین رام پوری نے انتصار الحق لکھا مولانا محمد احسن نے انتصار الحق معہ معیار الحق اپنے اہتمام سے سنہ ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی انتصار الحق درحوض اور معیار الحق برحاشیہ ہے آخر میں مولوی قاسم علی خواہاں کا قطعہ تاریخ درج ہے

کیا خوب لکھا ثبوت تقلید — مسرور نہ کس طرح ہو خاطر
لکھا خواہاںؔ نے سالِ تاریخ — بے مثل ہے یہ کتاب نادر

سنہ ۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء

انوار العارفین مولوی محمد حسین چشتی قدوسی صابری مرادآبادی نے جو مولوی محمد امانت علی امروہوی (المتوفی ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء) کے مرید تھے صوفیاء کرام کے حالات میں ایک ضخیم کتاب بزبان فارسی انوار العارفین لکھی ہے یہ کتاب ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی مولوی قاسم علی خواہاںؔ بریلوی نے قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

کیوں نہ مرغوب ہو زمانے کو — مخزن ذکر اصفیاء ہے یہ
سر اسرار سے تو اے خواہاںؔ — لکھ کہ تاریخ اولیاء ہے یہ

۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء

اس کتاب کا دوسرا اڈیشن نولکشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوا ہے۔

ارشاد محمدی اردو میں ایک مختصر سا رسالہ مشہور عالم مولانا شیخ محمد تھانوی رح کی تصنیف ہے جو انہوں نے اپنے ارادت مند مولوی فدا علی میرٹھی اور منشی محراب علی انوپ شہری کی درخواست پر ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء میں لکھی اس رسالہ میں مولانا شیخ محمد تھانوی نے اپنے سلسلہ کے مشائخ کے ارشادات کو درج کیا ہے اور تصوف کے مضامین بیان کئے ہیں۔ مولانا شیخ محمد تھانوی رح نے لکھا ہے کہ بعمر ہفت سالگی یعنی ۱۸۲۱ء میں اول شرف بیعت حضرت سید احمد شہید بریلوی رح سے ہوا یہ کتاب ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی آخر میں قطعات ذیل درج ہیں۔

از مولوی غلام بسم اللہ بریلوی

از شیخ محمد انجلا یافت — ارشاد محمدی نہفتہ
دہ دہ چہ درِ علوم باطن — در سلک سطور شیخ سفتہ

۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء

از منشی محمد احسان اللہ مخبر

چوں شیخ محمد اعلم عصر ارشاد محمدی رقم زد
دریافت مخبر از سر قدس تاریخ ذات پاک احمد

۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء

از مولوی قاسم علی خواہاں بریلوی

چھپ کے تیار فضل حق سے ہوا طرز اذکار اولیائے کرام
سال اس کا ہے باسر بہجت نادر اعلیٰ چھپی کتاب تمام

۱۲۹۰ھ
۱۸۷۳ء

سعادت دارین مولوی سعد الدین عثمانی بدایونی نے اردو زبان میں یہ کتاب لکھی ہے انداز بیان نہایت سلجھا ہوا ہے مراسم و بدعات کی خوب بیخ کنی کی گئی ہے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی۔

تحذیر الناس مولوی محمد قاسم نانوتوی کا مشہور رسالہ تحذیر الناس (در صحت اثر ابن عباس) سب سے پہلے مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوا یہ رسالہ ایک استفتار کا جواب ہے جس میں مستفتی مولانا محمد احسن ہیں اس سلسلہ میں مکمل بحث آگے آئے گی یہ رسالہ سب سے پہلے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء[1] میں طبع ہوا۔ اس کا ایک نسخہ حاجی عبد المتین صاحب[2] کے ذریعہ دیکھنے کو ملا ہے، یہ رسالہ متعدد بار مختلف مطابع

---

[1] تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال از مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی صفہ

[2] مالک مکتبہ احمدیہ، مشن روڈ، کراچی

میں چھپتا رہا ہے۔ اس کے آخر میں مولانا عبدالحئی اور دیگر علمار کی تصدیقات بھی شامل ہیں۔

ظفر مبین علیٰ جمیع الشیاطین یہ رسالہ مولوی محمد علی بچھرایونی کی تالیف ہے ۱۲۹۰ھ ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی میں چھپی، اس کتاب میں اینڈرسن عیسائی کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

رفاہ المسلمین شاہ محمد اسحاق دہلوی رح کے مشہور رسالہ مسائل اربعین کا شوال ۱۲۵۶ھ میں مولف "سعادت دارین" مولوی سعدالدین عثمانی بدایونی (مولوی فضل رسول بدایونی (المتوفی ۱۲۸۹ھ ۱۸۷۲ء کے رشتہ کے چچا) نے اردو ترجمہ کیا اور اس میں ضروری اضافہ کر کے بطور شرح رفاہ المسلمین نام رکھا یہ کتاب مختلف مطابع میں متعدد بار چھپ چکی ہے۔ مطبع صدیقی بریلی میں بھی چھپی ہے [۱]

تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا اردو ترجمہ مولوی محمد سلطان شاہجہانپوری (مولف تذکیر الاخوان) نے مولوی ہدایت یار خاں (ابن مولوی اللہ یار خاں) تاجر کتب بریلی کی فرمائش پر تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم کے نام سے کیا جو کہ مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوا ہے۔

رسالہ اصل الاصول علم نحو میں مولوی محمد حسن عثمانی بریلوی صدر الصدور کی تالیف ہے مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی [۲]

---

[۱] مطبع صدیقی کا نسخہ نہیں دستیاب نہ ہو سکا۔ قلمی بیاض میں اس کی طباعت کا ذکر ہے۔

[۲] اکمل التاریخ جلد اول مولفہ مولوی محمد یعقوب حسین بدایونی صع ۱۴۲

غایۃ الکلام فی حقیقۃ التصدیق عند الحکماء والامام یہ مولوی محمد حسن صدر الصدور کی تالیف ہے اور مطبع صدیقی بریلی میں چھپی ہے [1]

حکایت الصالحین فی احوال الصادقین مولوی حضور احمد سہسوانی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے صلحاء و صوفیاء کی سبق آموز حکایات ہیں چند سال میں اس کتاب کے تین اڈیشن نکل گئے اور تینوں اڈیشن مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئے۔ مولف کتاب مولوی حضور احمد نے حسن طباعت کے سلسلہ میں خاص طور سے مولانا محمد احسن کا مقدمہ میں ذکر کیا ہے ہمارے پیش نظر تیسرا اڈیشن ہے۔

احسن الاخبار بریلی مطبع صدیقی بریلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "احسن الاخبار" کے نام سے ۷ار ستمبر ۱۸۶۲ء سے نکلنا شروع ہوا۔ اس اخبار کے مالک و مدیر مولوی محمد احسن تھے اور اس کا دفتر درزی چوک بریلی میں تھا۔ یہ اخبار بالعموم جمعہ کو شائع ہوتا تھا سالانہ چندہ سات روپے دس آنے تھا [1]

مولانا محمد احسن کی اپنی تصنیفات بھی مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئیں۔ جن میں سے زاد المخدرات، حمایت الاسلام، تہذیب الایمان، احسن المسائل اور غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعہ ہمیں مل سکیں۔ ان کتابوں کی مزید تفصیل "تصنیف" کے زیر عنوان لکھی جائے گی۔ یہ مختصر ترین فہرست مطبوعات

---

[1] اختر شہنشاہی از حاجی محمد اشرف ص ۱۴۷ (لکھنؤ ۱۸۸۸ء)

مطبع صدیقی بریلی کی صرف ان کتابوں کی ہے جو ہمارے مطالعہ وعلم میں آئیں ورنہ ان تمام مطبوعات کی فہرست مرتب کرنا بہت مشکل ہے جو تقریباً سولہ سال کے عرصہ میں اس مطبع میں طبع ہوئیں۔

کتب خانہ مطبع صدیقی

بریلی میں مولانا محمد احسن کا ایک تجارتی کتب خانہ بھی تھا جس میں ہر قسم کی کتابیں رہتی تھیں مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات کے علاوہ نول کشور پریس لکھنؤ، احمدی پریس دہلی، نظامی پریس کانپور، حسینی پریس بمبئی نیز دیگر مطابع کی مطبوعات بھی فروخت ہوتی تھیں۔ مولانا محمد احسن جملہ حسابات نہایت احتیاط اور ذمہ داری سے رکھتے تھے کیا مجال کہ حساب میں کسی قسم کی گڑبڑ ہو جائے باہر کے تاجروں کے معاملات نہایت دیانتداری اور حسن معاملہ کے ساتھ طے ہوتے تھے جیسا کہ قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے مولانا محمد احسن کے کتب خانہ سے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولوی سبحان بخش شکارپوری، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی[1]، مولوی محمد حسن سہارنپوری، مولوی عبد القیوم بھوپالی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا محمد منظہر نانوتوی، مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی وغیرہ حضرات کتابیں منگواتے تھے۔ ان جلیل القدر علماء سے مولانا محمد احسن کے خصوصی تعلقات تھے۔ اور چونکہ ان حضرات کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ اسی لئے مطبع صدیقی بریلی کی مطبوعات تمام برصغیر میں مشہور و مقبول تھیں۔

---

[1] مولانا رشید احمد گنگوہی نے ہدایۃ الشیعہ میں خود کو کتب فروش کی حیثیت سے ظاہر کیا ہے اور اپنی کنیت ابو محمود لکھی ہے۔

ہوشنگ آباد، کانپور، الہ آباد، رنگون، گوالیار، انبالہ، جبلپور، آگرہ، بنارس، بمبئی، سہسرام، جونپور، غازی پور، مظفر پور، دیوبند، للت پور، کلکتہ، اجمیر، لکھنؤ، عظیم آباد، سہارنپور، تھانہ بھون، بھاگلپور، دہلی، چھپرہ وغیرہ جاتی تھیں جیساکہ قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے بعض مطابع اپنی فہرست کتب میں خاص طور سے مطبوعات مطبع صدیقی بریلی کا عنوان لکھتے تھے۔

بریلی میں مولوی الہ یار خاں اور مولوی وزیر علی، مولانا محمد احسن صاحب کی کتابیں فروخت کرتے تھے اس کے علاوہ، بریلی کالج، مدرسہ مصباح التہذیب بریلی نیز بریلی کے دیگر مدارس میں کتابیں خریدی جاتی تھیں۔ بریلی کے اہل علم حضرات کا ایک خاص حلقہ مولانا محمد احسن کے کتب خانہ کی کتابوں کا خریدار تھا۔ مولانا محمد احسن کے اس کاروبار میں ان کے بھائی مولوی محمد منیر بھی شریک تھے۔

مدرسہ مصباح التہذیب بریلی

بریلی میں مختلف علماء کرام انفرادی طور سے مذہبی تعلیم دیتے تھے جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی، مولوی لائق علی، مولوی یعقوب علی اور مولانا محمد احسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

مولوی ہدایت علی فاروقی، ساکن محلہ قرولان (بریلی)، مولانا فضل حق خیرآبادی کے شاگرد تھے۔ نواب مشتاق علی کے زمانے میں سنہ ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۷ء تا سنہ ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ء میں مدرسہ عالیہ رام پور میں پرنسپل رہے۔ مولانا فضل حق رام پوری (ف سنہ ۱۹۴۰ء) ان کے شاگرد رشید تھے، منطق و مناظرہ کا درس خوب دیتے تھے، مولوی فضل حق رامپوری (ف سنہ ۱۹۴۰ء) اور مولوی یونس علی بدایونی (ف سنہ ۱۹۴۰ء) ان کے شاگرد تھے،

مولانا ہدایت علی نے بریلی میں مدرسہ شریعت کے نام سے ایک مدرسہ قائم کرلیا جس میں درس دیتے تھے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں انتقال ہوا[1]

مولوی لائق علی بن مولوی قائم علی بریلوی، اپنے والد اور بھائی مولوی قاسم علی سے تحصیل علم کیا کچھ دنوں دہلی میں بھی پڑھا، طلباء کے مصارف کے خود کفیل ہوتے تھے ۱۳۱۲ھ میں انتقال ہوا[2]

اکبر حسین کمبوہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور وہ تنہا اس مدرسہ کی کفیل تھیں اس مدرسہ میں مولانا یعقوب علی نے بھی کچھ مدت تک درس دیا۔ مولوی یعقوب علی شہر کہنہ (بریلی) بریلی کے رئیس تھے، عالم، فاضل اور فقیہ تھے حنفی المذہب اور فتویٰ نویسی میں کامل مہارت رکھتے تھے[3]

ان مدارس کے باوجود مسلمانوں کی کوئی مرکزی درسگاہ نہ تھی اس لئے مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر و عمائد کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی "مصباح التہذیب"، ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں قائم کیا۔ باشندگان شہر کہنہ (بریلی) نے اس مدرسہ کے قیام میں خاص طور سے حصہ لیا[4] اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے

---

[1] ملاحظہ تذکرہ کاملان رام پور از احمد علی خاں شوق ص ۳۱۰ (دہلی ۱۹۲۹ء) و منظر العلماء فی تراجم العلماء و الکملاء از محمد حسین بن بخشش علی (قلمی) ص ۲۸۸ (مخزونہ کتب خانہ قادریہ بدایوں)

[2] منظر العلماء فی تراجم العلماء و الکملاء ص ۲۰۲ [3] تنبیہ الجہال ص ۳۸ و منظر العلماء فی تراجم العلماء و الکملاء ص ۲۸

[4] مولانا ملک ظفر الدین بہاری مرحوم نے "حیات اعلیٰ حضرت" (سوانح عمری مولانا احمد رضا خاں بریلوی) جلد اول ص ۲۱۱ (طبع کراچی ۱۹۵۵ء) میں مدرسہ مصباح التہذیب بریلی کا بانی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے والد مولوی نقی علی خاں کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے تفصیل تنبیہ الجہال (ص ۳۴ و ۳۹) میں موجود ہے۔

مدرسہ میں پانچ مدرس درس دیتے تھے۔ جس سے طلباء کی تعداد اور مدرسہ کی کامیابی کا اندازہ ہو سکتا ہے مدرسہ نے یہاں تک ترقی کی کہ اس کی دو شاخیں شہر کہنہ (بریلی) میں قائم ہوئیں باشندگان شہر کہنہ (بریلی) اس تعلیمی ترقی میں خاص طور سے دلچسپی لیتے تھے۔ مدرسہ میں مولوی سخاوت حسین، سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حسیب الحسن درس دیتے تھے مگر جلد ہی بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہو گئی اور اس مخالفت میں مولوی نقی علی خاں پیش پیش تھے، انہوں نے اس مدرسہ کے جواب میں ایک دوسری درسگاہ "مدرسہ اہل سنت" قائم کیا، اور مولانا محمد احسن کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا۔ مولانا محمد احسن نے مصباح التہذیب کا نام بدل کر مصباح العلوم کر دیا[1] علوم مشرقی کی یہ درسگاہ آج تک مدار کی دروازہ بریلی میں قائم ہے۔ شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں مولانا محمد لیسین مرحوم[2]

---

[1] حکیم عبدالرشید (بازار کتب خانہ بمبئی) کا بیان ہے کہ مدرسہ مصباح العلوم بریلی کا افتتاح مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دست مبارک سے کرایا گیا تھا۔

[2] مولانا محمد لیسین کا اصل وطن بسی متصل سرہند (ریاست پٹیالہ) تھا راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے، مولانا احمد حسن کانپوری سے تحصیل علم کی دورۂ حدیث اور آخری فنون کی کتابیں مولانا غلام رسول سرحدی سے دار العلوم دیوبند میں پڑھیں اور دورۂ حدیث شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے کیا مولانا محمد لیسین کو سند حدیث حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی (باقی صفحہ پر)

نے سرائے خام بریلی میں ایک اور مدرسہ اشاعت العلوم قائم کیا ان دونوں درسگاہوں سے علوم وافکار ولی اللٰہی کی خاص طور سے نشرو اشاعت ہوتی رہی۔

دورِ مخالفت

مولانا محمد احسن بریلی میں علوم اسلامی کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے تھے۔ مولانا کے مطبع صدیقی سے اسلامی و تبلیغی لٹریچر خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح کے علوم وافکار کی خوب نشرو اشاعت ہو رہی تھی۔ مولانا بریلی کالج کے علاوہ طلبار کو گھر پر بھی درس دیتے تھے تصنیف و

(بقیہ ص ۸۳) سے بھی حاصل تھی۔ عنفوان شباب میں مدرسہ فیض عام کان پور میں درس دیا ۱۳۱۲ھ میں بریلی میں مدرسہ قائم کیا اور تا وفات اسی مدرسہ میں علوم دینیہ کا درس دیتے رہے ۷ر صفر ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء کو انتقال ہوا۔ مدرسہ اشاعت العلوم (سرائے خام بریلی) میں دفن ہوئے ان کے حلقہ تلامذہ میں مولانا خیر محمد جالندھری جیسے اکابر علمار داخل ہیں مولوی عزیز الدین عطائی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔

گزشتی آہ مولانائے یسٰین	زمرگ تو بسر کوہ غم افتاد
برآمد جان زسر شد سال فوتت	مقام تو بہشت جاوداں باد
۳	۱۳۶۶-۳ = ۱۳۶۳ھ

مولانا محمد یسٰین نے تین صاحبزادے قاری عبدالعزیز، مولوی عبدالرشید اور حافظ عبدالحئی یادگار چھوڑے، قاری عبدالعزیز، خاکسار راقم پر کرم فرماتے تھے اول الذکر دونوں حضرات کا انتقال ہو چکا ہے آجکل مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے مہتمم مولانا مرحوم کے خویش مولوی عبدالرؤف صاحب (ساکن چھتاری ضلع بلند شہر) ہیں۔ (مکتوب گرامی مولانا خیر محمد جالندھری بنام راقم ۴ر جمادی الآخر ۱۳۷۷ھ)

تالیف کا سلسلہ قائم تھا مدرسہ مصباح التہذیب بریلی کے ذریعہ اسلامی علوم وفنون کی تعلیم جاری تھی مولانا محمد احسن کی یہ مذہبی وعلمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں مولوی نقی علی خاں[1] بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ صورت یہ ہوئی کہ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں شیخوپور ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر پر مولانا عبدالقادر بدایونی (المتوفی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اور شمس العلماء امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا مولوی محمد نذیر سہسوانی (المتوفی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) نے ہر دو فریق کے مفصل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے طبع کرادی تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس رض

"ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وموسیٰ کموسٰکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم"

بھی زیر بحث آیا مرتب رسالہ مولوی محمد نذیر سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا ہے[2]

مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی بھی اسی (صحت اثر ابن عباس رض)
کے معتقد ہیں اور اسی مضمون پر ان کی مہر ثبت ہے اور اسی کے

---

[1] مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں بھڑیچ ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے یہ عمر کا آخری زمانہ تھا ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا، مولوی نقی علی خاں کی تالیفات میں سرور القلوب فی ذکر المحبوب اور جواہر البیان فی اسرار الارکان مشہور ہیں (تذکرہ علمائے ہند ص ۵۳۰)

[2] مناظرہ احمدیہ مرتبہ محمد نذیر سہسوانی ص ۴۷ (مطبع شعلہ طور کانپور ۱۲۸۹ھ)

اور علمائے دین قائل اور معتقد ہیں"۔

صحت اثر ابن عباس رض کے متعلق مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے ایک فتویٰ مرتب کیا تھا جس پر مفتی سعداللہ مراد آبادی کی تصدیق تھی مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے اس فتویٰ پر مولانا محمد احسن سے بھی تصدیق و تصویب کے لئے مہر کرائی تھی اسی کا حوالہ محمد نذیر سہسوانی نے مندرجہ بالا اقتباس میں دیا ہے۔

محمد نذیر سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی۔

رجب ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا۔ مخالفت کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ نماز عیدالفطر (شوال ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء) کے موقعہ پر مولوی نقی علی خاں نے عیدگاہ میں مولانا محمد احسن کے نماز پڑھانے کو بھی پسند نہیں کیا اگرچہ مولانا محمد احسن ایک مدت سے عیدین کی امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ مولانا محمد احسن نے اس صورت حال کو دیکھ کر درج ذیل تحریر لکھنی ضروری سمجھی [1]

"اگر سید احمد شاہ صاحب نماز عیدگاہ میں پڑھاویں گے تو کسی طرح کا نزاع اور تکرار پیش نہ ہوگا نہ ہماری طرف سے نہ ہمارے دوستوں کی طرف سے اور درصورت نہ ہونے یا انکار کرنے سید صاحب کے قاضی غلام حمزہ صاحب کا امام ہونا مناسب ہے اس پر بھی کچھ تکرار نہ ہوگی اگر انہوں نے بھی قبول نہ کیا تو ہم کو کچھ بحث نہیں کسی کی امامت سے ہماری طرف سے نزاع نہ ہوگی"۔

---

[1] تنبیہ الجہال ص ۱۷

مگر صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو پھر مولانا محمد احسن نے مولوی نقی علی خاں کو عیدگاہ سے یہ پیغام بھجوایا کہ[1]

"میں نماز پڑھنے کو آیا ہوں پڑھانا نہیں چاہتا آپ تشریف لائیے جسے چاہئے امام کیجئے میں اس کا اقتداء کرلوں گا۔"

مگر عیدگاہ میں نماز مولانا محمد احسن ہی نے پڑھائی۔ دوسرے لوگوں نے مولوی نقی علی خاں کے اقتداء میں حسین باغ (بریلی) میں نماز عید ادا کی۔ نماز عید کے بعد مولوی نقی علی خاں نے اثر ابن عباس رض کی صحت تسلیم کرنے کی وجہ سے مولانا محمد احسن کی تکفیر کی مولانا محمد احسن نے آخر میں مولوی نقی علی خاں کے ایک ساتھی رحمت حسین کو یہ لکھا[2]

"جناب مخدوم و مکرم بندہ دام مجدہم۔ پس از سلام مسنون التماس یہ ہے کہ واقع میں جواب مرسلہ مولوی نقی علی خاں صاحب میری تحریر کے مطابق ہے میں نے یہ جواب اس جواب کا خلاصہ لکھا تھا جو مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی نے لکھا تھا اور اس پر تصدیق مفتی سعداللہ صاحب کی بھی ہے اور مطبع علوی علی بخش خاں (لکھنو) میں چھپا ہے۔ اور زبانی سامنے شاہ نظام حسین صاحب کے میں نے یہ اقرار کیا کہ مجھ کو اس تحریر پر اصرار نہیں جس وقت علماء کے اقوال یا کتب مستندہ سے آئیں غلطی ثابت ہوگی میں فوراً اس کو مان لوں گا مگر مولوی صاحب

---

[1] تنبیہ الجہال صفحہ ١٦

[2] تنبیہ الجہال صفحہ ١٥

نے براہِ مسافر نوازی کوئی غلطی تو ثابت نہ کی اور نہ مجھ کو
اس کی اطلاع دی بلکہ اول ہی کفر کا حکم شائع فرمایا اور تمام
بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا اگر
اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں خدا تعالیٰ
قبول کرے زیادہ نیاز —— عاصی محمد احسن عفی عنہٗ"

مولوی نقی علی خاں اس تحریر سے بھی مطمئن نہ ہوئے ان کی رائے میں اثر ابن عباسؓ کی صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبین ٹھہرتے تھے اس لئے مولوی نقی علی خاں نے رام پور سے ایک فتویٰ منگوایا جس کی رو سے مولانا محمد احسن کی تکفیر مشتہر کی گئی[1] اس کے بعد مولانا محمد احسن نے اپنی صفائی بہ اشتہار ذیل پیش کی[2]

"عید الفطر کے روز سے چرچا ہو رہا تھا کہ مولوی نقی علی خاں صاحب
نے ایک استفتاء رام پور سے منگوایا ہے، جس کی رو سے میری
تکفیر مشتہر کی وہ استفتار میری نظر سے بالتفصیل نہیں گزرا
بعد تشریف آوری مولوی محمد یعقوب علی خاں صاحب کے اس کی
نقل میں نے مفصل دیکھی اور اس عقیدہ والے کی تکفیر پر میں بھی
علمار کے ساتھ متفق ہوں یعنی جو شخص خاتم النبین سوائے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کو جانے اور آپ کی

---

[1] اس فتوے کے لئے دیکھئے تنبیہ الجہال ص ۲۵-۲۹

[2] تنبیہ الجہال ص ۲۲-۲۳

نبوت کو مخصوص کسی طبقے کے ساتھ مانے وہ شخص میرے نزدیک بھی خارج از دائرہ اسلام اور کافر ہے لہذا بہ نظر دور کرنے مظنۂ عوام کے یہ اشتہار دیتا ہوں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا نہ کوئی نبی خاتم النبین ہوا نہ ہو گا پس خلاف اس عقیدہ کے غیر صحیح اور غلط تصور کیا جائے۔

المشتہر محمد احسن صدیقی"

مولانا محمد احسن نے مندرجہ ذیل استفتاء اثر ابن عباس رض کے متعلق مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کو بھیجا[1]

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارۂ قول ابن عباس رض جو در منثور وغیرہ میں ہے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبقہ میں مخلوق الہٰی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اس کا مثل ہونا

---

[1] مجموعۃ الفتاوی از مولانا عبدالحی فرنگی محلی جلد اول صہ ۱۴۱۔ ۱۴۵ (مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۱ھ)

ہمارے خاتم النبین کے ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ
خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہوں اس لئے کہ اولاد آدم جس کا
ذکر لقد کرمنا بنی آدم میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل
ہے تو بلا شبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے پس دوسرے
طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے مماثل کسی طرح
نہیں ہو سکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے مزید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع
سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اس کو مان لوں گا۔ میرا اصرار اس
تحریر پر نہیں پس علمار شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان
معنوں کے متحمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا
خارج اہل سنت وجماعت سے ہوگا یا نہیں بینوا وتوجروا۔"

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ تحذیر الناس تحریر فرمایا۔ تحذیر الناس کے آخر میں مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی کا جواب بھی شامل ہے اور اس پر مفتی محمد نعیم کی بھی تصویب ہے۔

مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی (ف ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) نے اس موضوع پر "زجر الناس علیٰ انکار اثر ابن عباس (۲) الآیات البینات علیٰ وجود الانبیار فی الطبقات (۳) دافع الوسواس فی اثر ابن عباس تین مستقل رسالے لکھے ہیں[1] آخر الذکر رسالہ ہمارے پیش نظر ہے یہ رسالہ مولانا عبد الحیٔ نے کشف الالتباس فی اثر ابن عباس کے رد

---

[1] مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ از مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی ص ۲۹-۳۲ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۲۲ء

میں لکھا ہے[۱] اس موضوع پر مولانا عبدالحیٔ فرنگی کے مجموعۃ الفتاویٰ جلد اول میں تین فتوے بھی شامل ہیں جن پر مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کے علاوہ دوسرے علماء مفتی محمد سعداللہ، محمد لطف اللہ، محمد نعیم، محمد ابراہیم بن مولوی علی محمد، مولوی محمد عبداللہ حسینی، ابوالخیر محمد معین الدین، مولوی امیر احمد سہسوانی، مولوی محمد حسین حفیظ اللہ، شریف حسین، محمد عبدالحلی، محمد عبدالعزیز شہاب الدین غزنوی، عبدالغفور لاہوری اور محمد عبدالغفار ٹونکی کی تصدیق وتصویب موجود ہیں[۲] اس مسئلہ کی تائید میں ایک رسالہ نصر المومنین فی رد قول الجاہلین بھی لکھا گیا مگر اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی[۳]

اثر ابن عباس کی بحث اور مناظرہ احمدیہ اور تحذیر الناس کے جواب میں کئی رسالے لکھے گئے ہمارے مطالعہ وعلم میں درج ذیل رسالے آئے ہیں۔

(۱) **تحقیقات محمدیہ حل اوہام نجدیہ** سنہ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء - مولوی فضل مجید بدایونی المتوفی سنہ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) نے مناظرہ احمدیہ کے جواب میں یہ رسالہ لکھا ہے۔ یہ رسالہ مطبع الٰہی آگرہ میں چھپا ہے۔

(۲) **الکلام الاحسن** | مولانا محمد احسن نانوتوی کے رد میں مولوی ہدایت علی بریلوی کا رسالہ ہے۔

---

[۱] دافع الوسواس فی اثر ابن عباس از مولانا عبدالحیٔ ص ۲ (مطبع علوی لکھنؤ سنہ ۱۹۲۳ء)

[۲] مجموعۃ الفتاوی از مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی جلد اول ص ۱۰۷-۱۱۲، ص ۹۹-۱۴۱-۱۴۵

[۳] تنبیہ الجہال ص ۶۱

(۲) **تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال** ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء، مولانا مفتی حافظ بخش[۱] بدایونی (تلمیذ مولانا عبد القادر بدایونی) کے نام سے مطبع بہارستان لکھنؤ میں چھپا ہے اس رسالہ میں بھی مناظرہ احمدیہ اور تحذیر کا رد کیا گیا ہے، مولوی نقی علی خاں کی حمایت کی گئی ہے اور مولانا محمد احسن اور مولوی امیر حسن سہسوانی کی مذمت کی گئی ہے۔

(۳) **قول الفصیح** مولوی فصیح الدین بدایونی (تلمیذ مولانا عبد القادر بدایونی) نے تحذیر الناس کے جواب میں یہ رسالہ مطبع ماہتاب ہند میرٹھ سے ۱۸۷۵ء میں شائع کیا اس رسالہ کا جواب مولانا محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے یہ قلمی رسالہ دستخطی مولانا محمد قاسم نانوتوی انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے اس مخطوطہ کا نمبر الف ۲۷/۳۰۶ ہے۔

---

[۱] مولانا حافظ بخش ولد شیخ خدا بخش ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۸ء میں قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں پیدا ہوئے حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کی تحصیل اپنے نانا مولوی قاری حافظ امام بخش سے کی ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں مدرسہ قادریہ بدایوں پہنچے ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا فضل رسول بدایونی مولانا عبد القادر بدایونی اور مولوی نور احمد بدایونی خاص طور سے قابل ذکر ہیں ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں مدرسہ محمدیہ بدایوں میں صدر مدرس مقرر ہوئے بدایوں کے مفتی اور نائب قاضی رہے جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں انتقال ہوا، درگاہ قادری بدایوں میں دفن ہوئے آپ کے نامور فرزند مولانا قدیر بخش بدایونی تھے جو مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں صدر مدرس تھے نہایت خلیق، نیک صفت اور فرشتہ خصال تھے ۱۳ /نومبر ۱۹۵۶ء کو حیدرآباد سندھ انتقال ہوا مولانا مفتی حافظ بخش پر رستم کا ایک مفصل مقالہ العلم جنوری تا مارچ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا ہے۔

(۴) **افادات صمدیہ** مولوی عبدالصمد سہسوانی المتوفی ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) نے مولوی امیر حسن سہسوانی کے رد میں لکھا ہے اس میں افادات ترابیہ کا جواب دیا گیا ہے[۱] بحث امتناع نظیر کی ہے۔

(۵) **رد رسالہ قانون شریعت** مولوی عبدالصمد سہسوانی کے شاگرد مسمی الٰہی بخش ساکن پھپوند ضلع اٹاوہ نے مولوی امیر حسن سہسوانی کے رد میں یہ رسالہ لکھا ہے[۲]

(۶) **ابطال اغلاط قاسمیہ** ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء مولوی عبیداللہ امام جامع مسجد بمبئی (مرید مولانا فضل رسول بدایونی) کے ایما پر ایک شخص عبدالغفار نے تحذیر الناس کے رد میں یہ رسالہ ترتیب دیا ہے مرتب رسالہ عبدالغفار کا یہ کہنا ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولوی محمد شاہ پنجابی (ف ۱۳۰۵ھ) کے درمیان دہلی میں تحذیر الناس کے مضامین پر مناظرہ ہوا دونوں صاحبوں کے اقوال سے ایک استفتار مرتب کر کے مولانا محمد قاسم کے خلاف عبدالغفار نے علمار سے دستخط کرائے اس رسالہ پر دوسرے حضرات کے ساتھ مولانا عبدالقادر بدایونی، مولوی محب احمد بدایونی (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) مولوی فصیح الدین (مولف قول الفصیح) مولوی عبیداللہ، امام جامع مسجد بمبئی وغیرہ کے دستخط ہیں۔

(۷) **فتاوائے بے نظیر در نفی آنحضرت بشیر و نذیر** اس رسالہ میں ان تمام علمار کے

[۱،۲] طوالع الانوار از مولوی انوار الحق بدایونی ص ۸۹ صبح صادق پریس سیتاپور ۱۲۹۷ھ

فتوے بیجا شامل ہیں جو صحت اثر ابن عباس رضؓ کے قائل نہ تھے بدایوں اور بریلی کے علمار خاص طور سے قابل ذکر ہیں یہ رسالہ مطبع اسدی میں چھپا ہے۔

(۸) **کشف الالتباس فی اثر ابن عباس** اس رسالہ کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی

(۹) **قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس** مولانا شیخ محمد تھانوی کی اس موضوع پر قابل قدر تصنیف ہے

حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے تقویۃ الایمان (مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی شہید ۱۸۳۱ء) کی ایک عبارت " اس شہنشاہ کی تو یہ شان .... کی برابر پیدا کر ڈالے" پر امتناع نظیر اور امکان نظیر کی بحث چھیڑی اور ایک مختصر سا رسالہ اس کے رد میں لکھا پھر تو اس سلسلہ نے اس قدر طول پکڑا کہ برصغیر پاک و ہند کے علمار نے اس مسئلہ پر بہت سے رسالے لکھے اور مناظرے کئے یہاں تک کہ بیچارے غالب دہلوی (ف ۱۸۶۹ء) سے بھی مولانا فضل حق نے اس سلسلہ میں ایک مثنوی لکھوائی، تقریباً پون صدی تک اس مسئلہ سے برصغیر پاک و ہند کی فضا گونجتی رہی۔

یہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ میں علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی، بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خاں کر رہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبدالقادر بدایونی بن مولانا فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے، یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطہ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گیا۔

ترک سکونت بریلی مولانا محمد احسن نے بریلی کالج سے کب پنشن

حاصل کی اور کب بریلی چھوڑی۔ اس کے متعلق کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی شاہجہانپور میں پہلا میلہ خدا شناسی ۸ مئی ۱۸۷۶ء کو منعقد ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر ہی کی تحریک پر مولانا محمد قاسم نانوتوی بلائے گئے اور واپسی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی بریلی مولانا محمد احسن ہی کے یہاں مقیم ہوئے مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد ابوالمنصور دہلوی کو اپنے ایک خط مورخہ ۰ سر محرم ۱۲۹۴ھ (مطابق ۱۴ر فروری ۱۸۷۷ء) میں لکھتے ہیں[۱]

"پرسوں بندہ کمترین نواح بریلی سے لوٹ کر آیا اور کل آپ کا عنایت نامہ بعد واپسی یہیں مجھ کو ملا اور مطالعہ سے مشرف ہوا مہر درخشاں کے دونوں پرچے اور رسالہ بتیان آپ کے عنایت کئے ہوئے بریلی ہی رہے مہر درخشاں کے پرچے تو مولوی محمد منیر (برادر مولانا احسن) نے رکھ لئے۔"

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ر فروری ۱۸۷۷ء تک مولوی محمد منیر اور مولانا محمد احسن بریلی میں تھے ۱۸۷۷ء میں بریلی کالج ناقابل برداشت مصارف کی وجہ سے بند کر دیا گیا[۲] لہٰذا معلوم ایسا ہوتا ہے ۱۸۷۷ء کے تعلیمی سال کے اختتام کے بعد مولانا محمد احسن نے بریلی چھوڑی ہوگی۔ اس کے بعد بھی مولانا محمد احسن کبھی کبھی بریلی آتے رہے۔

---

۱ عین الیقین مرتبہ مہدی حسن ص ۴۳ - ۴۴

۲ بریلی کالج، بریلی ص ۱

قیام نانوتہ مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر نانوتہ قیام کیا مولانا کے ہمراہ ان کے بھائی مولوی محمد منیر بھی نانوتہ آگئے یہاں بھی اصلاح وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کا کام شروع ہوگیا۔ مولانا کے مکان کی عمارت بہت وسیع تھی یہ مکان "بنگلہ والی حویلی" کے نام سے مشہور تھا۔ اس مکان کے دروازہ کے بیضوی گنبد میں صبح کو درس قرآن وحدیث ہوتا تھا۔ باقی اوقات میں مولانا محمد احسن تصنیف وتالیف کا کام کرتے تھے۔ زیادہ تر کام مولوی عبدالاحد کے مطبع مجتبائی کی کتابوں کی صحت و درستی وغیرہ کا ہوتا تھا اسی زمانہ میں مولانا محمد احسن نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مشہور رسائل انصاف اور عقد الجید کا ترجمہ کشاف اور سلک مروارید کے نام سے کیا حصن حصین کے ترجمہ کو درست اور بامحاورہ بنایا قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فتاوی عزیزی اور جواہر القرآن (اعمال وادعیہ) کی ترتیب وتصحیح کی۔

مولانا محمد احسن کی زیر نگرانی ان کے صاحبزادے مولوی فضل الرحمٰن بھی ترجمہ وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی فضل الرحمٰن نے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں انیس الواعظین (فارسی) مولفہ ابوبکر سندھی کا اردو ترجمہ نافع المسلمین کے نام سے کیا۔ جو بعض موانع کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں مولوی محمد بیگ نے اُسے مکمل کیا اور ۱۳۰۹ھ میں مولوی فضل الرحمٰن نے "کلمات طیبات" کو مرتب کیا۔

مولانا محمد احسن کے صاحبزادے منشی محمد اسمٰعیل قانون گو کی اہلیہ صدیقہ بیگم فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی قدرت ہے کہ شیخ تفضل حسین (شیعی) کے جس مکان میں تعزیہ وعلم رکھے جاتے تھے۔ وہیں قرآن وحدیث کے درس وتحریر کا کام ہوا یہ خاتون محمد احسن کی شاگرد تھیں، اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب وہ بیاہ کر آئیں تو پڑھنا

بالکل نہ جانتی تھیں تمام گھر میں دین کا چرچا تھا صبح کے وقت گھر کے سب لوگ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے ہر طرف سے کلام ربانی کی روح پرور آوازیں آتی تھیں اس صورت حال سے ان کو اپنے حال پر سخت شرمندگی ہوئی آخر ایک روز ہمت کرکے اپنے خسر مولانا محمد احسن سے درخواست کی کہ

"مولوی صاحب! مجھے بہت ندامت ہے کیا ہی اچھا ہو کہ آپ مجھے قرآن شریف پڑھا دیا کریں۔"

مولانا نے نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا

"اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے میں ضرور پڑھا دیا کروں گا۔"

چنانچہ انہوں نے قرآن شریف مولانا محمد احسن سے پڑھا ان ہی کا بیان ہے کہ

"مولوی صاحب اتنی شفقت و محبت سے کلام پاک کا درس دیا کرتے تھے کہ اگر میں حقیقی والدین کے پاس بھی پڑھنے بیٹھتی تو وہ بھی اتنی شفقت سے نہ پڑھاتے کیا مجال کہ کبھی ترش رو ہو کر کچھ کہا ہو حالانکہ سبق دیر سے یاد ہوا کرتا تھا۔"

قصبہ نانوتہ کی بہت سی بچیاں صدیقہ بیگم کی شاگرد تھیں۔ مولانا نے وصیت کی تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ بلا معاوضہ جاری رکھا جائے کیونکہ یہ صدقۂ جاریہ ہے یہ خاتون اس پر تاحیات قائم رہیں مولانا محمد احسن کی تعلیم سے ان خاتون کو اس قدر دینی مسائل یاد ہو گئے تھے کہ تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی شاید اتنے یاد نہ ہوں۔

احباب نانوتہ میں شیخ اسد علی (والد مولانا محمد قاسم نانوتوی) شیخ خادم حسین، ملا محمد اسمٰعیل، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، عموں امانت علی، احمد حسین، محمد حسین،

حکیم نصیر الدین۔ منشی حسین بخش، منشی لطف علی، مولوی غلام حیدر، مولوی محمد صالح مولوی سخاوت علی، دیدار بخش، مولوی محمد رضا، محمد جان، شیخ نصیر الدین، قادر علی، ابو الحسن، حاجی علی محمد، میر امام علی، مولوی عبد الحیٔ، محمد حنیف، مولوی امام بخش، شاہ کبیر الدین اور مولوی جعفر حسین وغیرہ کے نام نمایاں ہیں افسوس کہ ان حضرات میں سے چند کے سوا باقی کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔

مولانا محمد احسن اپنے محلہ کی مسجد (نانوتہ) کے مہتمم تھے اُس کی مرمت و درستی وہی کراتے تھے۔ عیدگاہ نانوتہ کا انتظام بھی مولانا محمد احسن ہی کے سپرد تھا۔

احسن المدارس نانوتہ

مولانا محمد احسن نے جب نانوتہ میں قیام کیا تو وہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا جو مولانا ہی کے نام پر " احسن المدارس" موسوم ہوا مدتوں یہ مدرسہ جاری رہا ریاست بھوپال سے اس کو امداد ملتی تھی یہ امداد منشی جمال الدین مدار المہام کی معارف پروری اور مولانا کے تعلقات کے نتیجہ میں ہوگی منشی ظفر احمد نانوتوی وکیل، اس مدرسہ کے متعلق لکھتے ہیں[1]

> "میرے سامنے آپ (مولانا محمد احسن) کے نام پر مدرسہ موسومہ "احسن المدارس" مسجد میں قائم ہوا چیڑ کے ایک تختہ پر شیخ ابو الحسن صاحب[2] عرف امام جی نے جو خوشنویس تھے

---

[1] مکتوب منشی ظفر احمد وکیل نانوتوی بنام راقم مورخہ یکم دسمبر ۱۹۵۶ء

[2] شیخ ابو الحسن ابن شیخ تفضل حسین شیعی نانوتوی۔ شیخ ابو الحسن کی ایک کتاب دہاتی انگے صفحہ)

مدرسہ کا نام میرے سامنے لکھ کر لٹکایا یہ مدرسہ جنوبی سہ دری مسجد (واقع محلہ شیخ زادگان) میں قائم ہوا۔ مدرسہ میں کلام مجید چراغ دین صاحب پیش امام اور ابتدائی کتابیں فارسی کی امام جی (مولوی ابوالحسن) پڑھاتے تھے برسوں یہ مدرسہ چلتا رہا۔ مدرسہ کے ختم ہونے کے اسباب میرے مشاہدہ میں نہیں سماعت میں ہیں کہ باہمی شیخ زادگان کی رسہ کشی اس کا باعث ہوئی"

۱۹۳۷ء تک نانوتہ میں یہ مدرسہ قائم رہا۔ جب ۱۹۳۷ء میں صوبۂ یوپی میں پہلی مرتبہ کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں تو حکیم محمد احمد نانوتوی ولد ملا محمد اسمٰعیل کی بدولت یہ مدرسہ ختم ہو گیا اور ایک دوسرا مدرسہ "امدادیہ پرائمری اسکول نانوتہ" قائم کیا گیا اور اس جدید اسکول کے لئے کانگریسی حکومت سے امداد حاصل کی گئی۔

وصال مولانا محمد احسن کی عمر تقریباً ستر سال ہوئی شروع ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء میں بیمار ہوئے علاج کی غرض سے دہلی گئے۔ لیکن افاقہ نہ ہوا رمضان میں دہلی سے واپس آئے راستہ میں مولانا ذوالفقار علی نے دیوبند میں ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا، مولوی محمد منیر بحیثیت مہتمم دارالعلوم اس وقت دیوبند میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۹۸) علی نامہ مطبوعہ "مطبع اختر ہند" ۱۳۰۶ھ ہمارے کتب خانہ میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابوالحسن نانوتوی نے شیخین السیدین کے دورِ خلافت کی فتوحات کے حالات کو فارسی میں "شمشیر اسلام" کے نام سے نظم کیا جس میں ۱۲ ہزار اشعار ہیں۔ فتوحاتِ عثمانی تکمیل کو نہ پہنچ سکی شیخ ابوالحسن کا مذہب اہل سنت و جماعت تھا۔

مقیم تھے[1] مولانا محمد احسن اپنے برادر عزیز مولوی محمد منیر کے یہاں ٹھہر گئے۔

زمانۂ مرض الموت کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ جب مولانا محمد احسن کے صاحبزادے منشی محمد اسمٰعیل گرداور (قانون گو) جو قصبہ باغپت یا سردھنہ میں تعینات تھے کو اطلاع ملی تو انہوں نے رخصت لے کر دیوبند آنا چاہا۔ حاکم ضلع نے رخصت دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر منشی محمد اسمٰعیل نے استعفا دیدیا اور اس کی منظوری یا عدم منظوری کا انتظار کئے بغیر دیوبند چلے آئے جب مولانا محمد احسن کو محمد اسمٰعیل صاحب کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا[2]

"یاد رکھو روزگار بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے قیامت میں جہاں اللہ تعالیٰ اپنی دیگر نعمتوں کے متعلق سوال کرے گا وہاں بندے سے روزگار کے متعلق بھی پوچھے گا کہ میں نے تجھے روزگار کی نعمت دی اور تو نے اسے ٹھکرایا تو اس وقت کیا جواب دوگے یہ کفران نعمت ہے ویسے جاؤ میں تم سے بے حد خوش ہوں"[3]

---

[1] مکتوب مولانا سید محبوب رضوی دیوبندی بنام راقم مورخہ ۳۰ر فروری ۱۹۵۷ء و تاریخ دیوبند از مولوی محبوب رضوی ص ۱۶۳ (دیوبند ۱۹۵۲ء)

[2] مکتوب منشی عزیز حسن نانوتوی (نبیرہ منشی محمد اسمٰعیل ولد مولانا محمد احسن نانوتوی) بنام راقم مورخہ ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۶ء

[3] مکتوب مولانا سید محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۲۸ر فروری ۱۹۵۹ء

مولوی محمد منیر نے دیوبند کے اس مختصر سے قیام میں مولانا محمد احسن کی ہر قسم کی خدمت کی مگر موت کا وقت معین ہے منشی محمد اسمٰعیل کی واپسی کے دو روز بعد آخر ہفتہ رمضان ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ میں مولانا محمد احسن کا انتقال ہو گیا۔

قریب نصف صدی مولانا محمد احسن کی ذات بابرکات سے علم و فضل کی شمع روشن رہی۔ دار العلوم دیوبند کے قبرستان میں اس مجسمۂ فضل و کمال کا جسد خاکی سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا سید محبوب رضوی دار العلوم دیوبند کی ۱۳۲۲ھ کی روداد کے حوالہ سے راقم کو لکھتے ہیں۔ [۱]

"آپ نے کسی خط میں مولانا محمد احسن نانوتوی کی قبر کے بارے میں دریافت کیا تھا اور یاد پڑتا ہے کہ اس وقت میں نے جواب بھی دے دیا تھا بعد میں دار العلوم کی روداد ۱۳۲۲ھ میں ایک شعر نظر سے گذرا جس میں صراحت کے ساتھ قبر کی نشان دہی کی گئی ہے۔ آپ کی اطلاع کے لئے یہ شعر لکھ رہا ہوں۔

مولانا محمد احسن نانوتوی، قبرستان قاسمی میں آسودہ خواب ہیں حضرت نانوتوی کے برابر میں جانب مشرق ایک قبر چھوڑ کر ان کی قبر ہے درمیانی قبر مولانا ذو الفقار علی (والد ماجد شیخ الہند) کی ہے مولانا فضل الرحمٰن (والد ماجد مولانا شبیر احمد عثمانی) نے ذیل کے شعر میں اس کی نشان دہی فرمائی ہے۔

---

[۱] مکتوب مولانا سید محبوب رضوی بنام راقم مورخہ ۸ / فروری ۱۹۵۹ء

ہاں! بجنسپ آسودہ تر مابین دویاران خویش
قاسم بزم مودت، احسن شائستہ خو"

۱۹ر جولائی ۱۹۶۳ء بروز جمعہ خاکسار مؤلف محمد ایوب قادری قبرستان قاسمی دیوبند میں فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوا۔ اور ان صلحائے ملت کی قبور مبارکہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا ذوالفقار علی کے مزارات پر کتبے نصب ہیں۔ اگر ارباب دارالعلوم، مولانا محمد احسن کے مزار پر بھی کتبہ نصب کرا دیں تو بہت مناسب رہے ہم اس سلسلہ میں خاص طور سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے مولانا محمد احسن کی خبر وصال حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو مکہ معظمہ بھیجی حضرت حاجی صاحب ۱۲ر ذلقعدہ ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء کے خط میں لکھتے ہیں[1]

"خط آپ کا مورخہ ۱۲ر شوال بذریعہ ڈاک موصول ہوا.....
مولوی محمد احسن صاحب نانوتوی..... کے انتقال سے بہت
صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا مغفرت
نصیب کرے اور پس ماندوں کو صبر عطا فرماوے۔"

---

[1] مکتوبات امدادیہ مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی ص ۱۳ - ۱۴
(مطبع احمدی لکھنؤ ۱۹۱۵ء)

علم وفضل مولانا محمد احسن جامع فضائل وکمالات تھے انہوں نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی۔ تصنیف و تالیف سے ان کو خاص شغف رہا۔ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی معرکہ آراء تصانیف حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء کی تصحیح و ترتیب بہت محنت سے کی اور حسب ضرورت حاشیے بھی لکھے۔

مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے رسالہ عقد الجید پر مفید اور تنقیدی حاشیے لکھے ہیں۔

مولانا محمد احسن کے شغف علمی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ امام غزالیؒ کی مشہور کتاب احیاء العلوم کا اردو ترجمہ منشی نول کشور آنجہانی کی فرمائش پر چار ضخیم جلدوں میں کیا اسی درمیان میں صرف سات ماہ کے اندر ابن قیمؒ کی مشہور کتاب اغاثۃ اللہفان کا ترجمہ و خلاصہ تہذیب الایمان کے نام سے کیا یہ کتاب ۴۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع صدیقی بریلی سے طبع ہوئی ہے

علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے بر سبیل تذکرہ ایک مرتبہ فرمایا

"مولانا محمد احسن مرحوم نے احیاء العلوم کے ترجمہ میں بڑا کام یہ کیا ہے کہ موضوعات کی نشاندہی کرتے چلے گئے ہیں۔"

اسی طرح در مختار کا بقیہ ترجمہ کتاب الاذان کے بعد ایک قلیل عرصہ میں کیا ان ضخیم اور اہم کتابوں کے تراجم کا کام مولانا محمد احسن نے بڑی قابلیت اور حسن وخوبی کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔

مولانا محمد احسن کے پاس اکثر فتوے آتے تھے مولانا ان کے جوابات نہایت

مدلل تحریر فرماتے ان کے فتاوی میں طویل تمہیدات و مقدمات نہیں ملتے بلکہ وہ نفس جواب اور صریح سند پر اکتفا کرتے ہیں۔ بریلی میں وہ حضرات بھی جن کو مولانا سے اختلاف رائے تھا فتاوی پر مولانا محمد احسن کی مہر ضروری سمجھتے تھے جیساکہ تنبیہ الجہال سے اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا محمد احسن صاحب نے انگریزی زبان کی بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی آپ کی قلمی بیاض میں اکثر یادداشتیں انگریزی میں تحریر ہیں۔ سرسید احمد خاں بہادر کی تحریک پر گاڈفری ہگنس کی کتاب کا ترجمہ حمایت الاسلام کے نام سے کیا۔

مولانا کے تراجم کے متعلق مؤلف مظہر العلماء تحریر فرماتے ہیں[۱]

"مولوی محمد احسن نانوتوی، فرید العصر، وحید الدہر، مترجم لاثانی، یگانۂ روزگار، مشہور ہر دیار و امصار، ایک دفتر عظیم کتب دینیات عربیہ کا ترجمہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں تاقیام قیامت آپ سے یادگار رہے گا۔

مولانا محمد احسن کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا احسن تخلص فرماتے تھے۔ مولانا کی تصنیفات میں اکثر قطعات تاریخ ان کے اپنے لکھے ہوئے ہیں رسالہ عروض میں مثالوں میں بعض جگہ خود مولانا کے اشعار ہیں اغاثۃ اللہفان اور احیاء العلوم کے ترجمہ میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے

---

[۱] مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء (قلمی) صفحہ ۲۰۸

مولانا خود لکھتے ہیں :[1]

"اس ترجمہ (احیا العلوم) میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے اور یہ التزام نہیں کہ اشعار اردو ہی ہوں بلکہ بعض جا فارسی بھی ہیں جہاں بندش فارسی کے الفاظ کی بن پڑتی ہے اور یہ ترجمہ سب اس طرح لکھا ہے کہ نوبت مسودہ کی نہیں آئی مگر اول ہی میں جو عبارت ذہن میں گزری قلم برداشتہ لکھ دی اور یہ بھی وجوہ جو اشعار کتاب میں مکرر واقع ہوئے ہیں ان کا ترجمہ ہر جگہ مختلف ہوا ہے۔"

چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں :[2]

تم نے بات نہ میری مانی　　کس کام آئی یہ نادانی

غرض کیا کہوں کیا ہے میرا سوال　　کہ ظاہر ہے دل پہ ترے سب کا حال

الٰہی کروں کس سے جا التجا　　عنایت نہ ہو تجھ سے گر مدعا

کہتی ہے گل سے یوں صبا کیوں خندہ بیجا کیا　　اس کی عوض میں چاک ہے تیری بقا کا پیرہن

---

[1] مذاق العارفین (ترجمہ احیاء العلوم) از مولانا محمد احسن نانوتوی جلد اول مطبوعہ لکھنؤ

[2] آخر کی دو رباعیاں مذاق العارفین سے لی گئی ہیں اور باقی تمام اشعار رسالہ عروض سے مقتبس ہیں۔

ہر چند ظاہر تھیں تری سب خلق میں بے باکیاں　　لیکن نہ تھیں مجھ سے کبھی اس طور کی چالاکیاں

ہے بُرا تو ہی اگر تکتا ہے تو سب کی خطائیں　　تو ہی اچھا ہے تری نظروں میں گر خوب سب آئیں

ہاتھوں سے چھٹ گیا ہے کیسے سخی کا داماں　　جو مثل تار ز رہے ٹکڑے میرا گریباں

غم کے عالم میں پڑا رہتا ہوں　　جو کچھ گزرے اسے سدا سہتا ہوں
اس غم میں یاں نہیں جو کوئی مونس　　دل ہی دل میں خدا خدا کہتا ہوں

گر کیسا ہی پیدا کرو طاعت میں کمال　　دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کچھ فائدہ احسن نہ ہو اس محنت سے　　کھانے کے لئے گر نہ ہو مالِ حلال

احسن غفلت میں کٹے ہے دن رات　　لا تعلم ان ما مضیٰ لیس مات
کھوتا ہے خرافات میں کیوں عمر عزیز　　فاعبد مولاک فی جمیع الاوقات

مولانا محمد احسن فن تاریخ گوئی میں بھی بہت مہارت رکھتے تھے مولانا نے اپنی تصنیفات نیز اکثر مطبوعات مطبع صدیقی بریلی پر قطعات تاریخ خود لکھے ہیں جن کی تفصیل حسب موقعہ درج ہے۔ اس کے سوا ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا محمد احسن صاحب مطبوعات مطبع صدیقی کی لوح کی عنوان سطر السی عبارت سے ترتیب دیتے تھے جس سے سنہ طباعت نکلتا تھا۔ یہ بڑے کمال کی

بات بھی۔ ازالۃ الخفاء کی سطر لوح عنواں

«اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء ھو القوی العزیز»

(۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) غایۃ الاوطار کی «فقیہہ واحد اشد علی الشیاطین من الف عابد» (۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء) اور عقائد نظامیہ کی «بعون ایزد متعال احد بے مثال» (۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء) ہے جس سے سال طباعت ظاہر ہوتا ہے۔

آخر میں ہم ادیب شہیر مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کا ایک عربی قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں مولانا محمد احسن کے فضائل وکمالات کا اعتراف کیا گیا ہے

نفسی الفداء لذا الکتاب الآتی — من بارعٍ فی احسنِ الاوقاتِ

میری روح اس خط پر قربان ہو جو ایک فاضل شخص کی طرف سے بہترین وقت میں آرہا ہے۔

وردَ الکتابُ علی الکئیبِ فھزّہ — فرحاً واشفیٰ من عضالِ مماتِ

یہ خط ایک غمزدہ کے پاس آیا اور اس میں فرحت وانبساط سے جنبش پیدا کردی اور جان لیوا موت سے شفا دی۔

فانا الذی بعدَ الممات من الأسی — حزت الحیوۃ بہ وایّ حیاتِ

کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس نے غم کے ہاتھوں مرنے کے بعد اس (خط) کے ذریعہ زندگی پائی اور یہ زندگی کیا ہی خوب ہے۔

یا معشرَ الاحیاء قفوا اُخبرکمُ — عن ذا المماتِ وتلکمُ السکراتِ

اے زندہ رہنے والو! ٹھہرو میں تمہیں اس موت سے اور اس سکرات (کی سی حالت) سے باخبر کرتا ہوں۔

وَرَدَتْ عَلَى بِمَيقَةٍ لَوْ اَنّھَا وَرَدَتْ عَلَى الصَّخْرِ الْاَصَمِّ النَّابِتِ

میرے پاس ایک ایسا خط آیا ہے کہ اگر وہ کسی سخت، ٹھوس اور مرتفع چٹان پر پہنچتا۔

لَاهْتَزَّ مِنْ طَرَبٍ وَاَمْسٰی یَفْخَرُ بِکَمَالِ بَهْجَتِهٖ عَلَی الذَّهَبَاتِ

تو وہ خوشی سے حرکت کرنے لگتا اور غایت مسرت سے پارہ ہائے زر پر فخر کرنے لگتا

ولو انہا وردت علی اشجاراتی یمشی ید ورمجاھرا الاصوات

اگر وہ کسی درخت کے پاس آتا تو وہ چلا چلا کر ناچنے لگتا

ماء الفجر من اصابع مصطفیٰ فطن فصیح مجلی الظلمات

گویا کہ یہ وہ پانی تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بہ نکلا تھا جو بڑے دانشمند نہایت فصیح اور اندھیروں کا اجالا کرنے والے تھے۔

والقلب کان من البعاد متیماً مضنیً فانقذہ من الھجرات

اور دل ہجر میں سرگرداں اور بیمار تھا سو اس خط نے اسے آتش عشق سے نجات دلائی۔

مسک یضرح نکسات اخلاق علت من اسوۃ العلماء کہ یم صفات

یہ وہ مشک ہے جو ستودہ صفات علماء کے اخلاق عالیہ کے مشک کی طرح مہکتا ہے۔

احسن بمن قد خصہ اللہ الکریم بذروۃ القصوی من الحسنات

وہ شخص کیا ہی اچھا ہے جس کو خدائے کریم نے حسنات کی بلند ترین چوٹی پر

پہنچنے کی خصوصیت بخشی ہے۔

الیلمعیّ محمد احسن الذّی ورث السنجابۃ من کرام ھداۃ

وہ جید فاضل محمد احسن ہے جس نے بزرگ رہنماؤں سے شرافت کو وراثت میں پایا ہے۔

حاذ السعادۃ والرشاد فیالہ من زاجر الاھواء والشھوات

انہوں نے سعادت وہدایت جمع کی وہ اعراض نفس اور خواہشات کے کیسے جھڑکنے والے دبانے والے تھے۔

للّٰہِ درّ کمالہ و فعالہ من صومہ ودوائم الصلوات

ان کے کمال اور روزہ داری اور نمازوں کی مداومت سے متعلق ان کے افعال پر آفرین ہے۔

نجم فتاً تمّ العفاف بہ اذا ضلوا طریق الرشد والطاعات

وہ ایک ایسا ستارہ ہیں کہ جب پاک باز، نیکی وطاعت کی راہ سے بھٹکنے لگتے ہیں تو ان کی اقتدار کرتے ہیں۔

بحر المعارف، ذو الفضائل والتقیٰ شمس العلوم وقدوۃ السادات

وہ علوم و معارف کے سمندر ہیں فضائل و پرہیزگاری کے مالک ہیں علوم کے آفتاب اور سرداروں کے پیشوا ہیں۔

کنز الفخار وقرن راس فحولہ نجل الکرام منابع الخیرات

وہ فخر و شرف کے خزانہ اور سربرآوردہ حضرات کے ہم سر، ایسے شرفا کی اولاد ہیں جو نیکیوں کا سرچشمہ تھے۔

رقاہ رب العالمین تفضلا   من کل علم ابلغ الدرجات

انہیں رب العالمین نے اپنے فضل وکرم سے ہر علم کے بلند ترین درجے پر سرفراز فرمایا ہے۔

فھذا بہ المعقول والمنقول والادب   الرشیق وذا فنون لغات

سو یہ وہ صاحب ہیں کہ جن پر معقول ومنقول ادب عالیہ، فنون لغت

ھذا الحساب، وذالمعانی والبدیع   وعلم صرف واصطلاح نحات

علم حساب، علم معانی، بدیع، علم صرف اور اصطلاح نحات

یزھو بیاھی بالمفاخر ساطعاً   مثل الشموس باکرا الغدوات

نازاں ہیں ۔۔ اور ان کے مفاخر پر آفتاب نیم روز کی طرح نہایت آب وتاب کے ساتھ فخر کرتے ہیں۔

مات الکمال بموت سحبان وقد   احیاہ ھذا الحر بالنفحات

سحبان کی موت سے کمال کا خاتمہ ہوگیا اس مرد شریف نے اپنی پھونکوں سے پھر اسے زندہ کر دیا۔

این اللسین الاصمعی ومن ھذاہ   من الاکابر سابقی القصبات

کہاں ہیں اصمعی زباندان؟ اور جو اکابر اس کے ہمسر تھے اور اس میدان میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔

وابو عبیدۃ والحریری الذی [1]   فاق الانام وسائر الطبقات

اور ابو عبیدہ اور وہ حریری جو ساری خلق اللہ اور تمام طبقات پر فائق تھے۔

---

(۱) سائق الکلام بابلغ الطرقات (جنہوں نے نہایت بلیغ طریقوں پر داد کلام دی ہے۔)

والبحتری ودعبل والبونواس سابقی الشعراء بالصواب

اور بحتری اور دعبل اور ابونواس جو یاوہ گوئی میں شعراء سے سبقت لے جاتے تھے۔

وکذا الذی زعم النبوۃ حقہ لرشاقۃ الالفاظ والکلمات

اور اسی طرح وہ شخص (متنبی) جس نے الفاظ و کلمات کے شان و شکوہ کی وجہ سے نبوت کو اپنا حق خیال کر لیا تھا (دعوی نبوت کر بیٹھا تھا) کہاں ہے

حتی یرد اشان الفصاحۃ یالنا من ذا الفصیح بابلغ الغایات

تاکہ اس فصاحت کی شان دیکھیں یہ انتہائی مدارج پر فائز ہونے والا شخص کیسا فصیح ہے۔

یزری بفصحاء الزمان براعۃ یحیی القلوب بافصح الکلمات

وہ فصحاء زمانہ کو کلام کی بلندی میں داغدار کر دیتا ہے اور فصیح ترین الفاظ کے ذریعہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

بشری لقطان البلاد وطوبی للساکنین بھذہ الرحبات

اس ملک کے باشندوں کے لئے خوش خبری ہو اور اس دیار کے ساکنوں کے لئے مژدہ۔

ھذا المسیح یعالج القلب السقیم بداء جھل واسقم الشبہات

یہ معالج ایسے بیماروں کا علاج کرتا ہے جو جہالت اور بہایت واہی شبہات کے مرض میں مبتلا ہوں۔

اھل الفضائل والمروۃ والندی السائلین عن الجود عین حیات

وہ فضائل اور مردانگی وسخاوت کا اہل ہے وہ مردمک چشم سخا اور زندگی کا سرچشمہ ہے۔

نال المنی من کل شرف دائما　　حیاہ رب العرش بالبرکات

اس نے ہمیشہ ہر شرف میں سے اپنی تمنا کو پالیا عرش کا پروردگار اسے برکتوں کے ساتھ زندہ رکھے۔

یامادحا مھلاً فات مدیحہ　　کفخارہ لایبلغ الغایات

اے مدح کرنے والے ٹھیر! کیونکہ اس کی مدح کی اس کے فخر و مباہات کی طرح کوئی حد نہیں ہے۔

یا من تشنف من جمان کلامہ　　اذان اعلام اولی الدرجات

اے وہ! کہ جس کے کلام کے موتیوں کو بلند مرتبہ مشاہیر نے آویزہ گوش بنا لیا ہے۔

عش ماحب اُماغردت قمریۃ　　فوق الغصون بافصح السجعات

تو عزت کے ساتھ زندہ رہ جب تک کہ ایک قمری بھی (درختوں کی) شاخوں پر خوش کن نغمات کے ساتھ چہچہاتی رہے۔

وما امطرت مثل العیون غمامۃ　　وما اومض البرق فی الظلمات

اور جب تک کہ کوئی بدلی بھی آنکھوں کی طرح سے برستی رہے اور جب تک کہ اندھیروں میں بجلی کوندتی رہے۔

وما فرقۃ الاحباب افنی ھائما　　وسالت عیون الصب بالعبرات

اور جب تک کہ احباب کی جدائی شوریدہ سروں کو مٹاتی رہے کہ چشم گریاں

حسرتوں سے روتی رہے۔

بحبیب رب العالمین محمد　　　من جاء بالاحکام والآیات

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جو رب العالمین کے حبیب تھے اور جو احکام اور معجزات لائے تھے۔

وبآلہ وبصحبہ نجم الھدیٰ　　　وبتابعیھم جامع الخیرات

اور ان کی آل و اصحاب کے طفیل میں جو ہدایت کے ستارہ تھے اور ان کی نیکیوں کے جمع کرنے والے تابعین کے واسطے سے

فعلیہ من ربی لذٰلک علیھم　　　ازکی سلام وابرک الصلوات

پس اس پر اور اسی طرح ان (حضرات) پر میرے رب کی طرف سے نہایت پاکیزہ سلام اور نہایت متبرک درود نازل ہوں۔

اس قصیدہ کا اردو ترجمہ ہمارے محترم بزرگ جناب مولوی محمد زکریا مائل ریسرچ اسکالر اردو ڈیولپمنٹ بورڈ (کراچی) نے کیا ہے۔ جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

بیعت مولانا محمد احسن علوم ظاہری کے ساتھ علم باطن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور کسی صاحب نظر شیخ کے متلاشی تھے کہ شیخ کی صحبت اور اثر سے بے قرار طبیعت کو سکون حاصل ہو چنانچہ اس زمانے کے دو تین ممتاز اہل طریقت کی طرف ان کا خیال گیا بالآخر اپنے استاد علوم ظاہری حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بیعت کا شرف بخشا جائے۔

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی، مولانا محمد احسن کے علم وفضل سے خوب واقف تھے کیونکہ علم حدیث کی تحصیل مولانا محمد احسن نے حضرت شاہ عبدالغنیؒ ہی سے کی تھی لہٰذا حضرت شاہ عبدالغنی نے فرمایا کہ جماعت درویشاں میں دعویٰ علم وفضل کی گنجائش نہیں یہاں تو "انا" کو مٹا کر بقا کی منزل ملتی ہے۔ مولانا محمد احسن، عقیدت وارادت کے ساتھ خدمت شیخ میں حاضر ہوتے تھے۔ لہٰذا حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے دست حق پرست پر نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہو گئے صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں[۱]

"چوں جوش علم در سینہ بیکینہ ایشاں شورش آمد و متلاشی درویشے گردید سمند ہمت خود را درمیان خدمت دوسہ درویش تاختند آخر کار بخدمت صاحبزادہ مولانا عبدالغنی موصوف رسیدند و مقصود خود را عرض داشتند اوشاں فرمودند طالب را باید کہ اعتقاد خود را راسخ نمودہ بخدمت درویشے رسد تا فائدہ تمام حاصل آید والا بغیر ایں حاصلے نباشد بعد اظہار اخلاص ایشاں را استخارہ ارشاد ساختند ایشاں حسب الامر استخارہ پرداختند بعد ازاں ارادت راسخ خود را بخدمت اوشاں عرض کردند و دست ارادت باصدق عقیدت در دست حق پرست اوشاں دادند و

---

[۱] انوار العارفین صفحہ ۵۰۷

بیعت طریقت کردند و از برکت صحبت اوشاں بر علمے
کہ علم ماسوا حجاب آں علم است علم یافتند و از تعلیم توجہ
خاص از اسم بمسمیٰ پے بردند۔"

جب مولانا محمد احسن صاحب ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء) میں حج بیت اللہ کو گئے تو اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبد الغنی مجددی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اس موقع پر مولانا محمد احسن شرف اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں [۱]

"در صحبت شیخ خود از کیفیت نسبت لطیف اثر بلیغ
برداشتند و اجازت یافتند و نازاں گردید۔"

مولانا محمد احسن کے ذکر اللہ کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت یاد الٰہی سے غافل نہ ہوتے جب عشاء کی نماز کے بعد مولانا محمد احسن لیٹ جاتے تو گھر کے لوگ سمجھتے کہ مولانا سو رہے ہیں۔ مگر مولانا ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے تھے اور سینہ معارف گنجینہ ہلتا ہوا معلوم ہوتا۔ مولانا اکثر شب بیداری کرتے تھے۔ جب ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے حج بیت اللہ کو جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے مرید منشی محمد قاسم نیانگری (اجمیری) کی اصلاح و تربیت کے لئے مولانا محمد احسن کو تجویز کیا مولانا محمد یعقوب نانوتوی اس سلسلے میں اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۸ صفر ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) میں لکھتے ہیں [۲]

۱۔ انوار العارفین صفحہ ۵۰۷

۲۔ مکتوبات یعقوبی مکتوب ۱۶ مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۲۹ء

"انشاء اللہ جب میں روانہ ہوں گا تم کو اطلاع دوں گا اور جو
امورات اس وقت کے مناسب ہوں گے عرض کروں گا مولوی
محمد احسن صاحب اور مولوی محمد منیر صاحب بریلی کالج میں نوکر
ہیں اور ان کا ایک چھاپہ خانہ ہے یہی ان کے لئے نشان ہے
اور انشاء اللہ تعالیٰ اگر میری صورت روانگی ہوئی تو مولوی
محمد احسن صاحب کو تمہارے باب میں لکھ دوں گا۔"

جب مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا حج جانے کا ارادہ کچھ پختہ ہوا تو انہوں
نے منشی محمد قاسم نیا نگری (اجمیری) کو ۱۸ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) کے ایک
مکتوب میں، ان علمائے باعمل کا تعارف کرایا جن سے مولانا محمد یعقوب کی عدم
موجودگی میں فیض حاصل کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں[1]

"یہاں چند عالم باعمل صاحب کمال مجھے ان سے ملاقات
ہوتی تو امید نفع کی تھی۔ مگر ہر کام وقت پر منحصر ہے ان
بزرگوں میں سے یہ نام یاد رکھو جناب مولوی محمد قاسم صاحب
نانوتوی۔۔۔۔ جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی،
مولوی محمد مظہر صاحب پہلے اجمیر میں مدرس رہ گئے ہیں احقر
کے بھائی اور وطن دار ہیں۔ سہارنپور کے مدرسہ (مظاہر العلوم)
میں مدرس اول ہیں اور ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد احسن

---

[1] مکتوبات یعقوبی مکتوب ۱۷ مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۲۹ء

صاحب بریلی کے انگریزی مدرسہ میں مدرس ہیں۔"

مولانا محمد احسن مرید بہت کم کرتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے منشی محمد اسمٰعیل کی اہلیہ نے ایک مرتبہ مولانا سے کہا کہ

"مولوی صاحب! آپ بھی تو عالم اور بزرگ ہیں جس طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید کثرت سے ہیں آپ بھی لوگوں کو مرید کیجئے گھر بیٹھے آمدنی ہوگی۔"

مولانا محمد احسن نے ہنس کر جواب دیا۔

"بی صاحبہ! مولانا رشید احمد صاحب کا کیا ذکر ہے وہ تو بادشاہی احدی ہیں۔[1] اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ محنت کرکے کھاؤ اسی لئے ملازمت کرتا ہوں۔"

اعزہ کی خوشنودی

مولانا نہایت حلیم، بردبار اور سلیم الطبع تھے فتنہ و فساد سے سخت متنفر تھا۔ گھر میں ہمیشہ خوش خوش رہتے اور بچوں سے محبت کرتے تھے اپنے گھر والوں کی خوشنودی کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے جس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ خاندان میں کسی کی شادی تھی گھر والوں نے مولانا کی وجہ سے کوئی ایسی رسم وغیرہ نہیں کی جس سے تقریب شادی کا اندازہ ہوتا مولانا نے جب یہ کیفیت دیکھی تو مستورات سے مخاطب ہو کر فرمایا[2]

---

[1] بے تکلفانہ اظہار خیال ہے۔

[2] مکتوب منشی عزیز حسن نانوتوی بنام راقم مورخہ ۱۳؍ دسمبر ۱۹۵۶ء

"لڑکیو! تمہارے گھر میں شادی ہے اور تم کوئی خوشی کی
بات نہیں کر رہی ہو جس سے معلوم ہو کہ اس گھر میں شادی ہے"

اعزہ واقربار کی فرمائشیں

جب مولانا محمد احسن نانوتہ سے بریلی آتے تھے تو ان کے اعزہ واقربار اپنی اپنی ضرورت کی چیزیں بریلی سے منگواتے تھے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، عموں امانت علی، شیخ اسد علی کے علاوہ زیادہ تر فرمائشیں خاندان اور برادری کی مستورات کی ہوتی تھیں۔ مولانا محمد احسن ان فرمائشوں کو بالتفصیل اپنی ڈائری میں لکھتے اور ان چیزوں کو خریدنے کے بعد ان سے متعلق ضروری یادداشتیں بھی لکھتے۔

مولانا کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد احسن کی والدہ ۱۸۶۵ء تک زندہ رہیں کیونکہ اس کے بعد ان کی فرمائشیں بیاض میں درج نہیں ہیں۔ مولانا محمد احسن قرض کی مکمل تفصیلات درج کرتے تھے اور اس باب میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔

خانگی معاملات

مولانا محمد احسن کے دو بیویاں تھیں پہلی شادی گنگوہ میں متولی نصیر الدین کی بہن "امانت النساء" کے ساتھ ہوئی تھی جن سے ایک لڑکی کلثوم، اور دو لڑکے مولوی فضل الرحمٰن اور منشی محمد اسمٰعیل پیدا ہوئے مولانا ان کو "والدہ فضل الرحمٰن" کہتے تھے۔ دوسری بیوی بنارس والی تھیں ان کو "والدہ عبدالاحد" کہتے تھے خاندان کے سب لوگ انہیں "بنارس والی" کہتے تھے مولانا کی خانگی زندگی ہمیشہ خوش گوار رہی دونوں اہل خانہ کو

علیحدہ علیحدہ خرچ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں بیویاں کافی رقم پس انداز کر لیتی تھیں اور بسا اوقات مولانا محمد احسن ان سے قرض لے لیتے تھے۔

مولانا ضبط و نظم کے بہت پابند تھے تمام مصارف روزانہ قلم بند کرتے تھے مہینہ کے آخر میں آمد و خرچ کا میزان دیتے تھے مولانا کی آمدنی عام طور سے دو سو روپیہ ماہانہ سے زائد ہوتی تھی لیکن خرچ ہمیشہ آمدنی کے قریب رہتا تھا مشکل سے دس پانچ روپیہ باقی بچتے تھے مولانا محمد احسن نہایت خوش خوراک اور خوش پوشاک تھے۔ زندگی بہت فراغت اور خوش حالی سے بسر ہوتی تھی۔ مولانا محمد احسن اپنی سوتیلی اولاد مولوی عبدالاحد اور بی زینب کی ضروریات کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔

حلقہ تعلقات

مولانا محمد احسن کا سلسلۂ احباب نہایت وسیع تھا علماء کرام اور مشاہیر ملک سے خاص تعلقات تھے۔ بریلی، بدایوں اور نانوتہ کے احباب کے نام اوپر گذر چکے ہیں اس فہرست میں درج ذیل ناموں کا اضافہ ہو سکتا ہے۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ المتوفی ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء
(۲) مولانا نور الحسن کاندھلوی المتوفی ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء
(۳) مولانا عبد الحئی فرنگی محلی المتوفی ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء
(۴) مولانا شیخ محمد تھانوی المتوفی ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء
(۵) مولانا رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء
(۶) مولانا محمد قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء

(۷) مولانا محمد یعقوب نانوتوی المتوفی ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء

(۸) مولانا عالم علی مرادآبادی المتوفی ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

(۹) مولانا عبدالقیوم المتوفی ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء

(۱۰) مولانا احمد حسن مرادآبادی المتوفی ۱۲۸۸ھ

(۱۱) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی المتوفی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء

(۱۲) مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی المتوفی ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء

(۱۳) مولوی محمد حسین مرادآبادی مولف انوار العارفین

(۱۴) مولوی محمد ریاض الدین کاکوروی[۱] المتوفی ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

(۱۵) مفتی سعداللہ مرادآبادی المتوفی ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء

(۱۶) مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری المتوفی ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء

(۱۷) مولوی غلام امام شہید المتوفی ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء

(۱۸) مولوی محمد حسن سہارنپوری

---

[۱] مولوی ریاض الدین ولد مولوی علیم الدین کاکوری وطن ولادت ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۳ء میں ہوئی علوم متعارفہ مولوی فضل اللہ نیوتنوی، مرزا حسن علی لکھنوی، مولوی نورالحسن کاندھلوی اور مولوی حسین احمد ملیح آبادی سے حاصل کئے حاجی امین الدین المتوفی ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء سے بیعت تھے۔ آگرہ میں مفتی و منصف رہے۔ انقلاب ۵۷ء کے بعد ٹونک رہے رام پور میں عدالتوں کے مفتی رہے ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں حیدرآباد دکن انتقال ہوا (تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر صفحہ ۱۶۸ اصح المطابع لکھنؤ ۱۹۲۷ء)

(۱۹) مولوی حکیم سعید اللہ[۱] ساکن قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) المتوفی سنہ ۱۹۰۷ء

(۲۰) حکیم سعادت علیخاں[۲] رئیس اعظم آنولہ و مدار المہام ریاست رامپور المتوفی سنہ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء

(۲۱) سرسید احمد خاں بہادر المتوفی سنہ ۱۸۹۸ء

(۲۲) عبد الرحمٰن خاں مالک نظامی پریس کانپور

(۲۳) منشی نول کشور مالک نول کشور پریس لکھنو المتوفی سنہ ۱۸۹۵ء

(۲۴) شیخ نہال احمد دیوبندی

(۲۵) منشی جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال المتوفی سنہ ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء

(۲۶) مولانا فیض الحسن سہارنپوری سنہ ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء

---

[۱] مولوی حکیم سعید اللہ ولد مولوی حافظ حکیم عظیم اللہ سنہ ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر بریلی۔ مراد آباد۔ رامپور اور دہلی تحصیل علم کی نہایت لائق فاضل طبیب تھے انقلاب سنہ ۱۸۵۷ء میں شرکت کی گنگوالہ اور رکنپلہ میں شریک جنگ رہے۔ جب تحریک سنہ ۱۸۵۷ء ناکامیاب ہوئی تو مدتوں روپوش رہے بڑی سعی و سفارش سے معافی ہوئی سنہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں انتقال ہوا آپ کے نامور فرزند میاں رحیم بخش تھے جنکا انتقال فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں ہوا۔ جن کے ایک صاحبزادے والدی شیخ مشیت اللہ قادری المتوفی ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۵۹ء تھے (سوانحات المتاخرین آنولہ (قلمی) از حکیم عبد الغفور ص ۱۵ مملوکہ محمد ایوب قادری) [۲] حکیم سعادت علی خاں ابن مردان علی شیخ کلال آنولہ ضلع بریلی وطن تھا بدایوں کے تحصیلدار رہے سنہ ۱۸۵۷ء میں نواب یوسف علیخاں رئیس رامپور کے یہاں مدار المہام تھے انگریزوں کی بڑی خدمات انجام دیں جاگیر، انعام اور خلعت سے سرفراز ہوئے حکیم صاحب نے تین موضع وقف کرکے ایک اسپتال بنوایا حکیم صاحب کا یہ صدقہ جاریہ ابھی تک جاری ہے۔ آنولہ میں حکیم صاحب کی اولاد معزز اور مقتدر رہے حکیم صاحب کا انتقال سنہ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء میں ہوا (سوانحیات المتاخرین آنولہ ص ۶)

زمینداری

مولانا محمد احسن کا تعلق نانوتہ کے ایک ایسے قدیم خاندان سے تھا جس کو شاہان دہلی سے معافیات حاصل تھیں مولانا بھی موروثی زمینداری و معافیات کے مالک ہوئے ہر سہ برادران مولانا محمد مظہر، مولانا محمد احسن اور مولانا محمد منیر (پسران شیخ حافظ لطف علی قوم شیخزادگان ساکن نانوتہ) کا مشترکہ کھاتہ تھا اور کل زمین ۲۷۹ بیگہ تھی مولانا محمد احسن کے تین باغ تھے ایک باغ ۱۹ بسوہ پختہ، دوسرا ۱۰ بسوہ پختہ اور تیسرا ۹ بسوہ پختہ تھا ۱۹ بسوہ والا باغ قلمی آموں کا تھا مولانا نے ان میں سے ایک باغ ۶۷ء میں لگایا تھا۔

تجارت

مولانا محمد احسن کتابوں کی تجارت ہمیشہ کرتے رہے مطبع صدیقی بریلی کے قیام کے بعد تو تجارت کتب کا یہ سلسلہ اور بھی وسیع ہو گیا تھا مگر محرم ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں مولانا نے شیخ علی بخش و محمد حسین سوداگران بریلی کے ساتھ کپڑے اور اناج کی بھی تجارت کی تھی ۱۴ محرم ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء کو دو سو روپے ان حضرات کو دیئے اور مال کانپور و فرخ آباد سے آیا تجارت ۵ نومبر ۱۸۵۸ء سے شروع ہوئی اور ۲۰ جنوری ۱۸۵۹ء تک یہ سلسلہ جاری رہا ایک جگہ مولانا لکھتے ہیں

> "نقشہ تجارت کہ احقر البریہ شروع نمود خداوند کریم
> بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آل و اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
> نفع دہد و ہیچ نوع ضرر عائد نگرداند آمین"

مولانا اقتصادیات میں تجارت کو ایک خاص مقام دیتے تھے اور ان کی مرفہ الحالی کا یہ ایک خاص سبب تھا۔

خریداری حویلی بنگلہ والی "بنگلہ والی حویلی" یا "محل" نانوتہ میں بہت وسیع اور عالی شان حویلی ہے اس کے دروازہ پر ایک بیضوی گنبد ہے۔ جس کے چاروں طرف کھڑکیاں کھلتی ہیں یہ حصہ تاج کہلاتا ہے[۱] یہ حویلی ۱۰۶۰ درعہ (مربع گز) ۳ گرہ زمین پر مشتمل تھی۔ جس کا ایک حصہ شیخ تفضل حسین و خادم حسین پسران شیخ علی محمد کی ملکیت تھا اور بقیہ حصے کے مالک شیخ اسد علی (ابن غلام شاہ قوم شیخ زادگان ساکن نانوتہ) تھے اور یہ دو حصے جداگانہ طور سے تعمیر تھے۔ شیخ تفضل حسین کے مارے جانے کے بعد ان کے دو صاحبزادے محمد حسین و ابوالحسن اور بھائی شیخ خادم حسین اس حویلی کے مالک ہوئے جب ان لوگوں کی مالی حالت خراب ہو گئی تو انہوں نے اپنی حویلی مولانا محمد احسن نانوتوی کے ہاتھ فروخت کر دی۔

مولانا محمد احسن نانوتوی نے بیعنامہ کا ایک مسودہ اپنی ڈائری میں نقل کیا ہے جس پر ۲۰ جنوری ۱۸۵۷ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۲۷۳ھ روز شنبہ تحریر ہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی لکھتے ہیں کہ

خریداری کے یہ معاملات ابھی زیر تکمیل ہی تھے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہو گیا اور یہ معاملہ التوا میں پڑ گیا۔ مسودہ کے سرنامہ پر تحریر ہے

"نقل قبالہ بیعنامہ کہ مابین شیخ خادم حسین صاحب و برادر زادگان

---

[۱] اس تاج کا فوٹو سوانح قاسمی مولفہ مولانا مناظر احسن گیلانی جلد اول (طبع اول ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) کے صفحہ ۵۴۰ اور ۵۴۱ کے درمیان دیا گیا ہے۔

شاں و ایں احقر نوشتہ شدہ بود و بسبب وقوع غدر فسخ
معاملہ گردیدہ بود و باز از سر نو بحسب میعاد مقررہ صورت بست"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ۲۸ر جمادی الثانی ۱۲۷۶ھ مطابق ۲۲ر جنوری ۱۸۶۰ء کو اراضی موازی دو صد و چہل و پنج درعہ اراضی سکنائی معہ ملبہ خشت ہائے پختہ مشتمل بر دو قطعہ واقعہ اندرون محل مسکونہ شیخ اسد علی و معہ نصف حصہ دوکان افتادہ بیرون محل مذکورہ واقع قصبہ نانوتہ محلہ شیخ زادگان کا بیعنامہ مولانا محمد احسن نانوتوی کے حق میں ہو گیا[1] اس بیعنامہ پر گواہوں کی حیثیت سے مولوی قطب علی، شیخ کرم، سعادت علی، علی بخش، محمد حسن، قلندر بخش شیخ نجابت علی۔ مبارز الدین، محمد رضا، پیر خاں، مولا بخش، عبداللہ، (مولانا) محمد یعقوب (نانوتوی) شیخ اسد علی اور محمد سمیع کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔

اس اراضی کی تفصیل و حدود اربعہ مندرجہ ذیل ہیں[2]

قطعہ اولیٰ غیر مشترک معہ کل ملبہ خشت

تعدادی ماللعبہ (۱۰ اگرہ) درعہ کہ در و بست قطعہ ہذا بحقیت بائعان بمعرض بیع ہذا آمدہ

شمالے	جنوبے	غربے	شرقے
حد قطعہ ثانی مشترکہ شیخ اسد علی مذکور	پیوستہ قطعہ مسکونہ شیخ اسد علی مذکور	حد ملحق شارع عام صحن بائیں طرف گزر یافتہ	حد ملحق آمد و رفت مشترکہ شیخ اسد علی و قطعہ مبیعہ

۱؎ اس بیعنامہ کی نقل بیعنامہ کی کتاب تتمہ ثانی نقول بیعنامہ جات (سنہ ۱۸۶۰ء) صفحہ ۱۱ نمبر ۳۱۶ پر درج ہے

۲؎ یہ تفصیلات نقل بیعنامہ سے مقتبس ہیں۔

قطعہ ثانیہ مشترک تعدادی مالہ ۱۰ ب۔ درعہ ا گرہ کہ منجملہ آں سومی حصہ

معہ ثلث ملبہ خشت بحقیت بائعان بمعرض بیع بیع ہذا آمدہ تعدادی ـــ درعہ ۵ گرہ

شمالے	جنوبے	غربے	شرقے
شارع عام	قطعہ اولی مبیعہ وبعض قطعہ مسکونہ شیخ اسد علی	حد شارع عام	حد پیوستہ قطعہ افتادہ قطب علی وبعض اکبر علی

قطعہ ثالثہ افتادہ معروف دوکان درمیان حدود مندرجہ ذیل مشترکہ شیخ اسد علی

کہ منجملہ آں نصف حقیت بائعان بمعرض بیع آمدہ

شمالے	جنوبے	غربے	شرقے
مسجد	شارع عام	زمین جمنا داس	شارع عام

اس خرید کردہ مکان کے راستے اور صدر دروازہ کے معاملات شیخ اسد علی صاحب سے طے ہوئے۔ شیخ اسد علی صاحب سے دو مرتبہ معاملت ہوئی؛ کوٹھری طویلہ، طویلہ معہ صحن (سوائے اراضی راہ مشترک) اور کھانچہ جنوبی مبلغ لعصے میں شیخ اسد علی سے خریدا گیا پیمائش مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے سامنے عمل میں آئی اور اس میں ثلث زمین مملوکہ مولانا محمد احسن جو راستہ میں تھی شیخ اسد علی صاحب کے حق میں وضع ہو گئی اس کے بعد دروازہ وتاج معہ زمین شیخ اسد علی صاحب سے ایک سو روپیہ میں خریدا گیا دروازہ کی خریداری ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۱ء میں عمل میں آئی اس میں سے لعہ روپیہ مولانا محمد احسن کے ذمہ باقی رہے جو کہ انہوں نے شروع ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء میں شیخ اسد علی کو ادا کر دیئے۔ اس کی تفصیل مولانا محمد احسن نانوتوی

اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں

پیمائش زمین کہ دو ثلث آں معہ دو ثلث ملبہ و چاہ از شیخ
اسد علی صاحب خریدہ شد و در دبروئے مولوی محمد یعقوب صاحب
پیمائش کردہ شد

	شرقاً غرباً معہ آثار غربی	جنوباً شمالاً معہ آثار شمالی	اراضی
کوٹھری طویلہ مثلث	للعہ درعہ ۵ گرہ	درعہ ۱۲ گرہ	عہ درعہ ۴ گرہ
طویلہ	للعہ درعہ معہ ہر دو آثار ۱۳ گرہ	سہ درعہ ۱۰ گرہ	معہ عسہ درعہ ۱ گرہ
صحن طویلہ سوائے راہ مشترک	سے درعہ ۱۲ گرہ	للعہ درعہ بدوں آثار ۱۲ گرہ	معہ عہ درعہ ۱۳ گرہ
کھنچہ جنوبی ملاحق صحن طویلہ	مے درعہ ۴ گرہ	سے درعہ معہ آثار شمالی ۱۱ گرہ	عہ درعہ معہ درعہ ۲ گرہ

یک ثلث	دو ثلث	
عہ درعہ ۶ گرہ	للعہ درعہ ۱۲ گرہ	معہ دو ثلث ملبہ و چاہ بعوض صہ لعہ خریدہ شد و ثلث راہ آمد کہ حصہ احقر بود دریں وضع کردہ شد

زمین مشترک صرف اکنون دروازہ معہ تاج ودہ درعہ از پیش دروازہ
جانب جنوب از راہ آمد و برآمد کہ در آنجا دروازہ حویلی نو خواہد شد ماندہ است و ملبہ دیوار
مشرقی راہ آمد و برآمد ہم کمال و کمال مشترک است

دروازہ و تاج معہ زمین بالعوض یکصد روپیہ خریدہ شد[1]

---

[1] یہ جملہ معلومات ہمیں متعلقہ دستاویزوں اور قلمی بیاض سے حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے سوانح قاسمی جلد اول (مولفہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم) کے صفحہ ۵۴۰ کے حاشیہ پر ایک ایسی روایت سپرد قلم فرمائی ہے جس سے مولانا محمد احسن نانوتوی کا اعلیٰ کردار مجروح ہوتا ہے۔ ہم نے مکان کی خرید و فروخت سے متعلق جو دستاویزات اور کاغذات دیکھے ان کی روشنی میں یہ روایت بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ اور ہمارا خیال یہ ہے کہ شیخ اسد علی صاحب کی موروثی حویلی "محل" میں مولانا محمد احسن قابض و دخیل ہوگئے اور پھر شیخ صاحب سے بھی براہ راست بیع و شری کے بعض معاملات ہوئے اس سے طبیعتوں میں کچھ گرانی اور انقباض پیدا ہوگیا ہوگا جو ایک فطری امر ہے اور پھر وہی طبائع کی گرانی اور انقباض نہ معلوم کس پیرایۂ بیان میں منتقل ہوتا رہا اور ان ہی گھریلو روایات سے متاثر ہو کر مولانا قاری محمد طیب صاحب نے یہ تحریر سپرد قلم فرمادی لیکن منشی عزیز حسن صاحب نانوتوی کے توجہ دلانے پر کافی نقل و تحریر کے بعد مولانا محمد طیب صاحب نے ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند مجریہ جنوری ۱۹۵۶ء (جلد ۱۰ شمارہ ۴) صہ ۱۹ میں صہ ۵۴۰ کے حاشیہ کی اس عبارت کو آئندہ ایڈیشن میں حذف کرنے کا مندرجہ ذیل تحریری اعلان شائع کر کے اپنی سلامت روی اور اعلیٰ کردار کا ثبوت دیا۔

"سوانح قاسمی، جلد اول کے صہ ۵۴۰ کے حاشیہ نمبر ۱ پر
حضرت اقدس مولانا نانوتوی قدس سرہ کے جدی مکان کے تذکرہ
کے ضمن میں احقر کی نقل سے ایک روایت درج ہوئی ہے جس میں
حضرت کے والد ماجد شیخ اسد علی مرحوم اور مولانا محمد احسن صاحب مرحوم

کے درمیان دروازۂ مکان کی داد وستد اور اس کی کاغذی نوشت و خواند کی کیفیت تحریر کی گئی ہے۔ مولانا محمد احسن صاحبؒ کے نواسوں میں سے برادر محترم جناب منشی عزیز احمد[1] صاحب نے اپنے والانامہ میں اس روایت کے خلاف بعض نقاط کی طرف توجہ دلائی جس سے روایت کے اجزاء میں شبہ پڑ گیا وہ بزرگ جن سے یہ روایت سنی گئی آج دنیا میں موجود نہیں کہ ان سے یہ شبہ حل کیا جائے اور ادھر برادر موصوف کے والانامہ میں جن بنیادوں کو سامنے لایا گیا ہے ان کی تردید کی کوئی وجہ موجود نہیں اس لئے حاشیہ کی روایت حسب اصول دَع ما یریبک الیٰ ما لا یریبکؔ قابل ترک نظر آئی۔ ساتھ ہی اس روایت سے حضرت مولانا محمد احسن صاحبؒ پر جو دھبہ آتا تھا وہ اس والانامہ کے مشمولات سے بالکل صاف ہو جاتا ہے چونکہ مولانا ممدوح کی ذات گرامی ہمارے اکابر میں سے ہے علمی حلقوں پر ان کے احسانات انمٹ ہیں اور بحیثیت مصنف احسن القواعد و مفید الطالبین وغیرہ علماء و طلباء انہیں جانتے پہچانتے ہیں اور دلوں میں ان کی عظمت رکھتے ہیں جس کا قدرتی تقاضہ یہی ہو سکتا ہے کہ ان کی طرف کسی کمزوری کی

---

[1] صحیح نام عزیز حسن ہے۔ (محمد ایوب قادری)

نسبت دلوں کو گوارا نہ ہو چنانچہ روایت مذکورہ قلم بند کرتے ہوئے دل اس ناگواری سے خالی نہ تھا گو مورخ کی نظر بحیثیت مورخ کے اس قسم کی اخلاقی کیفیت پر نہیں صرف نقل وروایت پر مرکوز رہتی ہے) اس لئے بھی حاشیہ کی روایت قابل ترک اور خطوط کے مشمولات قابل قبول محسوس ہوئے لہذا سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۴۸۰ کے متن میں سے فقرہ "بلکہ ایک قصہ مولوی احسن نانوتوی مرحوم کا" تا ختم "ان ہی کے قبضہ میں آپ نے رہنے دیا"۔ (جو حاشیہ کی روایت پر مبنی ہے) اور اس صفحہ کا حاشیہ ۱؎ حذف کیا جاتا ہے جو آئندہ اڈیشن میں شائع نہ ہوگا۔ محمد طیب"

حلیہ اوسط قد، گورے چٹے، گھنی گول داڑھی، ناک ستواں، خوبصورت چہرہ کسی قدر گولائی لئے ہوئے، آواز خوش گفتار د شیریں، چہرہ سے متانت اور سنجیدگی کا اظہار ہوتا تھا حلم وبردباری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی ۱؎

لباس لباس میں کرتہ، پاجامہ اور عبا پہنتے تھے صدری اور انگرکھہ بھی زیب تن کرتے تھے موسم سرما میں لحاف، توشک، رضائی، دوہر اور چڑدہ کا اہتمام ہوتا تھا، کپڑوں میں خاصہ، ململ، چھینٹ، جامدانی، گنتی، بافتہ، نینو اور اطلس کے کپڑے مولانا کے گھر میں استعمال ہوتے تھے "امید" خیاط کا ایک مستقل

۱؎ مکتوب منشی ظفر محمد کیمن نانوتوی مورخہ یکم دسمبر ۱۹۵۱ء بنام راقم

کھاتہ کھاتے

تصانیف وتراجم

مولانا محمد احسن کی زندگی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے عبارت ہے مطبع صدیقی بریلی کی وجہ سے اس سلسلہ کو اور بھی وسعت ہوئی کیونکہ مطبع اپنا تھا مولانا نے زیادہ تر ضخیم اور اہم کتابوں کے اُردو میں ترجمے کئے ہیں بریلی کے قیام میں تصنیف وتالیف کا کام زیادہ ہوا آخر زمانہ میں جب نانوتہ قیام رہا تو اُس وقت مطبع مجتبائی دہلی کا تصحیح وحواشی کا کام ہوا اُس زمانے میں بعض ترجمے بھی ہوئے مولانا محمد احسن نے جو ترجمے کئے ہیں ان کی زبان، بامحاورہ، صاف اور سلیس ہے۔ مولانا بڑی حد تک قواعد زبان اور صحت عبارت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مولانا لفظی ترجمہ کی بجائے بامحاورہ ترجمہ کو ترجیح دیتے تھے اس وقت نثر اردو ابتدائی حالت میں تھی اس لئے نثر اردو کے ارتقاء میں مولانا محمد احسن کی تصانیف وتراجم خاص توجہ کے مستحق ہیں اب ہم ذیل میں مولانا محمد احسن کے علمی کارنامے پیش کرتے ہیں۔

(۱) تحفۃ المحصنین

مولانا محمد احسن کی غالباً یہ سب سے پہلی تصنیف ہے انہوں نے یہ مختصر سا رسالہ باشندگان بنارس کی درخواست پر ان عورتوں کے بیان میں لکھا ہے جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے یہ رسالہ ۱۲۶۵ھ ۱۸۴۹ء مابین عیدین لکھا گیا یہ رسالہ ایک مقدمہ، نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی

۱؎ یہ تمام تفصیل قلمی بیاض میں درج ہیں۔

فصل کے ساتھ درج کر دیئے ہیں بلکہ مقدمہ اور خاتمہ کے ساتھ بھی بعض مسائل شامل ہیں زبان عام فہم اور بامحاورہ ہے تمام مسائل کا جواب فقہ حنفی کے موافق لکھا گیا ہے۔ بعض مسائل میں مختلف ائمہ فقہ کی رائیں بھی نقل کی گئی ہیں جس سے مولانا کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے کتاب میں تین فتوے بھی مع جواب شامل ہیں اس کتاب کے کئی اڈیشن شائع ہوئے ہمارے پیش نظر مطبوعہ محرم ۱۲۶۹ھ / ۱۸۵۲ء (مطبع مصطفائی کانپور) رہا ہے

(۲) اصول جر ثقیل

نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے۔ ۱۸۵۴ء میں بنارس میں یہ کتاب طبع ہوئی ہے[۱]

(۳) نافعہ خریداران

یہ رسالہ مولانا محمد احسن صاحب نے بیع و شریٰ کے مسائل کے بیان میں لکھا ہے جیسا کہ آغاز رسالہ میں خود تحریر فرماتے ہیں[۲]

"اس زمانہ میں اکثر لوگ اپنی ہاتھ کی کمائی تو کم کرتے ہیں اور تجارت وغیرہ کیا کرتے ہیں لیکن معاملات بیع و شریٰ میں مسلمانوں کے نفع کے لئے ضروری جان کر یہ رسالہ کہ اسم تاریخی اس کا "نافعہ خریداران" ہے لکھا گیا اور قبل بیان مسائل ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ کسب حلال اور برائیاں کسب حرام کی درج کی گئیں اور اکثر

---

[۱] تاریخ داستان اردو از حامد حسن قادری ص ۱۹۰ (آگرہ ۱۹۴۱ء)

[۲] نافعہ خریداران از مولانا محمد احسن ص ۲ مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۷ھ

روائیتیں اس رسالہ کی ہدایہ، درمختار اور عالمگیری سے نقل ہیں"

مولوی محمد رضا مائل مرادآبادی نے قطعہ تاریخ لکھا ہے

جب رسالہ یہ ہو گیا پورا — جو پسند آیا ایک عالم کو
مائلِ خستہ نے کہی تاریخ — بائع و مشتری کے نافع ہو

سنہ ۱۲۷۲ھ
۱۸۵۵ء

(۴۷) قواعد اُردو حصہ چہارم

ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن صوبہ شمالی و مغربی (یوپی) کے حسب الحکم نصاب کی غرض سے قواعد اُردو کو چار حصوں میں ترتیب دیا گیا اس سلسلہ کا چوتھا حصہ مولانا محمد احسن نے مرتب کیا ہے ـــ شروع کے تین حصے دوسرے حضرات نے لکھے مولانا محمد احسن آغاز رسالہ میں لکھتے ہیں [1]

" جاننا چاہیئے کہ یہ رسالہ قواعد اردو بموجب ارشاد فیض بنیاد جناب مستطاب معلی القاب جناب ڈائرکٹر صاحب بہادر تعلیم ممالک شمالی و مغربی کے احقر العباد محمد احسن مدرس اول فارسی مدرسہ بریلی نے سنہ ۱۸۶۲ء میں تالیف کیا اور تا بمقدور عبارت سہل اور قواعد ضروری کا ہونا ملحوظ رکھا اور بعض باتیں عربی فارسی کی جن کا جاننا نوآموزوں کو ضروری موجب ہوشیاری کا تھا وہ بھی درج کی گئیں اور پہلے بیان مطلب سے کچھ

---

[1] قواعد اردو حصہ چہارم از مولانا محمد احسن ص ۱-۲ (مطبوعہ میرٹھ سنہ ۱۹۰۵ء)

اصطلاحیں جو قواعد میں مذکور ہوں گی لکھی گئیں اور چونکہ اس زبان کی صرف و نحو ابھی خوب منضبط نہیں ہوئی لہذا ناظرین بوقت ملاحظہ کے خود جان لیں گے کہ کس طرح کی کاوش کر کے یہ باتیں لکھی گئیں اس رسالہ میں چار باب ہیں اول میں اصطلاحات دوسرے میں صرف تیسرے میں نحو اور چوتھے میں ترکیب کرنے کا طور اور کچھ قواعد ضروری لکھے گئے"

چونکہ یہ کتاب نصاب میں شامل رہی لہذا بیسیوں اڈیشن اس کے شائع ہوئے ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ احسن القواعد مولانا محمد احسن نانوتوی کی تالیف ہے حالانکہ احسن القواعد میں مولف کا نام صراحت سے محمد نجف علی خاں متوطن مرادآباد لکھا ہے احسن القواعد کے مؤلف محمد نجف علی خاں مولانا محمد احسن کے شاگرد تھے اسی لئے انہوں نے اپنے استاد مولانا محمد احسن کے نام پر اپنی اس کتاب کا نام "احسن القواعد" رکھا مولانا محمد احسن صاحب کی ایک تقریظ احسن القواعد میں ضرور شامل ہے۔

(۵) رسالہ عروض

فن عروض میں مولانا محمد احسن کا مختصر مگر جامع رسالہ ہے سبب تالیف کے سلسلے میں خود مولانا محمد احسن لکھتے ہیں [۱]

"یہ رسالہ عروض و قوافی میں بموجب ارشاد ہدایت بنیاد قدردانِ اہل علم صاحب والانسب جناب مستطاب کیمپسن صاحب بہادر ایم اے ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم ممالک مغربی و شمالی (یوپی)

---

[۱] رسالہ عروض از مولانا محمد احسن "مقدمہ" مطبع الہ آباد ۱۸۷۲ء

کے احقر العباد محمد احسن مدرس اول فارسی مدرسہ بریلی نے سنہ ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۴ء میں تالیف کیا اس میں قواعد ضروری عروض اور قافیہ کے اور مشہور مروج بحروں کے نام اور نہایت مشہور زحافات لکھے جاتے ہیں جو بحریں کہ غیر مشہور ہیں یا زحافات مرکب خواہ غیر مشہور ہیں یا بحروں مروجہ حال میں نہیں آتے ان کا ذکر اس میں نہیں لکھا اور عبارت کا آسان ہونا اور اس ہی سے مطلب کا بخوبی سمجھ میں آنا تمام رسالہ میں ملحوظ رکھا ہے اس رسالہ میں دو باب ہیں باب اول میں عروض کا بیان ہے اور دوسرے میں قوافی کا ذکر ہے"

رسالہ میں اکثر مثالوں میں مولانا محمد احسن نے اپنے اشعار دیئے ہیں یہ رسالہ بھی متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔

(۶) زاد المخدرات یہ کتاب تعلیم نسواں کے بیان میں تالیف کی گئی اس لئے گورنمنٹ نے از راہ قدردانی زاد المخدرات کی پانچسو جلدیں خریدیں۔ اور تین سو روپیہ انعام بھی دیا[1]

کتاب ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء میں لکھی گئی نام تاریخی ہے۔ مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی ہے کتاب تمہید، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

(۷) مفید الطالبین عربی کے ابتدائی طلبار کے لئے نصاب کی ضرورت سے یہ کتاب لکھی گئی ہے کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے

---

[1] تبنیہ الجہال از مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی صہ ۲۲

پہلے باب میں قریب ڈیڑھ سو اشکال دمواعظ کے مختصر جملے ہیں اور باب دوم میں تقریباً چالیس سبق آموز حکایات و نقلیات شامل ہیں۔ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کراچی نیز دیگر مدارس عربیہ میں یہ کتاب داخل نصاب ہے۔ ادیب شہیر مولانا اعزاز علی امروہوی المتوفی ۱۳ رجب ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

(۸) مذاق العارفین

حجۃ الاسلام امام غزالی کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا اردو ترجمہ مولانا محمد احسن نے منشی نول کشور (مالک مطبع نولکشور لکھنؤ) کی فرمائش پر (۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء تا ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء) چار ضخیم جلدوں میں کیا مذاق العارفین تاریخی نام ہے ترجمہ بامحاورہ اور سلیس ہے۔ مولانا محمد احسن نے تخریج عراقی سے احادیث کے مخارج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور یہ التزام رکھا ہے کہ جن احادیث کی نسبت عراقی نے کہا ہے کہ ان کی سند صحیح ہے وہاں کچھ نہیں لکھا اور جن احادیث کو عراقی نے کسی وجہ سے معلول کہا ان کے ساتھ ضعیف وغیرہ ہر جگہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے آخر دو جلدوں کا ترجمہ پہلے کیا گیا اس کے بعد پہلی جلد کا اور سب سے آخر میں دوسری جلد کا ترجمہ ہوا ہے ترجمہ کا کام ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں شروع ہو کر ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں اختتام کو پہنچا قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ کے مطابق ہے۔ اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے۔ شروع میں امام غزالی کا مختصر سا ترجمہ شامل ہے۔

قطعات تاریخ از مولانا محمد احسن صاحب

جلد سوم

ہوا جبکہ آوازہ ختم ہر سو   تو دل کو ہوئی فکر تاریخ نیکو

بلا جودت طبع احسن کو فوراً | کیا بہر تعمیل ایمائے ابرو
"کہا اس نے تو ترجمہ سے ہو" فارغ | "یہ تاریخ لکھ" "جلد ثالث باردو"

۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء — ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء — ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء — ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء

جلد چہارم

مزہ احباب جب اس سے اٹھائیں گے تو بولیں گے
نہ تھا آسان کچھ کوزے میں لانا بحر قلزم کا
لکھا جب ترجمہ عمدہ تو احسنؔ یہ لکھو تاریخ
عجائب ہے یہ اردو ترجمہ جلد چہارم کا

۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء

جلد دوم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس | جو ہر اک کو مرغوب و مطلوب ہے
تو احسنؔ سے ہاتف نے تاریخ کو | کہا لکھ دے یہ ترجمہ خوب ہے

۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

نولکشور پریس لکھنؤ سے یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے ہمارے پیش نظر اپریل ۱۸۸۷ء کا مطبوعہ نسخہ ہے اس کتاب کا جو اڈیشن حال میں چھپا ہے اس میں امام غزالی کے حالات "الغزالی" مولفہ مولانا شبلی نعمانی سے لے کر شامل کر دیئے گئے ہیں

(۹) تہذیب الایمان حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب اغاثۃ اللھفان کا اردو ترجمہ و خلاصہ حسب فرمائش منشی جمال الدین مدار المہام ریاست بھوپال تہذیب الایمان کے نام سے کیا کتاب کا مضمون رد بدعات

ہے، ۶۴۸ صفحات پر مشتمل ہے مولانا کو صرف ایک ہی نسخہ مل سکا۔ لہٰذا تقیصح میں دوسری متعلقہ کتابوں سے مدد لی گئی کتاب کے ترجمہ اور طباعت کا کام صرف سات ماہ میں ختم ہوا پیرایہ بیان صاف اور سلیس ہے ترجمہ نظم کا نظم ہی کیا ہے یہ کتاب رجب ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶) میں مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوئی ہے مولانا محمد احسن صاحب نے یہ قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

مکائد یہ شیطاں کے جب چھپ چکے — ہوا بہر تاریخ دیوانہ قلب
ندا ہاتف غیب نے دی اسے — کہ لکھ دے "لذکری لمن کان قلب"

۱۲۸۳ھ
۱۸۶۶ء

ہمیں اس کتاب کا کوئی نسخہ نہ مل سکا ہم اپنے مخلص دوست مولوی نثار الحق صاحب ایم اے کے شکر گذار ہیں کہ جن کے ذریعہ سے اس کتاب کے متعلق ضروری معلومات کتب خانہ دار العلوم دیوبند سے حاصل ہوئیں۔ ابھی حال میں اس کتاب کا ایک نسخہ مسجد رحمانیہ کے کتب خانہ (رنچھوڑ لائن، کراچی) میں نظر سے گذرا۔ اس کتاب کے رد میں ایک مختصر سا رسالہ تبعید الشیاطین بامداد جنود الحق المبین کے نام سے مولوی عبد الصمد سہسوانی (تلمیذ مولانا عبد القادر بدایونی) نے ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) میں لکھا جو انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڈھ میں طبع ہوا ہے۔

(۱۰) احسن المسائل فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ شاہ اہل اللہ دہلوی (برادر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) نے کیا تھا مولانا محمد احسن نے اپنے بھائی مولوی محمد منیر کی فرمائش پر فارسی سے اُردو میں اس کا ترجمہ کیا اور احسن المسائل نام رکھا۔ توضیح و تشریح کے لئے

حاشیہ اور حسب ضرورت متن میں اضافہ فرمایا مولانا محمد احسن صاحب نے قطعہ تاریخ یہ لکھا ہے۔

ہوئی فقہی مسائل کتاب بے نظیر احسن — نہ ہووے سیر جسکے دیکھنے سے نفس شائق کا
سن ختم اسکا میں چاہا تو ہاتف غیب سے بولا — لکھو گنج حقائق ترجمہ کنز الدقائق کا

۱۲۸۴ھ
۱۸۶۷ء

اس کتاب کے جملہ حقوق مولوی الہ یار خاں تاجر کتب بریلی کے نام محفوظ تھے اس کتاب کا دوسرا اڈیشن بھی مولانا محمد احسن صاحب ہی کی حیات میں بعد نظر ثانی مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا یہ کتاب مختلف مطابع میں طبع ہو چکی ہے سنہ ۱۹۱۹ء میں قیومی پریس کانپور میں مولوی وصی علی صاحب[1] ملیح آبادی کے اردو حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی مگر پریس میں آگ لگنے کی وجہ سے تمام اسٹاک جل گیا کسی طرح کچھ نسخے نکل گئے تھے

۱؎ مولوی وصی علی ابن حکیم شیخ محمد یوسف ملیح آباد وطن ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی مروجہ تعلیم اردو فارسی کی تحصیل ملیح آباد کی پھر مدرسہ نیازیہ خیرآباد، مدرسہ رفاہ المسلمین لکھنؤ، مدرسہ جامع العلوم کانپور میں تمام علوم معقول ومنقول مختلف اساتذہ سے حاصل کیے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں فارغ التحصیل ہو گئے اور مدرسہ جامع العلوم کانپور ہی میں مدرس ہو گئے، سنہ ۱۹۱۹ء میں مدرسہ الٰہیات کانپور میں مدرس ہو گئے سنہ ۱۹۲۸ء تک مدرسہ الٰہیات سے متعلق رہا اسکے بعد مدرسہ صوبہ داری کانپور اور مدرسہ جامع العلوم کانپور سے پھر متعلق ہو گئے۔ سنہ ۱۹۳۵ء میں فریضہ حج ادا کیا سنہ ۱۹۴۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بحیثیت سنی ڈین تقرر ہوا اور یہ تعلق سنہ ۱۹۵۰ء تک رہا۔ تفسیر جلالین پر جستہ جستہ عربی حاشیہ لکھا جو قیومی پریس کانپور میں چھپ چکا ہے، یونیورسٹی میں بی اے کے طلبا کے لئے نصاب دینیات (سنی) مرتب کیا۔ مولوی وصی علی صاحب آجکل اپنے وطن ملیح آباد میں مقیم ہیں۔ آپکے صاحبزادے مولوی اشرف علی مالک اشرف اینڈ کمپنی (سعید منزل پاکستان چوک) کراچی میں ہیں۔

اسی نسخہ کو حال ہی میں لاہور کے مشہور ناشر کتب سراج الدین اینڈ سنس (لاہور) نے چھاپ لیا ہے اور بددیانتی یہ کی ہے کہ مترجم کی حیثیت سے مولانا محمد احسن صاحب کا نام حذف کر دیا ہے اور محشی مولوی وصی علی صاحب ملیح آبادی کا نام باقی رکھا ہے۔ کنز الدقائق کا ایک اردو ترجمہ ظہیر الحقائق کے نام سے ظہیر احمد ظہیری سہسوانی (المتوفی ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) نے بھی کیا ہے جو ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء میں گلزار ہند اسٹیم پریس لاہور میں طبع ہوا تھا۔

(۱۱) غایۃ الاوطار فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب درمختار کا اردو ترجمہ مشہور عالم مولانا خرم علی بلہوری نے حسب فرمائش نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں کتاب النکاح سے شروع کیا محرم ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں قریب اختتام تھا کہ پیغام اجل آ گیا۔[۱] مولانا محمد احسن نے اس ترجمہ کو ان کے ورثاء سے اشاعت کی غرض سے خرید لیا اور بقیہ ترجمہ از باب الاذان تا کتاب الصلوٰۃ مکمل کیا اور جن مقامات کو مولانا خرم علی بلہوری نے چھوڑ دیا تھا ان کو مکمل اور اس ترجمہ کو ہر طرح سے صحیح و درست کر کے چند اصحاب کی شرکت میں اول چوتھی جلد مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی نام غایۃ الاوطار[۲] رکھا لیکن یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا۔ مولانا محمد احسن کو سخت فکر ہوئی اور ایک اشتہار اس باب میں طبع کر کے مشتہر کیا نواب کلب علی خاں

۱؎ ملاحظہ ہو تمہید غایۃ الاوطار از مولانا محمد احسن صاحب مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی مگر ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب کی تحقیق ہے کہ مولانا خرم علی بلہوری کا انتقال ۱۲۷۳ھ میں ہوا ملاحظہ ہو معارف اعظم گڑھ مئی تا جولائی ۱۹۵۷ء

۲؎ اس کتاب کی ابتدا ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں ہوئی اور اختتام ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں ہوا مولانا محمد احسن صاحب نے وسط کے سال ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء کے مطابق تاریخی نام "غایۃ الاوطار" رکھا۔

رئیس رامپور المتوفی ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۷ء) نے طباعت کے جملہ مصارف برداشت کئے مولانا محمد احسن نے نواب رامپور کی معارف پروری کا خاص طور سے ذکر کیا ہے اس کتاب کی تصحیح و تکمیل میں مولانا محمد احسن کے بڑے بھائی مولانا محمد مظہر نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۴ء) صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھی شریک رہے اس ضخیم اور گرانقدر کتاب کی چاروں جلدوں کی طباعت ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) میں ہوئی جیسا کہ قطعات ذیل سے ظاہر ہے۔

قطعات تاریخ از مولانا محمد احسن صاحب

رشک گلزار چو گردید ز طبع ایں نسخہ — سال ختمش ز رہ فکر بجستم بیہم
از دل غیب ندا داد سروشم ناگاہ — پے تاریخ بگو فقہ امام اعظم

۱۲۸۸ھ
۱۸۷۱ء

دیگر

جب ہوچکی یہ کتاب مطبوع — ہم رنگ بہار تازہ گلشن
پایا سر حسن سے حسن طبع — خرم سے ہے یادگار احسن

۱۲۸۸ھ
۱۸۷۱ء

از میر ہدایت علی ہدایت بریلوی

باہتمام مولوی صاحب سے جب — مسئلے آسان و مشکل چھپ گئے
سال یہ دل سے ہدایت کے ملا — دین اعظم کے مسائل چھپ گئے

۱۲۸۸ھ
۱۸۷۱ء

یہ کتاب نول کشور پریس لکھنؤ میں بھی چھپی ہے ہمارے پیش نظر مطبع صدیقی بریلی کا چھپا ہوا نسخہ رہا ہے۔

(۱۲) حمایت الاسلام

جب سر سید احمد خاں ۱۸۶۹ء میں لندن گئے تھے تو ان کے پیش نظر مشہور مصنف ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جواب لکھنا بھی مقصود تھا چنانچہ انہوں نے لندن میں کافی مواد جمع کیا۔ انگلستان کے ایک معروف مصنف گاڈ فری ہیگنس GODFREY HIGGINS کی کتاب اپالوجی APOLOGY جو اس نے تائید و حمایت اسلام اور عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید میں لکھی تھی سر سید احمد خاں نے بہت تلاش و جستجو کے بعد کسی جرمن کتب فروش سے دس گنی قیمت دے کر حاصل کی اور خطبات احمدیہ کی تالیف میں اس سے مدد لی سر سید احمد خاں کو خیال ہوا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے مولانا محمد احسن کو یہ کام سپرد کیا۔ مولانا نے اس کتاب کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا[۱] مولف تنبیہ الجہال کا کہنا ہے[۲] کہ اس ترجمہ میں مولانا محمد احسن کے شاگرد فضل رسول (طالب علم بریلی کالج) بھی مددگار رہے چونکہ اس زمانہ میں کچھ لوگ "اثر ابن عباس" کی وجہ سے مولانا محمد احسن کے خلاف تھے اس لئے مولانا نے اس ترجمہ کو منشی عبدالودود کے نام سے ۱۹۲۰ھ ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا منشی عبدالودود کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون صاحب تھے ترجمہ نہایت صاف اور سلیس ہے نمونہ درج ذیل ہے۔

---

[۱] حیات جاوید (حصہ دوم، دینی خدمات) صہ ۱۵۴ از مولانا الطاف حسین حالی مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ (طبع ثانی ۱۹۰۳ء)

[۲] تنبیہ الجہال صہ ۲۰

"عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا اپنے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسیٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے جب عیسیٰ (علیہ السلام) کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا اور اپنے مقتدیٰ کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چل دیئے برعکس اس کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے پیغمبر اسلام کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔"

کتاب حمایت الاسلام سر سید احمد خاں کے مصارف سے طبع ہوئی اور اس کے جملہ حقوق محمڈن اینگلو اورینٹیل کالج فنڈ کمیٹی کے لئے محفوظ رہے، اصل کتاب کا کوئی نسخہ نہ مل سکا ہم اپنے محترم بزرگ جناب پروفیسر ضیاء احمد صاحب بدایونی (شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کے چند اقتباسات، تمہید مترجم، التماس مصنف اور حرف آخر لٹن لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے نقل کر کے بھیجے۔

(۱۳) کشاف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف کا اردو ترجمہ مالک مطبع مجتبائی دہلی کی درخواست پر رسالہ کشاف کے نام سے ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں کیا اگرچہ اس رسالہ کا ترجمہ اس سے پہلے بھی بعض لوگوں نے کیا تھا۔ مگر ان میں بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں۔ مولانا محمد احسن نے نہایت محنت و کاوش سے بہت صحیح و درست ترجمہ کیا

رسالہ میں ایک فہرست مضامین بھی لگادی۔ قطعہ ذیل سے تاریخ نکلتی ہے

جس گھڑی یہ ترجمہ پورا ہوا   جس کا ہر مطلب نہایت صاف ہے
مصرع تاریخ ہاتف نے کہا   ترجمہ انصاف کا کشاف ہے

۱۳۰۷ھ
۱۸۸۹ء

اس رسالہ کا ترجمہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء) نے بھی کیا ہے۔ ۱۹۴۵ء میں اس کتاب کا اردو ترجمہ مولوی صدرالدین اصلاحی صاحب نے "اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ" کے نام سے کیا ہے جو دفتر جماعت اسلامی اچھرہ لاہور سے شائع ہوا ہے۔

(۱۴) سلک مروارید

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید کا اردو ترجمہ بھی مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی کی فرمائش پر سلک مروارید کے نام سے کیا ترجمہ نہایت صاف اور آسان ہے حسب ضرورت تشریح و وضاحت کی ہے اور مضامین کو آسان کرکے پیش کیا ہے حاشیہ پر بعض مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔ قطعہ تاریخ درج ذیل ہے

فضل اور توفیق یزدانی سے عقد الجید کا   جانفشانی سے کیا جب میں نے پورا ترجمہ
مصرعہ تاریخ کا ہاتف نے احسن سے کہا   سلک مروارید ہے دیکھا یہ زیبا ترجمہ

۱۳۰۹ھ
۱۸۹۱ء

(۱۵) خیر متین

حصن حصین کا اردو ترجمہ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی مرحوم نے باسم تاریخی "ظفر جلیل" کیا مولانا محمد احسن نے مالک مجتبائی پریس دہلی کی درخواست پر اس ترجمہ کو بامحاورہ اردو میں کیا اور تصحیح و درستی

کے فرائض بھی انجام دیئے اور تاریخی نام خیر متین رکھا۔ مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا۔

یہ مجموعہ عجیب حصن حصین ہے — بیان قول ختم المرسلین ہے
ارادہ تھا لکھوں تاریخ اتمام — کہ ہاتف نے کہا "خیر متین" ہے

۱۳۱۰ھ
۱۸۹۲ء

(۱۶) نکات نماز — مشہور رسالہ اسرار الصلوٰۃ کا اردو ترجمہ ہے اس کتاب کا کوئی نسخہ نہ مل سکا

حواشی و تصحیح — مولانا محمد احسن نانوتوی نے اکثر کتابوں کو اپنے مفید حواشی اور ضروری تصحیح کے ساتھ مرتب کیا۔ مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی نے اکثر کتابیں مولانا محمد احسن کے حواشی اور تصحیح کے ساتھ شائع و طبع کیں ہیں جو کتابیں معلوم ہو سکیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱۷) حجۃ اللہ البالغہ — حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور معرکہ آراء کتاب حجۃ اللہ البالغہ سب سے اول ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں مولانا محمد احسن نے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی مولانا محمد احسن کے پیش نظر تصحیح و مقابلہ کے لئے حجۃ اللہ البالغہ کے چار قلمی نسخے مملوکہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی، مولوی ارشاد حسین رام پوری، مولوی ریاض الدین کاکوروی اور مولوی احمد حسن مراد آبادی رہے مولانا محمد احسن نے مقابلہ و تصحیح و تحشیہ کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیئے مولانا نے درج ذیل قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

احمد اللہ قاضی الاوطار — معطی العلم معلی الافکار
واصلی علی النبی الھاد — سید الخلق احمد المختار

بعد هذا فانها حکم | جمعتہ الکرام والاخیار
رحمہ اللہ من افاد بما | ما سمعنا بمثلہ الاخبار
واذا تم طبعها کملاً | وصل دنا العامها الابصار
فاذا هاتف یقول ان کتب | حجتہ اللہ هاذه الاسرار

۱۲۸۶ھ
۱۸۶۹ء

دیگر

حجۃ اللہ البالغہ مکمل

۱۲۸۶ھ
۱۸۶۹ء

(۱۸) ازالۃ الخفا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکۃ آرار تصنیف ازالۃ الخفاء بھی سب سے اول ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں مطبع صدیقی بریلی سے مولانا محمد احسن نے شائع کی اس کتاب کے مولانا محمد احسن کو صرف تین نسخے تصحیح ومقابلہ کے لئے مل سکے تحشیہ کا کام مولانا نے بڑی محنت سے کیا جیسا کہ خاتمہ کتاب میں خود لکھتے ہیں[۲]

"باوجود تلاش کثیر صرف سہ نسخہ بہم شدہ بودند یکے ازانہا جناب منشی صاحب ممدوح (منشی جمال الدین مدار المہام) از بھوپال فرستادند دوم جناب فضیلت مآب مولوی احمد حسن صاحب مراد آبادی عنایت فرمودند سوم المحی زمن جناب مولوی

---

[۱] باثبات الالف مقصورة

[۲] ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللہ (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

نور الحسن صاحب مبرور کاندھلوی مرحمت کردند ہرچند ہر سہ
نسخہ جات مملو از اغلاط بودہ مگر بمقابلہ یک دگر حق صریح
اکثر ظاہر می شد و اینجا کہ ہر سہ نسخہ در غلطی موافق بودند رجوع
بکتب دیگر کردہ می شدہ آید اگر کتب دیگر ہم نشانے بہم رسید
چیزے از محو و اثبات بعمل آوردہ می شد و اکثر جا از تصرف
خود بر حاشیہ اطلاع کردہ ام"

کتاب کے آخر میں قطعات ذیل درج ہیں [۱]

از مولانا محمد احسن نانوتوی

بود میل کلکم زبہر سجود — بدرگاہِ حی و ولی و قریب

---

۱ سو سال کا عرصہ ہونے آیا مگر یہ اصل کتاب آج تک دوبارہ شائع نہیں ہوئی ہے حالانکہ اس کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کا تنقیدی اور محشی ایڈیشن شائع کیا جائے۔ شوال ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں منشی انشاء اللہ نے حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور سے ازالۃ الخفاء کا اردو ترجمہ شائع کیا جو کثیر الاغلاط ہے اس کتاب کے ایک حصہ کا ترجمہ مولانا عبدالشکور لکھنوی نے کیا غالباً ۱۹۵۹ء میں کراچی کے ناشر محمد سعید اینڈ سنس (قرآن محل کراچی) نے ازالۃ الخفاء کا اردو ترجمہ (دو جلد) شائع کیا ہے یہ مولوی انشاء اللہ والا ترجمہ ہے مترجمین میں مولانا عبدالشکور کا بھی نام شامل کر دیا ہے کراچی کے مشہور ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب بھی مولانا عبدالشکور لکھنوی کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں جس کی پہلی جلد ۱۹۶۰ء میں شائع ہو چکی ہے مورخ شہیر مولانا محمد میاں، ناظم جمعیۃ العلمائے ہند (دہلی) نے ازالۃ الخفاء کا توضیحی و تشریحی ترجمہ شائع کرنا شروع کیا ہے جس کے چار حصے شائع ہو چکے ہیں۔

کہ از فضل خود باب رحمت کشود | پے ختم ایں نسخہ بس غریب
بروح مصنف خدایا ز جود | کنی رحم پیہم بجاہ حبیب
ز تقریر خود صرف شک را زدود | زہے نسخۂ ورد داحسن طبیب
پے سال طبعش دلم را ربود | تفکر بمیداں صدر رحیب
ز ہاتف یکا یک ندائے شنود | دلیلِ خلافت بوجہ عجیب

سنہ ۱۲۸۶ھ
۱۸۶۹ء

از سید احمد شاہ بریلوی

بحمد اللہ ایں نسخہ بے مثالی | شدہ طبع در سعادت باسعادت
بہ تصحیح تحریر احسن ملقب | مہمات ادیافت حسن کفایت
چہ از حل مشکل چہ شرح غریبش | تحشی او داد، داد وضاحت
بیابند بینندگان حظ وافی | ز کشف غوامض با قصائی غایت
بلے ذات او منبع علم و جوہر | چہ رانم سخن از کمال و درایت
چو تاریخ طبعش بجستم ز ہاتف | بفرمود کافی بیان خلافت

سنہ ۱۲۸۶ھ
۱۸۶۹ء

(۱۹) شفاء قاضی عیاض

شفاء قاضی عیاض کو سنہ ۱۲۸۷ھ (۱۸۷۰ء) میں مولانا محمد احسن نے تصحیح کے بعد اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا نصف کتاب پر مولانا احمد حسن مرادآبادی المتوفی سنہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) نے حاشیہ لکھا ہے اور بقیہ نصف پر مولانا محمد احسن نے حاشیہ کی تکمیل کی ہے قطعہ تاریخ درج ذیل ہے۔

بذل المصحح جهده وعناه
لیجوز من خیر الوری بشفاعته
یا قارئا باللہ قل فی حقه
یفشاء رب العالمین برحمته
شئت عام الطبع ارخ قائماً
بمنه کمل الشفاء برافته

۱۲۸۷ھ
۱۸۷۰ء

(۲۰) کنوز الحقائق مولوی عبد الاحد، مالک مطبع مجتبائی دہلی کی فرمائش پر مولانا محمد احسن نے کنز الدقائق پر نہایت جامع حاشیہ کنوز الحقائق کے نام سے عربی میں لکھا یہ حاشیہ نہایت مفید اور کارآمد ہے اس کی تکمیل مولانا حبیب الرحمن دیوبندی نے کی ہے۔ مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا ہے

(۲۱) نفحۃ الیمن عربی کے مشہور ادیب احمد بن محمد الشروانی الیمنی المتوفی ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) کی عربی ادب کی معروف کتاب نفحۃ الیمن ضمیا یزدل بذکرہ الشجن پر مولانا محمد احسن نے فارسی میں حاشیہ لکھا ہے۔ مولانا کا محشی نسخہ مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا ہے اصل کتاب کلکتہ سے ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء) میں ایک انگریز مستشرق ایم۔لیمبڈن (M. LUMBDEN) نے شائع کی تھی۔

(۲۲) خلاصۃ الحساب نصاب کی کتاب خلاصۃ الحساب پر مولانا محمد احسن نے حاشیہ لکھا ہے جو مطبع مجتبائی دہلی میں چھپا ہے۔

(۲۳) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین حسب فرمائش مولوی عبد الاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی

مولانا محمد احسن نے بہ تصحیح تمام مرتب کی ضروری حواشی لکھے سنہ ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء میں مطبع مجتبائی دہلی میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ ابھی حال میں یہ کتاب پشاور میں چھپی ہے

(۲۴) فتاوای عزیزی | حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے فتاوے مولوی عبدالاحد کی درخواست پر مولانا محمد احسن نے نہایت محنت سے صحیح و درست کرکے مرتب کئے۔ یہ کتاب بھی مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی ہے۔

(۲۵) جواہر القرآن | اعمال و اوراد کی یہ کتاب امام علی بن نجف علی کی تالیف ہے چند اعمال خواجہ ضیاء الدین صاحب نے اضافہ کئے ہیں یہ کتاب مولانا محمد احسن نے مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی کی درخواست پر مرتب کی کتاب مطبع مجتبائی میں چھپی ہے۔

(۲۶) رسالہ نیچرل فلاسفی | گارسان دتاسی لکھتا ہے کہ محمد احسن نانوتوی نے نیچرل سائنس پر ایک سو بیس[۱۲۰] صفحے کا ایک مضمون اردو زبان میں لکھا ہے یہ رسالہ مسٹر ٹیلر کی نگرانی میں شائع ہوا ہے[۱]

(۲۷) مجموعہ مثنویات | مولوی محمد احسن نے مختلف مثنویوں کا ایک مجموعہ بھی شائع کیا ہے

(۲۸) تنبیہ الرفیق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقیق | شمس العلماء میاں نذیر حسین

---

[۱] HISTOIRE DE LA LITTERATURE HINDOUE ET HINDOUSTANIE VOL. 1. P. 146.

رنف سنہ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) نے ایک رسالہ ثبوت الحق الحقیق لکھا جو مندرجہ ذیل سوال کے جواب میں تھا کہ عامی اور غیر عامی پر جو درجۂ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہے تقلید ایک مذہب کی کرنا واجب ہے یا نہیں اور جس پر تقلید واجب ہے اگر وہ تقلید ایک مذہب معین کی نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ساتھ اس کے کھانا پینا اور شادی کی رسم جاری رکھنا درست ہے یا نہیں۔ شمس العلما میاں نذیر حسین نے اس کا جواب اپنے مخصوص نظریات اور معتقدات کی روشنی میں دیا تھا اور ان کے کسی شاگرد نے یہ رسالہ مولانا محمد احسن نانوتوی کے پاس بھیجا اور ایک قسم کا چیلنج دیا کہ[1]

"آپ اب یا بعد دو چار مہینے کے خود یا بمشورہ اپنے علمار کے اس کا جواب دیں"

مولانا محمد احسن اگرچہ اپنی صاحبزادی کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اور عارضی طور سے بریلی آئے ہوئے تھے مگر انہوں نے فوراً اس رسالہ کا جواب تنبیہ الرفیق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقیق کے نام سے لکھا اور بتایا کہ مؤلف رسالہ ثبوت الحق الحقیق نے اپنی تحریر میں اکثر مغالطے دیئے ہیں مولانا محمد احسن نے اس رسالہ میں بعض الزامی جواب بھی دیئے ہیں کہ میاں نذیر حسین نے معین الدین پسر جمیل الدین ساکن بریلی محلہ سہسوانی ٹولہ کو کہ وہ کافیہ اور مختصرات بھی نہیں جانتے بمعیت مولوی محمد شکور اللہ صاحب سند حدیث عنایت کردی یا چالیس پچاس سال کی عمر تک تو مؤلف رسالہ میاں نذیر حسین پابند مذہب حنفی رہے[2]

---

[1] تنبیہ الرفیق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقیق از مولانا محمد احسن ص ۲ (قیصری پریس بریلی)

[2] تنبیہ الرفیق ص ۱۵

یا ان کے استاد مولوی عبدالخالق دہلوی منکر تقلید شخصی کو گمراہ کہتے تھے[۱] رسالہ کے آخر میں مولانا محمد احسن نے لعنوان التماس لکھا ہے کہ[۲]

"اس عاجز کا طریقہ بد وشور سے مناظرہ اور مکابرہ کرنے کا نہیں چنانچہ آج تک نہ کوئی مناظرہ تقریری کیا اور نہ کوئی رسالہ حیز تحریر میں آیا اور نہ ارادہ تقریر و تحریر کا تھا یہ سطور مجھے بمجبوری لکھنا پڑیں غرض اس سے یہ نہیں کہ سلسلہ مکابرہ قائم رہے بلکہ مستفسر کو امر حق ظاہر کرنا تھا سو کر دیا۔ کوئی مانے یا نہ مانے، وما علینا الا البلاغ المبین"

اس رسالہ پر نظر ثانی و تصحیح مولوی احمد حسن بریلوی نے کی ہے اور یہ رسالہ مطبع قیصری بریلی میں طبع ہوا ہے اس رسالہ کا ایک نسخہ ہمیں مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب کے ذخیرہ علمیہ میں دیکھنے کو ملا جس کے لیے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

(۲۹) قلمی بیاض اگرچہ یہ کوئی تصنیف نہیں ہے مگر مولانا محمد احسن نانوتوی کی تحریری یادداشتوں کا مجموعہ ہے لہذا اس کا ذکر بھی ضروری ہے مولانا کی یہ بیاض منشی عزیز حسن صاحب نانوتوی نبیسہ منشی محمد اسمٰعیل ابن مولانا محمد احسن نانوتوی) کے پاس محفوظ ہے۔

اس میں مولانا محمد احسن کے آمد و خرچ کے اندراج مختلف یادداشتیں، داد و ستد

---

[۱] تنبیہ الرفیق صہ ۱۷

[۲] تنبیہ الرفیق صہ ۲۰

کے حسابات، طبی نسخے، اقلیدس کی شکلیں، احباب کی فرمائشیں، نماذی کے مسودے نیز دیگر تحریریں بطور اجمال درج ہیں۔ آمد و خرچ کے حسابات فروری ۱۸۶۶ء سے تا آخر جولائی ۱۸۶۷ء تحریر ہیں۔ مولانا محمد احسن کے ہاتھ کی بعض انگریزی تحریریں بھی بیاض میں موجود ہیں۔ اس بیاض سے ہمیں ترتیب حالات میں بڑی مدد ملی۔

اولاد و احفاد مولانا محمد احسن صاحب کی پہلی بیوی امانت النساء (خواہر متولی نصیر الدین گنگوہی) سے دو لڑکے مولوی فضل الرحمٰن، منشی محمد اسمٰعیل اور ایک لڑکی کلثوم تھیں۔

مولوی فضل الرحمٰن مولوی فضل الرحمٰن نے کتب درسیہ کی تحصیل اپنے والد مولانا محمد احسن سے کی۔ فضل الرحمٰن حافظ قرآن تھے۔ قرأت و تجوید سے بھی واقف تھے مولوی فضل الرحمٰن کی شادی مولوی محمد منیر کی صاحبزادی ام فضل سے ہوئی تھی مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر جب نانوتہ قیام کیا تو ان کی زیر نگرانی مولوی فضل الرحمٰن تالیف و ترجمہ کا کام کرتے تھے انہوں نے انیس الواعظین کے کچھ حصہ کا ترجمہ کیا بقیہ مولوی محمد بیگ نے مکمل کیا۔ کلمات طیبات (مکتوبات حضرت مرزا مظہر جانجاناں وغیرہ) کی تصحیح و ترتیب کی یہ دونوں کتابیں مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوئی ہیں۔ مولوی فضل الرحمٰن کے صرف ایک صاحبزادے محمد افضال تھے جن کا عین شباب میں دہلی میں انتقال ہوگیا۔ مولوی فضل الرحمٰن لاولد فوت ہوگئے۔

منشی محمد اسمٰعیل منشی محمد اسمٰعیل گرداور قانون گو تھے ان کی شادی ان کے ماموں متولی نصیر الدین کی صاحبزادی صدیقہ بیگم

کے ساتھ ہوئی تھی جن سے صرف ایک صاحبزادی نعیمہ خاتون تھیں نعیمہ خاتون نذیر حسن صاحب (ولد نور الحسن گنگوہی) سے منسوب تھیں ان کے دو صاحبزادے منشی عزیز حسن اور منشی خورشید حسن ہیں دونوں بھائی ہمدرد دواخانہ (ناظم آباد کراچی) میں ملازم ہیں۔ منشی محمد اسمٰعیل کا انتقال ۱۶ر صفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۱ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہوا۔

مولانا محمد احسن کی صاحبزادی کلثوم کی شادی تھانہ بھون میں احمد (ولد مولوی مشتاق احمد) سے ہوئی تھی۔ شادی کے تقریباً پانچ چھ ماہ بعد کلثوم بیوہ ہوگئیں۔

مولانا محمد احسن کی دوسری بنارس والی بیوی سے ایک لڑکے محمد ابراہیم اور تین لڑکیاں عصمت، آمنہ اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔

مولوی محمد ابراہیم

مولوی محمد ابراہیم نے اپنے والد سے تحصیل علم کی طبیعت موزوں تھی کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ تمام عمر محکمہ تعلیم میں ملازم رہے۔ آخر میں پنشن پائی ان کی شادی مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی پھوپی زاد بہن امۃ المنان بنت مولوی عبداللہ انبیٹھوی (پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج) کے ساتھ ہوئی تھیں۔ جن سے چار لڑکے محمد اسرائیل۔ محمد الیاسین۔ محمد یامین اور محمد سموئیل اور چار لڑکیاں نعیمہ، حسینہ، سیدہ اور طیبہ ہوئیں محمد الیاسین۔ محمد یامین اور سیدہ فوت ہوگئے۔ محمد الیاسین ڈاکٹر تھے باقی اولاد موجود ہے۔ نعیمہ خاتون اور طیبہ کراچی میں ہیں۔ عصمت بی بی کی شادی مولانا شیخ محمد تھانوی کے صاحبزادے مولوی محمود صاحب سے ہوئی تھی ان کے تین صاحبزادے اعلیٰ، افضل، مسعود، اور ایک صاحبزادی ام فضل تھیں۔ ام فضل کی شادی عبدالغنی

منگوری (ابن قاضی محمد اسمٰعیل منگوری المتوفی ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء) کے ساتھ ہوئی تھی جن کے صاحبزادے عبدالولی صاحب ہیں۔

آمنہ کی پہلی شادی مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کے ساتھ ہوئی تھی مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے انتقال کے بعد ان کا نکاح ثانی گنگوہ کے قدوسی خاندان میں محمد عثمان صاحب گنگوہی سے ہوا۔ ان کے دو صاحبزادے محمد نعمان اور محمد سلیمان اور ایک صاحبزادی زبیدہ ہوئیں۔ محمد نعمان عین جوانی میں گھوڑے سے گر کر فوت ہو گئے۔ خان بہادر محمد سلیمان بی ایس سی چیف انجنیئر آج کل ناظم آباد (کراچی) میں مقیم ہیں۔ محمد سلیمان صاحب کی بہن زبیدہ کی شادی محمد اسرائیل ولد مولوی محمد ابراہیم کے ساتھ ہوئی تھی۔ زبیدہ کا انتقال ہو گیا۔

فاطمہ کی شادی ایک صاحب نور احمد سے ہوئی تھی جو پولیس میں تھانیدار تھے ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی

مولانا محمد مظہر نانوتوی

مولانا محمد احسن نانوتوی کے حقیقی بڑے بھائی تھے ۱۸۲۳ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم و حفظ قرآن اپنے والد حافظ لطف علی سے کیا "دہلی کالج" دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا مملوک العلی نانوتوی کے سامنے زانوے ادب تہ کیا حدیث کی سند حضرت شاہ محمد اسحاق سے حاصل کی۔ مفتی صدر الدین اور مولانا رشید الدین سے بھی استفادہ علمی فرمایا[1] مولانا محمد مظہر تحصیل علم کے بعد اجمیر کالج میں ملازم ہو گئے وہاں سے آگرہ کالج تبادلہ ہوا۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا۔ جس کا ذکر مولانا محمد احسن نانوتوی کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ مولانا محمد مظہر

---

[1] تذکرہ مشائخ دیوبند از عزیز الرحمٰن ص ۱۶۳ (بجنور ۱۹۵۸ء)

کے پیر میں گولی لگی تھی جہاد شاملی کے بعد تمام شرکاء مصائب و آلام میں مبتلا رہے مولانا محمد مظہر نانوتوی بھی روپوش ہو گئے اس زمانہ میں کچھ دنوں بریلی بھی رہے جب معافی عام ہوئی تو ظاہر ہوئے ملازمت سرکاری سے قطع تعلق ہو گیا۔ گھر پر طلباء کو درس دینا شروع کر دیا۔ مولانا کی شرکت جہاد کا حال، اخفاء و پوشیدگی کی نظر ہو گیا۔[۱]

رجب ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں مولوی سعادت علی سہارنپوری نے ایک مدرسہ سہارنپور میں جاری کیا مولوی سخاوت علی انبیٹھوی، مولوی عنایت علی اور حافظ قمر الدین مدرس مقرر ہوئے۔ تین مہینے کے بعد شوال ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء میں مولانا محمد مظہر نانوتوی اس مدرسہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس مقرر ہوئے جب مدرسہ کو ترقی ہوئی تو حافظ فضل حق نے اپنے مکان کو مدرسہ کے لئے وقف کر دیا۔ مکان کی عمارت توڑ کر مدرسہ کی عمارت تعمیر کی گئی۔ حافظ فضل حق (ف ۱۳۰۲ھ) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے مرید اور مولانا محمد مظہر صاحب کے مخلص دوست تھے۔ مدرسہ تعمیر ہونے کے بعد مدرسہ کا نام مظاہر العلوم تجویز ہوا۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری بھی اس مدرسہ کے معین و مددگار رہے تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم ہندوستان کی مشہور اسلامی درسگاہ ہے اس نے مذہب و علوم اسلامی کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ بڑے بڑے نامور علماء اس درسگاہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور برصغیر پاک و ہند

---

[۱] مفتی عزیز الرحمٰن۔ مؤلف تذکرہ مشائخ دیوبند (ص ۱۶۴) کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ مولانا محمد مظہر نانوتوی نے کچھ دنوں مطبع نول کشور لکھنؤ میں کتابت بھی کی۔

ہیں دین و ملت کی خدمات میں مصروف ہیں۔ آج کل مدرسہ مظاہر العلوم کے صدر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ہیں۔ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۱ء میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے ہمراہ مولانا محمد مظہر نے پہلا حج کیا۔ ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء میں دوسرا حج کیا مولانا محمد مظہر کے تعلقات مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے بہت خصوصیت کے تھے[۱]

مولانا محمد مظہر حدیث و فقہ میں بڑا درک رکھتے تھے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی نے جب مولوی خرم علی بلہوری کے درشار سے درمختار کا اردو ترجمہ اشاعت کی غرض سے خریدا تو اس کتاب کے بقیہ ترجمے اور صحت و درستی میں مولانا محمد مظہر نانوتوی پورے پورے شریک رہے جیسا کہ مولانا محمد احسن نے کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے[۲] مولانا محمد مظہر نانوتوی نہایت متقی، پرہیزگار منکسر المزاج اور نیک نفس بزرگ تھے ۱۳۰۲ھ ۱۸۵۸ء میں سہارنپور میں لاولد فوت ہوئے آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز علماء مثل مولانا خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ تھے۔ مولانا محمد مظہر نانوتوی کے انتقال پر سرسید احمد خاں بہادر (ف ۱۸۹۸ء) نے ایک شذرہ لکھا ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے[۳]

---

[۱] ملاحظہ ہو مذہب منصور از مولانا منصور العلی خاں مراد آبادی (جلد دوم) ص ۱۸۰ (حیدر آباد دکن)

[۲] ملاحظہ ہو غایۃ الاوطار ص ۶ مطبوعہ مطبع نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۳ء)

[۳] علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، علی گڑھ ص ۱۱۴ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۵ء

"مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم: افسوس ہے کہ مولوی محمد مظہر صاحب نے جو عربی مدرسہ سہارنپور میں مدرس تھے اور ان ہی کی ذات بابرکات سے اس مدرسہ کو عزت اور رونق تھی بروز شنبہ تیسری اکتوبر ۱۸۸۵ء کو انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے جس زمانے کہ دہلی میں طالب علم تھے اسی زمانے میں ان کی ذہانت مشہور تھی۔ تقویٰ و ورع میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ بیس برس سے انہوں نے اپنے ہم قوموں کو علوم دینی کی فیض رسانی پر کمر ہمت چست باندھی تھی۔ اور عربی مدرسہ سہارنپور میں پاشکستہ ہو کر بیٹھ گئے تھے آمدنی مدرسہ سے صرف پچیس روپیہ ماہواری بقدر گزر اوقات لیتے تھے اور علوم کی تعلیم میں مصروف تھے بہت لوگ ان سے فیض یاب ہوئے مگر افسوس ہے کہ اجل نے لوگوں کو اس فیض سے محروم کر دیا۔"

مولانا محمد منیر نانوتوی

مولانا محمد احسن نانوتوی کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے ۱۸۳۱ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد حافظ لطف علی سے حاصل کی۔ پھر دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا مملوک العلی نانوتوی، مفتی صدر الدین آزردہ اور شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی ؒ سے بھی استفادہ علمی کیا۔ مولانا محمد منیر صاحب جنگ

آزادی ۱۸۵۷ء کے ایک سرگرم کارکن اور مجاہد تھے۔ وہ جنگ شاملی میں دوسرے اکابر کے ساتھ شریک رہے اور بقول مولانا مناظر احسن گیلانی مولانا محمد منیر حربی سیکرٹری تھے اور خوب دادِ شجاعت دی جیسا کہ سوانح قاسمی سے اندازہ ہوتا ہے جنگ شاملی کے بعد مولانا محمد منیر بھی روپوش ہو گئے۔ معافی عام کے بعد مولانا محمد احسن نانوتوی کے پاس بریلی پہنچے ۱۳ مئی ۱۸۶۱ء میں بریلی کالج میں ملازم ہو گئے۔[۱] مطبع صدیقی بریلی کے مہتمم رہے اور اس کا نظم و نسق زیادہ تک ان ہی سے متعلق رہا۔ بریلی سے پنشن پائی۔ ۱۲۹۴ھ ۱۸۷۷ء کے بعد بریلی سے تعلق ختم ہو گیا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بہت گہرے تعلقات اور دونوں بچپن کے ساتھی تھے۔[۲]

مولانا محمد منیر صاحب قریب دو سال دار العلوم دیوبند کے مہتمم رہے ایمانداری و دیانتداری میں جواب نہیں رکھتے تھے ایک مرتبہ مولانا محمد منیر نانوتوی دار العلوم دیوبند کی سالانہ روداد چھپوانے کے لئے ڈھائی سو لے کر دہلی گئے اتفاق سے وہاں روپے چوری ہو گئے۔ مولانا محمد منیر اس حادثہ کی کسی کو اطلاع کئے بغیر نانوتہ آئے اپنی زمین فروخت کر کے روپیہ فراہم کیا اور اس سے روداد چھپوا کر لائے کچھ عرصہ کے بعد جب مجلس ارکان شوریٰ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی سے اس کے متعلق مسئلہ دریافت کیا مولانا گنگوہی کے

---

[۱] ملاحظہ قلمی بیاض مولانا محمد احسن نانوتوی

[۲] مذہب منصور جلد دوم صہ ۱۸۸

پاس سے جواب آیا کہ مہتمم صاحب امین تھے اور روپیہ چونکہ بلا تعدی کے ضائع ہوا اس لئے ان پر تاوان نہیں آ سکتا۔ ارکان مجلس نے مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ دکھا کر مولانا محمد منیر سے درخواست کی کہ اپنا روپیہ واپس لے لیں مولانا محمد منیر نے فرمایا کہ فتوے کی بات نہیں ہے اگر خود مولانا رشید احمد صاحب کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے چنانچہ اصرار کے باوجود روپیہ لینے سے انکار کر دیا[۱] مولانا محمد احسن کے انتقال کے بعد دار العلوم کی مہتممی سے مستعفی ہو کر ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں نانوتہ واپس آ گئے۔ خارج اوقات میں دار العلوم میں مولانا محمد منیر عربی ادب کی کتابیں طلبا کو پڑھایا کرتے تھے۔

مولانا محمد منیر کی صورت نہایت نورانی تھی۔ قد بڑا چہرہ لمبا، داڑھی گھنی قدرے لمبی تھی بلا ضرورت بات چیت نہیں کرتے تھے۔ اکثر خاموش رہتے ہر موسم میں بڑے پانچوں کا پاجامہ پہنتے تھے۔ جب ہر مہینے پنشن لینے سہارنپور جاتے تو اپنے اعزہ کے گھروں پر جا کر دریافت کرتے کہ کچھ منگانا تو نہیں ہے ان کی فرمائشیں لکھ کر لے جاتے اور خرید کر لاتے محکمہ کے تمام لوگ مولانا محمد منیر کا نہایت احترام کرتے تھے۔ مولانا نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھے۔ آخر زمانہ میں مطبع مجتبائی دہلی سے بھی تعلق رہا۔

مولانا محمد منیر نے امام غزالی کی کتاب منہاج العابدین کا اردو ترجمہ

---

[۱] ملاحظہ ہو ارواح ثلاثہ ص ۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴ و تاریخ دیوبند از مولانا محبوب رضوی ص ۱۶۳۔ ۱۶۴ (دیوبند ۱۹۵۲ء)

سراج السالکین کے نام سے کیا جو مطبع صدیقی بریلی سے سنہ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں طبع ہوا مولانا کی ایک دوسری تصنیف فوائد غریبہ ہے جو مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی ہے یہ رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے پہلا باب توحید و رسالت سے متعلق ہے دوسرا باب نفس کے بیان میں ہے تیسرا باب قرآن شریف کی تلاوت کے متعلق ہے۔ کتاب نہایت مدلل ہے۔ اس مختصر سے رسالے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا منقولات کے علاوہ معقولات میں بھی دستگاہ کامل رکھتے تھے افسوس کہ تاریخ انتقال معلوم نہ ہو سکی سنہ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۴ء تک وہ زندہ تھے۔ کیونکہ اس زمانہ کی ایک تحریر ہماری نظر سے گزری۔ سنہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حج ادا کیا۔

مولانا محمد منیر کے ایک صاحبزادے حافظ محبوب الرحمٰن اور ایک صاحبزادی ام فضل تھیں ام فضل مولانا محمد احسن نانوتوی کے صاحبزادے مولوی حافظ فضل الرحمٰن صاحب کو منسوب تھیں حافظ محبوب الرحمٰن صاحب کے تین صاحبزادے حافظ مقبول الرحمٰن حافظ مطلوب الرحمٰن اور عطاء الرحمٰن ہوئے۔ حافظ مقبول الرحمٰن کے ایک لڑکے محمد طاہر اور ایک لڑکی طاہرہ خاتون ہیں، محمد طاہر لاہور میں ہیں۔ حافظ مطلوب الرحمٰن صاحب اولاد ہیں اور نانوتہ میں سکونت پذیر ہیں اور عطاء الرحمٰن ملیر (کراچی) میں رہتے ہیں یہ بھی صاحب اولاد ہیں۔

مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی

مولوی عبدالاحد مرحوم مالک مطبع مجتبائی دہلی کا ذکر اس کتاب میں برابر آتا رہا ہے مولوی صاحب مرحوم، مولانا محمد احسن نانوتوی کے ربیب تھے اور وہ سنہ ۱۸۵۰ء میں بنارس میں پیدا ہوئے، مولوی عبدالاحد

کی تمام تر تعلیم و تربیت مولانا محمد احسن نے کی۔ مولانا محمد احسن، مولوی عبدالاحد کا بہت خیال رکھتے تھے ان کے لئے کپڑے اکٹھے سلوائے جاتے تھے۔ روزانہ جیب خرچ ملتا تھا۔ بیماری کی حالت میں نہایت توجہ اور غور سے علاج کرایا جاتا تھا۔ رمضان شریف میں مولوی عبدالاحد کے ختم قرآن پر اہتمام کے ساتھ شیرینی تقسیم ہوتی تھی۔ مولوی عبدالاحد چودہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم سے فارغ ہوئے۔ مولانا محمد احسن سے درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۸۶۹ء میں بریلی کالج سے انٹرنس پاس کیا۔ ۱۸۷۰ء میں گورنمنٹ اسکول بدایوں میں تھرڈ ماسٹر مقرر ہو گئے اس زمانے میں بدایوں میں کوچہ عباسیان میں قیام رہا۔ ۱۸۷۵ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے وکالت کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ اسی سال انبالہ میں "رسالہ نمبرہ انبگال" کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۴ء میں ملازمت کا سلسلہ منقطع کر دیا اور میرٹھ میں وکالت کرنے لگے[1]

۱۸۸۶ء میں مولوی عبدالاحد نے منشی ممتاز علی بن شیخ امجد علی سے مطبع مجتبائی دہلی پانچ سو روپے میں[2] خریدا کیونکہ منشی ممتاز علی حجاز مقدس کو ہجرت کر گئے۔ مولوی عبدالاحد مرحوم نے مطبع مجتبائی کو بہت ترقی دی اور دراصل یہی مطبع ان کی شہرت و نیکنامی اور دولت و امارت کا سبب بنا پہلے یہ ایک معمولی سا مطبع تھا مولوی صاحب مرحوم نے اس کو بہت ترقی دی اور جلد ہی یہ مطبع

---

[1] یادگار دہلی از سید احمد ولی اللہی ص ۸۲ - ۸۳

[2] اس مطبع کا بیعنامہ حاجی عبدالمتین صاحب کی عنایت سے ہمیں دیکھنے کو ملا۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور مطابع میں شمار ہونے لگا اور ایسا شہرت پذیر ہوا کہ آج تک اس کی ساکھ قائم ہے اور لوگ مطبع مجتبائی دہلی کی مطبوعات تلاش کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات کئی گنا قیمت ادا کر کے مطبع مجتبائی کی مطبوعات حاصل کی جاتی ہیں۔

مولوی عبدالاحد مرحوم کا نام مطبع مجتبائی دہلی کی بدولت ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس مطبع سے عربی، فارسی اور اردو کی ہزارہا کتابیں طبع و شائع ہوئیں اس طرح اس مطبع نے علوم اسلامی کی بڑی خدمت انجام دی ہے مولوی عبدالاحد مطبع کا ہر کام خود دیکھتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر بھی نظر رکھتے تھے۔ مطبع کے ملازمین کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے ان کی ضرورت کی اشیاء فوراً فراہم کی جاتیں۔ مطبع مجتبائی میں ایک شخص بانے خاں کا تقرر ہوا۔ مولوی عبدالاحد نے اپنے صاحبزادے عبدالعزیز کو تحریری ہدایت کی کہ یہ شخص ضعیف العمر ہے اس سے وزنی چیز نہ اٹھوائی جائے اور نہ دوڑ دھوپ کا کام لیا جائے۔[۱]

مطبع مجتبائی دہلی میں نہایت مستند علماء تصحیح و تالیف اور حواشی کا کام انجام دیتے تھے، مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولوی فضل الرحمٰن (بسر مولانا محمد احسن نانوتوی)، مولوی نظام الدین کیرانوی، مولوی خلیل الرحمٰن برہان پوری مولوی محمد اسحاق اور مولوی محمد بیگ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ماہر دہلویات یوسف بخاری لکھتے ہیں۔[۲]

۱؎ قلمی بیاض مولوی عبدالاحد مرحوم، مملوکہ حاجی عبدالمتین

۲؎ یہ دلی ہے از سید یوسف بخاری دہلوی ص ۱۰۲ (کراچی ۱۹۶۳ء)

"مطبع نول کشور لکھنو کے بعد اگر کسی مطبع نے لازوال شہرت پائی تو وہ واحد مطبع مجتبائی دہلی تھا ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے اپنے حسن انتظام سے اس مطبع کو ایسی خوبی سے چلایا کہ سینکڑوں مذہبی، تاریخی اور بعض ادبی کتابوں کے درجنوں اڈیشن اور لاکھوں نسخے چھاپ ڈالے، ان دونوں بزرگوں کی تنہا یہ ایک خدمت ہی ایسا عظیم کارنامہ ہے کہ صدیوں ان کا نام زندہ اور باقی رہے گا یہ انہیں بزرگوں کا صدقہ جاریہ ہے کہ آج ہمارے کتب خانے مختلف علوم و فنون کی نایاب کتابوں سے معمور نظر آتے ہیں۔"

مولوی عبدالاحد نہایت نیک نفس، منکسر المزاج، ملنسار اور خلیق تھے نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں مولوی عبدالاحد نے ایک کتاب "حالات و مقامات مجدد الف ثانی" مرتب کی جو ۱۳۲۹ھ میں مطبع مجتبائی میں چھپی ہے۔

مولوی عبدالاحد مرحوم اعزۂ نانوتہ کی ہمیشہ مدد کرتے تھے قومی کاموں میں دل کھول کر حصہ لیتے تھے۔ دہلی کے عمائد میں ان کا شمار ہوتا تھا مولوی بشیر الدین احمد (ف ۲۵ر اگست ۱۹۲۷ء) مؤلف واقعات دار الحکومت دہلی لکھتے ہیں [1]

"دہلی کے نہایت سربرآوردہ اشخاص میں آپ کا شمار ہے

---

[1] واقعات دار الحکومت دہلی از بشیر الدین احمد جلد دوم ص ۱۹۱ از شمسی پریس آگرہ ۱۹۱۹ء)

قومی کاموں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی ہیں۔ آنریری مجسٹریٹ ہیں اسی سال (۱۹۱۸ء) آپ کو خان بہادر کا خطاب ملا ہے۔ دہلی میں ایسا کوئی قومی جلسہ یا اہم کام نہ ہوگا جس میں آپ سب سے آگے نہ ہوں، دل کھول کر قومی کاموں میں جان و مال سے شرکت کرتے ہیں، جامع مسجد، مسجد فتح پوری، عربک اسکول، یتیم خانوں وغیرہ کے ممبر ہیں"

شمس العلماء سید احمد امام جامع مسجد دہلی (ف ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ م ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء) کا بیان ہے [۱]

"خان بہادر عبدالاحد مطبع مجتبائی کے مالک تھے ان کی جفاکشی اور مصروفیتوں کا اندازہ لگانا امر محال ہے معمولی سرمائے سے یکہ و تنہا کام شروع کیا اور لاکھوں روپیہ پیدا کیا مگر اس کے باوجود انکسار سادہ مزاجی اور ٹکا گز کی چال رہی۔ البتہ قوم کے کاموں اور تعلیمی اداروں میں انہوں نے بڑی فراخ دلی سے چندے دیئے علی گڑھ کالج، عربک دہلی کالج، اور انجمن مؤید الاسلام [۲] کے بے حد دلدادہ تھے اور ہمیشہ ان کی مالی امداد کرتے رہے

---

[۱] بحوالہ "یہ دلی ہے" از یوسف بخاری ص ۱۱۳

[۲] انجمن مؤید الاسلام منشی محمد کرم اللہ خاں صاحب رئیس اعظم دہلی نے ۱۳۱۰ھ میں قائم کی تھی تفصیل کے لئے دیکھئے واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم ص ۱۴۷ (محمد ایوب قادری)

حکیم اجمل خاں کے طبیہ کالج میں شاندار خدمات ان سے انجام پائیں۔ حکیم صاحب ان کا عمر بھر اعتراف کرتے رہے"

پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴-۱۵ء میں مولوی عبدالاحد نے حکومت برطانیہ کی بے مثال خدمت انجام دی انہوں نے وار فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیا اور تقریباً تین لاکھ روپیہ قرضہ جنگ میں دیا۔ انہوں نے سٹی ریکروٹنگ کمیٹی اور پبلسٹی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات انجام دیں، ان خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ برطانیہ نے مولوی عبدالاحد مرحوم کو خلعت، سند اور خان بہادر کے خطاب سے نوازا۔

۲ر دسمبر ۱۹۲۰ء کو مولوی عبدالاحد کا انتقال ہوا، اس زمانے میں خلافت کی تحریک زوروں پر تھی حکام رس اور خطاب یافتہ حضرات کو لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے لہذا بعض لوگوں نے مولوی عبدالاحد مرحوم کی میت کی تدفین میں سخت رکاوٹیں ڈالیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، شمس العلماء سید احمد امام جامع مسجد دہلی لکھتے ہیں [1]

" ۲ر دسمبر ۱۹۲۰ء مطابق ۲۰ر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ یوم جمعرات کو شب کے وقت مولوی عبدالاحد کا انتقال ہوا دوسرے روز جمعہ کو عبداللہ چوڑی والے، عزیز حسن بقائی، عارف ہسوی (ف ۱۹۳۶ء) عزیز الدین چوڑی والے اور چند لوگوں

---

[1] بیاض شمس العلماء سید احمد امام جامع مسجد دہلی ص ۱۸ (قلمی) (مملوکہ سید یوسف بخاری)

نے مولوی صاحب مرحوم کی نعش کی توہین کی اور قبرستان
میں دفن ہونے کے مانع اور مستعد فساد ہوئے ناچار راہ قبرستان
سے واپس مکان پر جنازہ آیا حکام وغیرہ پولیس لے کر آئے
انجام کار باہمی سمجھوتہ ہوا اور تمام مسلمان نماز جنازہ جامع مسجد
میں ادا کر کے قبرستان مہندیان قبل مغرب لے گئے اور وہاں دفن کیا"

حکومت نے مولوی عبدالاحد مرحوم کی نعش کی توہین کرنے کے سلسلہ میں ان لوگوں پر مقدمہ چلایا جس میں عبداللہ چوڑی والے اور عزیز حسن بقائی کو تین تین ماہ کی قید ہوئی اور عارف ہنسوی بری ہوئے[1] اس واقعہ کی تفصیل سید یوسف بخاری کے قلم سے سنئے[2]

"یہ واقعہ ہے کہ مسلمان ایک مردہ پرست قوم ہے لیکن اس مردہ
پرست قوم کی مردہ پرستی کا ذرا یہ رنگ بھی ملاحظہ ہو، ۱۹۲۰ء
میں جب تحریک خلافت اپنے شباب پر تھی حکیم اجمل خاں
ترک موالات کے سلسلہ میں اپنا خاندانی خطاب "حاذق الملک"
ایسے وقت اور ایسی صورت میں حکومت کو واپس کر چکے تھے
جب کہ ہندوؤں میں کوئی ایک متنفس بھی اپنی "رائے صاحبی"
اور "رائے بہادری" سے دست بردار نہ ہوا تھا، حکیم صاحب
کے خطاب واپس کرتے ہی امام صاحب (جامع مسجد دہلی) پر یورش
ہوئی ان کی اقتدا میں نماز ترک کی گئی، ان کے برادر خورد،

---

۱ بیاض شمس العلماء سید احمد امام جامع مسجد دہلی ص ۱۸ ۲ یہ دلی ہے ص ۱۰۳

راقم کے والد سید حامد (ف ۲۵ر جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۴ر اگست ۱۹۳۶ء) کو ممبر مسجد کے پاس بر وخون میں نہلا یا گیا کم و بیش یہی جرم مولوی عبدالاحد مرحوم کا بھی تھا کہ وہ حکام رس تھے، خطاب یافتہ تھے لہذا ۲ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو جب مولوی عبدالاحد نے اپنا سفر آخرت اختیار کیا تو اس مخدوم ملت کے متعلق زبانی اور پوسٹر چسپاں کر کے اعلان کیا گیا کہ مرحوم انگریز پرست تھا، خطاب یافتہ تھا، ٹوڈی تھا، کافر تھا۔ مسلمان اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ اس کی میت بھی دفن نہ ہونے پائے، چنانچہ ابھی جنازہ قبرستان کی راہ ہی میں تھا کہ اسے روک دیا گیا مجبوراً جنازہ مکان پر واپس آیا، بلوۂ عام کا اندیشہ اتنا غالب تھا کہ حکومت کو فی الفور مداخلت کرنی پڑی۔ ادھر پولیس اور فوج نے محلہ چوڑی والان کی ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے مجمع کو منتشر ہونے کا حکم دیا ادھر مولوی عبداللطیف[1] مرحوم خلف مولوی عبدالاحد نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر تقریر کی، مولوی صاحب کی خدمات کو یاد دلایا۔ شکوک اور الزامات کی صفائی پیش کی۔ یوں خدا خدا کر کے غلط فہمی کا ازالہ ہوا۔ پھر نعش کی تو ہین

---

[1] یہ تقریر مولوی محمد محمود تھانوی (ف ۱۹۳۶ء) بن مولانا شیخ محمد تھانوی نے کی تھی مولوی محمد محمود، مولوی عبدالاحد مرحوم کے برادر نسبتی تھے (محمد ایوب قادری)

کرنے والے لوگوں ہی نے عوام کے سامنے جامع مسجد میں ان کی نماز جنازہ پڑھی اور بعد مغرب قبرستان مہندیاں (مدفن شاہ عبدالعزیز) میں سپرد خاک کیا یہ تھا وہ صلہ جو اس مردہ پرست قوم نے اپنے اس سربرآوردہ خیرخواہ قوم وملت مولوی عبدالاحد کو ان کے مرنے کے بعد دیا تھا۔"

مولوی عبدالاحد کی دو شادیاں ہوئیں پہلی بیوی سکینہ دیوبند کی تھیں ان سے سات لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں لڑکوں کے نام عبداللطیف، عبدالعلیم، عبدالحمید عبدالمجید، عبدالحفیظ، عبدالمتین اور عبدالوحید ہیں اور لڑکیوں کے نام رابعہ بیگم اور خدیجہ بیگم (امت العزیز) ہیں۔ لڑکوں میں عبدالمتین اور خاں بہادر عبدالمجید زندہ ہیں۔ حاجی عبدالمتین صاحب مکتبہ احدیہ (مشن روڈ، کراچی) کے مالک ہیں ان کی بیگم فرینچ خاتون ہیں جن کا اسلامی نام انور جہاں بیگم ہے آج کل کراچی یونیورسٹی میں فرینچ کلاسز کی سربراہ ہیں۔ ان کے دو صاحبزادے کمال متین اور مراد متین ہیں کمال لندن میں اور مراد متین کینیڈا میں ہیں اور تین صاحبزادیاں سلطانہ بیگم، سعیدہ بیگم اور رشیدہ بیگم ہیں۔ سلطانہ بیگم ممتاز احمد صاحب ڈپٹی چیف انجینئر (سنٹرل پاک پی۔ ڈبلو۔ ڈی) کو اور سعیدہ بیگم، آصف مجید صاحب ڈی۔ آئی۔ جی پولیس کراچی کو اور رشیدہ بیگم، عابد حسین صاحب، کلکٹر آف کسٹم (ڈجری) کراچی کو منسوب ہیں۔

رابعہ بیگم کی شادی دیوبند میں ہوئی اور خدیجہ بیگم کی شمس العلماء سید احمد بخاری امام جامع مسجد دہلی کے ساتھ ہوئی جن کے تین صاحبزادے بشیر بخاری، رشید بخاری اور عزیز بخاری ہوئے۔ رشید اور عزیز دونوں بھائیوں کی شادیاں محمد سلیمان صاحب

چیف انجینئر کی صاحبزادیوں تاج اور نور جہاں سے ہوئیں۔

مولوی عبدالاحد کی دوسری شادی مسماۃ مقصود ہ بنت مولانا شیخ محمد تھانوی سے ہوئی ان سے دو لڑکے عبدالرحیم اور عبدالعزیز اور پانچ لڑکیاں محمودہ، صغریٰ امت الرحمٰن، حمیدہ خاتون اور رشیدہ خاتون ہوئیں۔ محمودہ اور امت الرحمٰن کی شادیاں مولوی محمد محمود (ف ۱۹۳۶ء) بن مولانا شیخ محمد تھانوی کے صاحبزادوں محمد اعلیٰ اور محمد افضل سے ہوئیں محمودہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ امت الرحمٰن بھارت میں موجود ہیں۔ حمیدہ خاتون محمد سلیمان صاحب چیف انجینئر (حال مشیر انجینئر مقبرہ قائد اعظم محمد علی جناح) سے منسوب ہوئیں، رشیدہ جو ڈاکٹر محمد الیاسین کی اہلیہ تھیں فوت ہو چکی ہیں اور صغرا کا انتقال جوانی میں ہو گیا۔

مولوی عبدالاحد کی بہن زینب کی شادی حکیم عبدالسمیع نانوتوی کے ساتھ ہوئی جن سے دو لڑکیاں رقیہ اور صفیہ ہوئیں، جو حکیم معین الدین ابن مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے صاحبزادوں محمد عیسیٰ اور عبدالحئی کو منسوب تھیں۔

ضمیمہ

مولانا مملوک العلی نانوتویؒ

استاد العلماء مولانا مملوک العلی بن شیخ احمد علی نانوتہ ضلع سہارنپور میں تقریباً ۱۱۰۳ھ ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے [۱] مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن نانوتہ میں حاصل کی اس کے بعد تحصیل علم کی غرض سے دہلی پہنچے اس زمانے میں دہلی علوم مشرقی کا خاص مرکز تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے نامور صاحبزادگان شاہ عبدالعزیزؒ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ علم کی شمع روشن کئے ہوئے تھے۔ مولانا مملوک العلی نے تبرکاً حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں ہدایت النحو کے کچھ اسباق پڑھے پھر شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین کے تلمیذ خاص مولانا رشید الدین خاں کی خدمت میں جملہ علوم متداولہ کی تحصیل کی اور اپنے ہم عصر علماء میں مشہور و معروف ہوئے [۲]

---

[۱] مولانا مملوک العلی کے تلمیذ مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۷۹ء) نے ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۷ء میں مولانا مملوک العلی کی عمر کا اندازہ تقریباً ساٹھ سال لگایا ہے تذکرہ طبقات الشعرائے ہند ص ۴۶۴ مطبع العلوم مدرسہ دہلی (۱۸۴۸ء) اسی تخمینہ کو مولانا مناظر احسن گیلانی نے قبول کیا ہے (سوانح قاسمی جلد اول ص ۱۰۱)

[۲] تعجب ہے کہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے سید احمد شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (ف ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) کے فیوض و برکات کا یہ نتیجہ قرار دیا ہے کہ جب ان بزرگوں نے نانوتہ وغیرہ بستیوں میں دورے کئے تو وہاں خاطر خواہ اثر ہوا اور مولانا مملوک العلی (باقی ص ۱۷۱ پر)

خیال یہ ہے کہ تحصیل علم کے بعد مولانا مملوک العلی نے دہلی ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ہوگا۔ اور رجب ۱۸۲۵ء میں دہلی کا مشہور، مرکز علم، مدرسہ غازی الدین" دہلی کالج" میں تبدیل ہو گیا تو مولانا رشید الدین سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پر عربی کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور نائب مدرس کی حیثیت سے مولانا مملوک العلی کا پچاس روپے ماہوار پر تقرر ہوا۔ مولانا مملوک العلی کے تقرر کی

(بقیہ ص ۱۷۰) وغیرہ دہلی تحصیل علم کی غرض سے گئے (سوانح قاسمی جلد اول ص ۸۱-۹۱) حالانکہ سید احمد شہیدؒ کی پیدائش ۱۲۰۱ھ ۱۷۸۶ء اور حاجی امداد اللہؒ کی پیدائش ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۷ء کی ہے جب سید احمد شہیدؒ نے ان علاقوں میں دورہ کیا تو مولانا مملوک العلی دہلی میں مسند درس پر متمکن تھے اور جب حضرت حاجی امداد اللہ نے رشد و ہدایت کی شمع روشن کی ہوگی تو مولانا مملوک العلی جوانی کی منزلیں طے کر چکے ہوں گے۔

[1] مولوی رشید الدین خاں بن امین الدین، مفتی صدر الدین آزردہ کے رشتہ دار تھے شاہ عبد العزیز، شاہ عبد القادر اور شاہ رفیع الدین سے تمام علوم کی تحصیل کی، علم ہیئت اور ہندسہ میں کمال حاصل تھا۔ روافض کے رد میں اکثر رسالے لکھے الصولۃ الغضنفریہ، شوکت عمریہ، تفضیل الاصحاب، ایضاح لطافۃ المقال اعانۃ الموحدین و اہانۃ الملحدین (رد راجا رام موہن رائے) شرح تشریح الافلاک اور المکاتیب (مجموعہ خطوط) ان سے یادگار ہیں۔ ۱۲۴۳ھ میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند ص ۱۹۱-۱۹۳

تاریخ یکم جون ۱۸۲۵ء ہے ۱؎

نواب صدیق حسن خاں (ف ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء) لکھتے ہیں ۲؎

"از اعیان دہلی بودند تلمذ ایشاں در علوم درسیہ با مولوی رشید الدین خاں است و از طرف فرنگیاں تدریس درجہ اول مدرسہ دہلی بایشاں تعلق داشت"

وہ دہلی کے اکابر میں سے تھے اور علوم درسیہ میں مولوی رشید الدین خاں کے شاگرد تھے مدرسہ دہلی میں انگریزوں کی طرف سے جماعت اول (عربی) کو پڑھانے کیلئے مقرر تھے

مولانا عبید اللہ سندھیؒ (ف ۱۹۴۴ء) لکھتے ہیں ۳؎

"اخذ عن الشیخ رشید الدین، تقدم فی العربیۃ والفقہ وفنون التحصیل علی علماء عصرہ ونصب مدرساً فی "دہلی کالج" بعد شیخہ مولانا رشید الدین"

انہوں نے شیخ رشید الدین سے علوم حاصل کئے اور اپنے ہم عصر علماء پر عربی، فقہ اور فنون کی تحصیل میں سبقت لے گئے اپنے استاد مولانا رشید الدین کے بعد دہلی کالج میں مدرس مقرر ہوئے

۱؎ رپورٹ جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن ۱۸۴۲-۴۳ء، دہلی کالج سے متعلق رپورٹوں کے اصل اقتباسات ہمیں جناب رضیہ بشیر صاحبہ کے ذریعہ سے ملے جس کے لئے ہم ان کے شکرگزار ہیں وہ دہلی پر پی ایچ ڈی کے لئے تحقیقی مقالہ لکھ رہی ہیں۔

۲؎ تاریخ قنوج (قلمی) از نواب صدیق حسن خاں ص ۱۰۰ (مرتبہ ۱۲۷۸ھ) مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، حبیب گنج کلیکشن

۳؎ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک از عبید اللہ سندھی ص ۱۸۱ کتاب خانہ پنجاب لاہور ۱۹۴۲ء

مولانا عبید اللہ سندھی[۳] کا یہ بیان درست نہیں کہ وہ اپنے شیخ مولانا رشید الدین کے بعد دہلی کالج میں مدرس مقرر ہوئے بلکہ مولانا مملوک العلی اور ایک دوسرے استاد مولوی سید محمد، مولانا رشید الدین کے ساتھ ہی نائب مدرسین کی حیثیت سے دہلی کالج میں ملازم ہوئے تھے۔ اس کے بعد شعبہ عربی میں دو اور مدرس مقرر ہوئے مولوی سدید الدین بن مولوی رشید الدین کا ۳۰ر اکتوبر ۱۸۳۰ء کو اور مولوی سبحان بخش شکارپوری کا ۵ر اکتوبر ۱۸۳۴ء کو اس شعبہ میں تقرر ہوا[۱]۔

مسٹر ٹامسن وزیٹر دہلی کالج نے ۸ر نومبر ۱۸۴۱ء کو ایک رپورٹ میں مولوی مملوک العلی کے اضافہ تنخواہ کی سفارش کی کہ ان کو اسی روپیہ ماہوار تنخواہ ملنی چاہیئے[۲] بالآخر مولانا کو ساٹھ روپے تنخواہ ملنے لگی اسی دوران میں نواب حامد علیخاں (متولی) نے مولوی جعفر علی[۳] کو سو روپے ماہوار پہ کالج میں ملازم رکھ لیا اور

۱ے رپورٹ جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن۔ ۳-۱۸۴۲ء

۲ے رپورٹ جنرل کمیٹی مورخہ ۸ر نومبر ۱۸۴۱ء

۳ے مولوی جعفر علی بن افضال علی قصبہ جارچہ ضلع بلند شہر یوپی میں ۲ صفر ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء کو پیدا ہوئے لکھنؤ اور دہلی میں تحصیل علم کی فن قرأت کو خاص طور سے حاصل کیا وہ دہلی میں اہل تشیع حضرات کی ایک جماعت کے مقتدا تھے اور مولوی محمد باقر دہلوی (مقتول ۱۸۵۷ء) کے حریف سمجھے جاتے تھے ان دونوں حضرات کی جماعتیں جعفری اور باقری کے نام سے مشہور تھیں ۸ر صفر ۱۳۱۴ھ میں فوت ہوئے اور جارچہ میں دفن ہوئے (ملاحظہ ہو غالب اور قاری جعفر علی از صغرا اصغر جارچوی، ماہ نو کراچی فروری ۱۹۶۵ء)

کوشش یہ کی کہ ان کو صدر مدرس مقرر کر دیا جائے۔ مولانا مملوک العلی پندرہ سولہ سال سے کالج میں ملازم تھے ان کی حق تلفی ہوتی تھی کالج کے ارباب حل و عقد نے مفتی صدر الدین آزردہ سے اس مسئلہ میں رائے طلب کی انہوں نے مولانا مملوک العلی کے علم و فضل کو سراہا اور ان کی سفارش کی مگر انتظامیہ نے نواب حامد علیخاں (متولی) کے مقرر کردہ مولوی جعفر علی کو علیحدہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور معاملہ کچھ دنوں کے لیے ملتوی کر دیا گیا بالآخر ۸ر نومبر ۱۸۴۱ء کو مولانا مملوک العلی صدر مدرس قرار پائے اور سو روپے ماہوار ان کا مشاہرہ مقرر ہوا لہ۔ مسٹر ٹامسن نے مولانا مملوک العلی کیلئے لکھا ہے ؎

HE IS VERY GOOD	وہ عربی کے بہت
ARABIC SCHOLAR	بڑے فاضل ہیں اور
AND VERY MUCH	شہر (دہلی) میں ان
RESPECTED IN THE CITY	کا بہت احترام ہے

مولانا جعفر علی ۱۸۴۳ء میں دہلی کالج سے علیحدہ ہو گئے۔

مولانا مملوک علی کوچہ چیلاں دہلی میں رہتے تھے انہوں نے اپنا ذاتی مکان بنا لیا تھا ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں مولانا مملوک العلی نے کالج سے رخصت حاصل کی اور حج کے لئے تشریف لے گئے تقریباً ایک سال اس مقدس سفر میں لگا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں کہ

لہ ص۱۳۰ تا ۱۳۱ رپورٹ جنرل کمیٹی ۱۸۴۱ء (جنرل پروسیڈنگ جلد چہاردہم) ۳۰ر دسمبر

کہ سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی ص ۶ (حاشیہ) (مطبع صادق الانوار بہاولپور ۱۲۹۷ھ)

"سن بارہ سو ستاون ہجری میں حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب اور جناب مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی نے کہ دونوں نواسے اور جانشین مولانا شاہ عبدالعزیز کے تھے اچانک ارادہ ہجرت کا کیا ذیقعدہ میں شاید روانہ ہوگئے دہلی میں اندھیر ہوگیا اور آپ صاحبان کے ساتھ ایک بڑا قافلہ عرب کو روانہ ہوا یہ دیکھ کر حضرت والد مرحوم کو بھی حج کا دھیان ہوا خفیہ تدبیر رخصت اور سامان سفر کرتے رہے آخر جب رخصت ایک سال کی مل گئی اور سرکار نے براہ قدر دانی آدھی تنخواہ بھی دی رجب ۱۲۵۸ھ میں وطن سے روانہ ہوگئے اور اول ذی الحجہ کو مکہ پہنچے زیارت حرمین سے فارغ ہوکر برس دن میں پھر دہلی پہنچے اس وقت یہ سفر جلد طے ہونے میں عجیب سمجھا رخصت کے دن پورے ہوچکے تھے وطن نہ آسکے ذی الحجہ میں جب چھٹی سالانہ ہوئی وطن تشریف لائے اور مولوی صاحب (محمد قاسم نانوتوی) کو دہلی ساتھ لے گئے۔"

مولانا مملوک العلی خانوادۂ ولی اللہی کے فیض یافتہ اور مستفید تھے اور اسی خاندان سے ان کو نسبت تلمذ تھی۔ وہ اپنے زمانۂ طالب علمی سے اپنے انتقال تک تقریباً نصف صدی سے زیادہ دہلی میں رہے اور ایک عالم و مدرس کی حیثیت سے مشہور و معروف ہوئے۔ وعظ و تذکیر اور تصنیف و تالیف سے بھی کچھ تعلق نہ تھا۔ درسی ضرورت

له آثار الصنادید از سرسید احمد خاں (باب چہارم) ص ۰، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۶ء)

سے دو تین کتابوں کا ترجمہ کیا۔ ان کا خاص میدان درس و تدریس تھا اور اس اعتبار سے وہ مشہور ہوئے کالج کے علاوہ طلباء کی ایک جماعت ان کے گھر پر بھی استفادہ کرتی تھی۔ دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپلوں کے وہ معتمد رہے۔ کالج کی رپورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ انگریز پرنسپل، مولانا مملوک العلی پر بہت اعتماد کرتے تھے اور ہر سالانہ رپورٹ میں ان کی تعریف و توصیف کی گئی ہے ایک موقعہ پر گورنر جنرل بہادر نے مولانا مملوک العلی کو انعام سے بھی نوازا۔ صورت یہ ہوئی کہ ۱۵ اور ۱۷ نومبر ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل بہادر نے دہلی میں دربار کیا ۱۷ نومبر کے دربار میں ۲۷ حضرات کو انعام و اکرام سے نوازا مولانا مملوک العلی مدرس اول کو خلعت سہ پارچہ مرحمت ہوا۔ اسی طرح مرزا اسداللہ خاں غالب کو خلعت ہفت پارچہ سہ رقم جواہر اور مفتی صدرالدین خان بہادر صدر الصدور دہلی کو خلعت سہ پارچہ اور ایک گھنٹہ ملا[1] اس وقت انگریزی حکومت کا مقصد یہ تھا کہ مغربی علوم اور تعلیم ہندوستان کے مسلمانوں میں اور خاص طور سے دہلی کے مسلمانوں میں مروج و مقبول ہو اس مقصد میں گورنمنٹ کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ سی۔ الیف اینڈریوز لکھتے ہیں[2]

"دہلی کی نشاۃ ثانیہ میں ایک اور امر جو عجیب و غریب دلچسپی رکھتا تھا کہ شعبہ علوم مشرقیہ جو زیادہ تر عربی اور فارسی لٹریچر

---

[1] دہلی کا آخری سانس (اقتباسات احسن الاخبار بمبئی ۱۸۴۶-۱۸۴۴ء) ترجمہ از سید محمد صاحب ناصر دہلوی، شائع کردہ خواجہ حسن نظامی دہلوی ص ۶۴ (حلقہ مشائخ دہلی ۱۹۲۵ء)

[2] تذکرہ مولوی ذکاءاللہ دہلوی از سی۔ الیف۔ اینڈریوز ص ۷۶

سے متعلق تھا بہت زیادہ ہر دل عزیز ہو گیا تھا ان جماعتوں میں اردو کے ذریعہ تعلیم دی جاتی تھی لیکن نئی انگریزی جماعتوں کی وجہ سے طلبا نے انہیں چھوڑ نہیں دیا تھا"

مولانا مملوک العلی کے صدر مدرس ہونے کی وجہ سے بھی دہلی کالج کی تعلیمی سرگرمیاں یقینی آگے بڑھیں اور مسلمانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوئی کہ جس نے نئے نظام تعلیم میں منسلک ہو کر خاطر خواہ خدمات انجام دیں، مولانا محمد مظہر (مدرس آگرہ کالج) مولانا محمد منیر (مدرس بریلی کالج) مولانا محمد احسن (مدرس بنارس و بریلی کالج) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی (مدرس بریلی کالج و ڈپٹی انسپکٹر مدارس) مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی (ڈپٹی انسپکٹر مدارس) تو خاص ان کے اعزہ و احباب ہیں۔ ان کے علاوہ شمس العلماء ڈپٹی شیخ ضیاء الدین ایل۔ ایل ڈی، شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، شمس العلماء، ڈپٹی نذیر احمد (ف سنہ ۱۹۱۲ء) شمس العلماء محمد حسین آزاد (ف سنہ ۱۹۱۰ء) پیرزادہ محمد حسین (ڈسٹرکٹ جج) خواجہ محمد شفیع (جج)، خان بہادر میر ناصر علی (ف سنہ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء) مولوی کریم الدین پانی پتی (ف سنہ ۱۸۷۹ء) مولوی جعفر علی (ف سنہ ۱۳۱۴ھ) وغیرہ بہت سے ایسے حضرات ہیں کہ جو اسی دہلی کالج کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں اور کم و بیش ان تمام حضرات نے نئے تعلیمی نظام میں منسلک ہو کر نمایاں خدمات انجام دیں اور گورنمنٹ نے بھی ان کی خدمات کو سراہا اور حسن صلہ سے نوازا

مولانا عبید اللہ سندھی کا یہ خیال ہے کہ جب سنہ ۱۲۵۷ھ میں شاہ محمد اسحاق حجاز مقدس کو ہجرت کر گئے تو تحریک کی نگرانی کے لئے ایک بورڈ بنایا گیا جس کے صدر مولانا مملوک العلی اور رکن مولانا نواب قطب الدین (ف سنہ ۱۲۸۹ھ)

مولانا مظفر حسین کاندھلوی (ف ۱۰ محرم ۱۲۸۳ھ م ۲۵ مئی ۱۸۶۶ء) اور مولانا شاہ عبدالغنی دہلوی (ف ۶ محرم ۱۲۹۵ھ) تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا مملوک العلی خانوادۂ ولی اللہی کے فیض یافتہ شاہ محمد اسحاق کے معتمد و معتقد تھے۔ مگر ان کی سیاسی سرگرمیوں کی تفصیل تو درکنار کہیں اشارہ بھی نہیں ملتا۔ ان کی زندگی تو تمام تر درس و تدریس سے عبارت رہی ہے لہذا یہ صدارت کچھ محل نظر سی معلوم ہوتی ہے

مولانا مملوک العلی نہایت متواضع، حلیم، بردبار اور منکسر المزاج تھے، وعظ و تذکیر کی عادت نہ تھی سادہ لباس پہنتے تھے[۱] مولانا مظفر حسین اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (ف ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) سے خاص تعلقات تھے مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں[۲]

"جب حضرت مولوی صاحب (مظفر حسین کاندھلوی) دہلی تشریف لاتے تو والد مرحوم کے پاس ہمارے مکان میں فروکش ہوتے اور والد مرحوم جب وطن جاتے، کاندھلہ ہو کر جاتے جب وطن سے لوٹتے کاندھلہ ٹھہر کر دہلی روانہ ہوتے اور یہی حال جناب حاجی امداد اللہ صاحب سے تھا۔"

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی لکھتے ہیں[۳]

---

[۱] آثار الصنادید ص ۷۰
[۲] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۱۲
[۳] حالات مشائخ کاندھلہ از مولوی احتشام الحسن کاندھلوی ص ۳۴-۳۵ (ادارہ اشاعت دینیات دہلی ۱۳۸۳ھ)

"مولانا مملوک علی صاحب ہمیشہ دہلی آتے اور جاتے جب کاندھلہ سے گذرتے تو باہر سڑک پر گاڑی کو چھوڑ کر ملنے آتے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب اول یہ پوچھتے کہ کھانا کھا چکے یا کھاؤ گے اگر کہا کھا چکا تو پھر کچھ نہیں اور اگر نہ کھائے ہوئے ہوتے تو کہہ دیتے کہ میں کھاؤں گا تو مولانا پوچھتے کہ رکھا ہوا لا دوں یا تازہ پکوا دوں چنانچہ ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ رکھا ہوا لا دو اس وقت صرف کھچڑی کی کھرچن تھی اسی کو لے آئے اور فرمایا رکھی ہوئی تو یہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ بس یہی کافی ہے پھر جب رخصت ہوتے تو مولانا مظفر حسین صاحب ان کو گاڑی تک پہنچانے جاتے تھے یہی ہمیشہ کا معمول تھا۔"

یہ بزرگ خلوص و محبت اور تواضع و انکسار کا سراپا نمونہ تھے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

مولانا مملوک العلی ۱۲۵۹ھ میں حج سے سیدھے دہلی واپس آئے اور تعطیل کے موقعہ پر ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ میں اپنے وطن نانوتہ گئے اور اپنے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کو تعلیم کی غرض سے اپنے ہمراہ دہلی لائے اور وہاں نہایت توجہ سے ان دونوں کی تعلیم و تربیت کی ایک سال کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵) بھی ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ ان اقطاب ثلاثہ کی تعلیم و تربیت مکمل ہو چکی تھی کہ مولانا مملوک العلی کو پیام اجل آگیا اور وہ گیارہ دن یرقان کے مرض میں مبتلا ہو کر ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ مطابق

۷ر اکتوبر ۱۸۵۱ء کو راہی ملک بقا ہوئے[۱] اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندانی قبرستان مہندیوں میں شیخ عبد العزیز شکر بار کے پائیں دفن ہوئے مولوی بشیر الدین احمد لکھتے ہیں[۲]

"آپ کی قبر کچی ہے جب تک کوئی نہ بتائے مل نہیں سکتی ناقدردانی زمانہ ملاحظہ ہو کر آپ کے ہزاروں شاگرد صاحب ثروت و اقتدار تھے مگر استاد کو کسی نے بھی نہ پوچھا اور اتنا بھی نہ کیا کہ ایک ہاتھ بھر کا پتھر کا ٹکڑا لگا دیتے کہ اس خاک کے ڈھیر پر سے گزرنے والے فاتحہ تو پڑھ لیتے۔"

۱۳ر اکتوبر ۱۸۵۱ء کو پرنسپل دہلی کالج نے مولوی مملوک العلی کے انتقال کے متعلق انتظامیہ کو اطلاع دی[۳]

مولانا مملوک العلی جماعت علماء میں ایک امتیازی حیثیت کے مالک تھے سر سید احمد خاں لکھتے ہیں کہ[۴]

"علم معقول و منقول میں استعداد کامل اور کتب درسیہ کا ایسا استحضار ہے کہ اگر فرض کرو کہ ان کتابوں سے گنجینۂ علم

---

۱ سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۹

۲ واقعات دار الحکومت دہلی جلد دوم از مولوی بشیر الدین احمد ص ۵۸۴

۳ رپورٹ جنرل کمیٹی ۱۸۵۱ء

۴ آثار الصنادید ص ۷۰

خالی ہو جاوے تو ان کی لوح حافظہ سے پھر نقل ان کی ممکن ہے ان سب کمال اور فضیلت پر خلق و علم احاطہ تحریر سے افزوں تر ہے"

مولوی کریم الدین پانی پتی لکھتے ہیں لے

"بنار مدرسہ عربی ان کی ذات سے مستحکم ہے فارسی اور اردو اور عربی تینوں زبانوں میں کمال رکھتے ہیں ہر ایک علم اور فن سے جو ان زبانوں میں ہیں مہارت تامہ ان کو حاصل ہے اور جس فن کی کتاب اردو زبان میں انگریزی سے ترجمہ ہوتی ہے اس کے اصل اصول سے بہت جلد ان کا ذہن چسپاں ہو جاتا ہے گویا اس فن کو اول ہی سے جانتے تھے اور جس کار پر مامور ہیں اس میں کبھی کسی طرح کا حتی الوسع ان سے قصور نہیں ہوا مدرسہ میں ان کے ذات بابرکات سے اتنا فیض ہوا ہے کہ شاید کسی زمانے میں کسی استاد سے ایسا ہوا ہو"

مولانا مملوک العلی کی ذات مرجع طلبار تھی اکناف و اطراف سے طلبہ ان کی خدمت میں پہنچ کر استفادہ علمی کرتے تھے، کالج کے علاوہ فاضل اوقات میں ان کے گھر پر بھی طلبہ کا ہجوم رہتا تھا مولوی کریم الدین لکھتے ہیں ٢ے

"گھر اس کا محط الرحال طلبار، مدرسہ اس کا مجمع علمار و فضلار،

لے تذکرہ طبقات الشعراء ہند از مولوی کریم الدین ص ۔ ۴۶۳

٢ے تذکرہ فرائد الدہر از مولوی کریم الدین ص ۔ ۴۰۲

صدہا شاگرد اس ذات بابرکات سے فیض اٹھا کر اطراف و اقطار ہندوستان میں فاضل ہو کر گئے..... سوا درس دہی طلباء مدرسہ کے اپنے گھر پر بھی لوگوں کو ہر ایک علم کی کتابیں پڑھاتے ہیں..... تمام اوقات گرامی ان کے تعلیم طلباء میں نصف شب تک منقسم ہے..... ان کی فہرست میں صدہا طالب علم اطراف وجوار میں سے واسطے تعلیم پانے علوم کے حاضر ہوتے ہیں۔ اور ان کے حسن اخلاق سے یہ بعید ہے کہ کسی طالب علم کی خاطر رنجیدہ کریں۔"

طلبہ مولانا مملوک العلی سے مطمئن ہوتے تھے اور مولانا کے یہاں ان کی خاطر خواہ تشفی ہوتی تھی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں [1]

"ابتداءً ہم دہلی میں دوسرے اساتذہ سے پڑھتے تھے لیکن تسکین نہیں ہوتی تھی کبھی سبق تھوڑا ہوتا تھا اور کبھی شبہات کا جواب نہ ملتا تھا، مگر جب مولانا مملوک العلی صاحب رح کی خدمت میں پہنچے تو اطمینان ہو گیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتابیں ختم کر لیں گویا استاد نے گھول کر پلادیا (مولانا رشید احمد) فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانے میں اچھے اچھے استاد دہلی میں موجود تھے مگر ایسے استاد کہ مطلب پوری طرح ان کے قابو میں ہو۔ اور

---

[1] تذکرۃ الرشید جلد اول از مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ص ۳۰-۳۱

انواع مختلفہ سے تقریر کرکے شاگرد کے ذہن نشین کردیں ایک ہمارے استاد مولانا مملوک العلی صاحب اور دوسرے ہمارے استاد مفتی صدرالدین صاحب تھے رحمۃ اللہ علیہما"

مولانا مملوک العلی کے طرز تدریس کے متعلق مولانا محمد یعقوب نانوتوی رقم طراز ہیں[1]

"ان کے سامنے بے سمجھے چلنا مشکل تھا وہ طرز عبارت سے سمجھ لیتے تھے یہ مطلب سمجھا ہوا ہے یا نہیں"۔

مولانا مملوک العلی کے تلامذہ کی تعداد کا استحصار ناممکن ہے ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے علماء مثل مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمن دیوبندی، مولوی کریم الدین پانی پتی، منشی جمال الدین مدار المہام بھوپال، شمس العلماء ڈاکٹر ضیاء الدین ایل ایل ڈی[2]

---

[1] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۱۸

[2] خان بہادر شمس العلماء مولوی شیخ ضیاء الدین ایل ایل ڈی کے والد داروغہ شیخ محمد بخش موضع بسئی تحصیل دہلی کے قدیم باشندے تھے۔ یہ خاندان گورنمنٹ کا خیر خواہ تھا۔ غدر ۱۸۵۷ء (داروغہ شیخ محمد بخش) دھیرج کی پہاڑی پر خبر رسانی کرتے تھے جب انگریزی فوج دلی میں داخل ہوئی تو داروغہ جی اپنے گھر ہی میں تھے۔ ایک سپاہی کی گولی سے ڈھیر ہوگئے۔ خبر رسانی کے صلہ میں کچھ اراضی انعام میں ملی ان کے فرزند مولوی ضیاء الدین نے مولانا مملوک العلی (باقی اگلے صفحہ پر)

مولوی عالم علی مرادآبادی (ف ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء)، مولوی سمیع اللہ دہلوی ؎

(بقیہ نوٹ صہ ۱۸۳) اور مفتی صدر الدین آزردہ سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ دہلی کالج کے طالب علم رہے پھر نارمل اسکول اور دہلی کالج کے مدرس رہے جب سنہ ۱۸۵۷ء میں دلی کالج ٹوٹا تو اکسٹرا اسسٹنٹ مقرر ہوئے۔ (واقعات دارالحکومت دہلی جلد دوم صہ ۱۷۹)

؎ مولوی سمیع اللہ خاں بن منشی عزیز اللہ سنہ ۱۸۳۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئے مولوی سید محمد اور مولانا مملوک العلی سے ان کے گھر پر تعلیم حاصل کی مفتی صدر الدین آزردہ سے بھی پڑھا نومبر ۱۸۵۶ء میں منصفی اور وکالت کا امتحان پاس کیا اور کانپور میں منصف مقرر ہوئے سنہ ۱۸۶۲ء سے ۱۸۷۴ء تک آگرہ کی صدر دیوانی، صدر نظامت اور ہائی کورٹ میں وکالت کی سنہ ۱۸۷۴ء میں صدر الصدور مقرر ہوئے۔ علی گڑھ، الہ آباد، مرادآباد، اور فتح گڑھ میں کارفرما رہے ۲۴ مئی سنہ ۱۸۷۵ء کو جو ملکہ معظمہ کی سالگرہ کا دن تھا ایک جلسہ میں بصدارت مولوی محمد کریم ڈپٹی کلکٹر علی گڑھ مدرسہ علی گڑھ کے افتتاح کی رسم ادا کی گئی، مولوی صاحب نے میو سنٹرل کالج الہ آباد کے مسلم طلباء کے لئے الہ آباد میں ایک بورڈنگ ہاؤس بنوایا جس کا افتتاح سر آکلینڈ کالون لفٹننٹ گورنر یو۔پی کے ہاتھ سے ۱۸ مارچ ۱۸۹۲ء کو کرایا۔ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۸۲ء کو مولوی سمیع اللہ مصر میں انگریزوں کے استعمار کو مضبوط کرنے کی غرض سے پولیٹیکل مشن پر مصر گئے اور وہاں انہوں نے جمال الدین افغانی کی تحریک کو نقصان پہنچایا ان خدمات کے صلہ میں ان کو سی۔ایم۔جی کا خطاب ملا۔ ۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۶ھ مطابق ۷ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کو دہلی میں فوت ہوئے۔

(سوانح عمری مولوی سمیع اللہ خاں از مولوی ذکاء اللہ دہلوی، مطبع انوار الاسلام حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۰۹ء)

مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی [۱] وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے مولانا مملوک العلی کے تلامذہ میں سرسید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) ڈپٹی نذیر احمد (ف ۱۹۱۲ء) اور مولوی ذکاء اللہ (ف ۷ نومبر ۱۹۱۰ء) کو بھی شامل کیا ہے، اس سلسلہ میں مولانا سندھی نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے غالباً آخرالذکر حضرات کو تو اس لئے اس فہرست میں شامل کر لیا ہے کہ یہ حضرات دہلی کالج کے تعلیم یافتہ ہیں مگر معلوم نہیں سرسید کو کس طرح ان کا شاگرد لکھ دیا۔ سرسید احمد خاں تو دہلی کالج کے طالب علم بھی نہیں رہے۔ سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید ۱۸۴۶ء میں مرتب کی اور اس وقت مولانا مملوک العلی زندہ تھے انہوں نے اس میں کہیں تلمذ کا ذکر نہیں کیا ہے [۲] اسی طرح حیات جاوید میں مولانا حالی نے ابتدائی تعلیم کا حال کم و بیش سرسید احمد خاں ہی کے الفاظ میں نقل کیا ہے وہاں بھی سرسید احمد خاں نے مولانا مملوک العلی کو اپنے اساتذہ میں شمار

---

[۱] قاری عبدالرحمٰن پانی پتی بن قاری محمد نے مولانا رشید الدین خاں اور مولانا مملوک العلی سے تحصیل علم کی اور صحاح ستہ کی سند شاہ محمد اسحٰقؒ سے لی علم قرآت، قاری امام الدین امروہوی سے حاصل کیا، ۱۶ سال نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ کے مدرسہ میں مدرس رہے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں باندہ میں مقیم تھے۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء کو پانی پت میں انتقال ہوا (تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۵۷۷-۵۷۸ مقالات شروانی از نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی صفحہ ۲۷۹-۲۸۲، تذکرہ رحمانیہ از خواجہ الطاف حسین حالی، مطبوعہ نقوش لاہور۔ اپریل ۱۹۵۳ء)

[۲] آثار الصنادید از سرسید احمد خاں صفحہ ۷۰

نہیں کیا ہے [1]

ڈپٹی نذیر احمد کے حالات حیات النذیر میں مفصل لکھے گئے ہیں ان کے اساتذہ کی فہرست میں مولانا مملوک العلی کا نام اس کتاب میں بھی شامل نہیں ہے ڈپٹی نذیر احمد ۱۸۴۵ء سے ۱۸۵۴ء تک دہلی کالج میں طالب علم رہے [2] ابتدائی سالوں میں تو دوسرے اساتذہ کے پاس اسباق رہے ہوں گے اور اکتوبر ۱۸۵۱ء کو مولانا مملوک العلی کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے مولانا مملوک العلی سے پڑھنے کی نوبت ہی نہیں آئی ہو گی۔ ورنہ حیات النذیر کے مؤلف اس کا ذکر ضرور کرتے۔

شمس العلماء منشی ذکاء اللہ بھی تقریباً ۱۸۴۵ء میں دہلی کالج میں داخل ہوئے ان کو فارسی سے خاصا لگاؤ تھا اور انہوں نے اپنے استاد مولوی امام بخش صہبائی (ش ۱۸۵۷ء) کا بہت محبت سے ذکر کیا ہے ان کا خاص مضمون ریاضی تھا اور وہ ماسٹر رام چندر (ف ۱۸۸۰ء) کے خاص شاگرد تھے اور اس مضمون میں انہوں نے امتیاز و اختصاص بھی حاصل کیا ان کے اساتذہ میں کہیں مملوک العلی کا نام نہیں آتا ہے [3]

حکیم عبدالحئی (ف ۱۳۴۱ھ) مؤلف نزہۃ الخواطر نے مولانا اشرف علی تھانوی کی روایت نقل کی ہے کہ مولانا شیخ محمد تھانوی (ف ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) نے علوم متعارفہ

---

۱ حیات جاوید از الطاف حسین حالی ص ۲۴-۲۵ (آگرہ ۱۹۰۳ء)

۲ حیات النذیر از افتخار عالم مارہروی ص ۴۳ (شمسی پریس دہلی ۱۹۱۲ء)

۳ تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی (سی۔ ایف۔ اینڈریوز) مترجمہ ضیاء الدین برنی ص ۶۵۔ ہمدرد تعلیمی مرکز ۱۹۵۲ء)

کی تحصیل مولانا مملوک العلی سے کی تھی [۱]

مولانا مملوک العلی کا تمام وقت درس و تدریس میں صرف ہوتا تھا، دن اور رات ان کے یہاں طلبار کا ہجوم رہتا تھا۔ لہٰذا تصنیف و تالیف کے لئے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ دہلی کالج کی رپوٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کالج کی طرف سے جن کتابوں کا ترجمہ ہوتا تھا ان میں سے اکثر کی وہ نگرانی و نظر ثانی کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل کتابوں کے خود مولانا مملوک العلی نے ترجمے کئے ہیں۔

(۱) **تحریر اقلیدس** :۔ ۱۸۴۴ء میں دہلی کالج کے پرنسپل کی تحریک پر تحریر اقلیدس کے اول کے چار مقالوں اور آخر کے گیارھویں اور بارھویں مقالوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کے ترجمہ کے متعلق مولوی کریم الدین لکھتے ہیں [۲]

"ترجمہ اردو زبان میں پانی کر دیا اور بہت اچھی طرح سے ہر ایک شکل کو حل کیا ہے۔"

تحریر اقلیدس ۱۸۴۹ء میں ایک سو پچاس اور ۱۸۵۱ء میں تین سو کی تعداد میں طبع ہوئیں [۳] اس کا مطبوعہ نسخہ ہماری نظر سے گذرا ہے۔

(۲) **ترجمہ سنن ترمذی** :۔ چونکہ یہ کتاب دہلی کالج کے نصاب میں شامل

---

[۱] تحقیق وحدت الوجود والشہود مرتبہ نثار الحق صہ ۲۲ (پاک اکیڈیمی، کراچی ۱۹۶۳ء)

[۲] تذکرہ طبقات الشعرائے ہند صہ ۴۶۴

[۳] صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات از محمد عتیق صدیقی صہ ۱۸۸۔ ۱۹۰ (انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

تھی اس لیے مولانا مملوک العلی نے اس کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا[1]

(۳) **تاریخ یمینی** تاریخ یمینی بھی دہلی کالج کے نصاب میں شامل تھی اس کا اردو ترجمہ بھی مولانا مملوک العلی نے کیا اس کتاب کا خطی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) کے کتب[2] خانہ میں موجود ہے[3]

(۴) **عربی خط (غیر منقوطہ)**:۔ مولوی کریم الدین نے تذکرہ فرائد الدہر میں مولانا مملوک العلی کا ایک عربی خط نقل کیا ہے جو انہوں نے شہزادہ فیروز شاہ کو لکھا تھا۔

مولانا مملوک العلی کے نامور فرزند مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

مولانا محمد یعقوب بن مولانا مملوک العلی، ۱۳ صفر ۱۲۴۹ھ کو نانوتہ میں پیدا ہوئے[1] منظور احمد، غلام حسنین، شمس الضحیٰ ان کے تاریخی نام ہیں قرآن کریم

---

[1] سوانح عمری مولوی محمد قاسم نانوتوی ص ۲

[2] مرحوم دہلی کالج ص ۱۵۲

[3] تذکرہ اہل دہلی (سر سید احمد خاں) مرتبہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ص ۹۸ (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء)

[2] تاریخ یمینی کو اصل عربی میں ڈاکٹر اے۔اسپرنگر پرنسپل دہلی کالج نے ایڈٹ کیا (مرحوم دہلی کالج ص ۱۴۸) اس کتاب کا عربی سے فارسی میں ترجمہ مولانا فضل امام خیرآبادی (ف ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۹ء) نے کیا ہے جو ان کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے حکیم محمود احمد برکاتی صاحب کی عنایت سے ہماری نظر سے گذرا۔ یہ فارسی ترجمہ زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے۔

نانوتہ میں حفظ کیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے جلد سازی سیکھی، طالب علمی کے زمانے میں اپنی کتابوں کی جلدیں خود ہی باندھتے تھے۔ محرم ۱۲۶۰ھ میں جب کہ ان کی عمر تقریباً گیارہ سال تھی تو ان کے والد مولانا مملوک العلی ان کو اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کو بغرض تعلیم دہلی لے گئے میزان منشعب اور گلستاں سے ان کی تعلیم شروع ہوئی۔ اس زمانہ میں ابواب کا سننا اور تعلیلات کا پوچھنا مولانا محمد قاسم کے ذمہ تھا۔ دہلی کالج کے طالب علم رہے علوم متداولہ اپنے والد مولانا مملوک العلی سے حاصل کئے مولانا احمد علی سہارنپوری اور شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ (مطابق ۷ اکتوبر ۱۸۵۱ء) کو مولانا مملوک العلی کا انتقال ہو گیا تو تقریباً ایک سال تک مولانا محمد یعقوب اپنے مکان واقع کوچہ چیلان (دہلی) میں رہے۔ اس کے بعد چالیس روپے ماہوار مشاہرہ پر ملازم ہو کر گورنمنٹ کالج اجمیر چلے گئے[1] اور پانچ سال تک وہاں رہے اس کے بعد سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر ان کا تقرر ہوا اسی زمانہ میں انقلاب ۱۸۵۷ء کا واقعہ ہائلہ پیش آیا۔ اس زمانے میں وہ اپنے وطن نانوتہ ہی میں مقیم رہے۔ ۱۲۶۶ھ میں مولانا محمد یعقوب کا نکاح عمدۃ النساء بنت شیخ کرامت حسین دیوبندی کے ساتھ مبلغ پانچسو روپے مہر کے عوض میں ہوا۔

پہلا سفر حج

مولانا محمد یعقوب نانوتوی ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء) میں پہلی مرتبہ سفر حج کے لئے تشریف لے گئے مولانا محمد یعقوب نے یہ سفر دراصل محمد قاسم نانوتوی کی معیت کی وجہ سے کیا تھا[2] مولانا محمد قاسم نانوتوی انقلاب ۱۸۵۷ء

---

[1] سوانح عمری مولوی محمد قاسم نانوتوی صہ ۶ [2] ایضاً صہ ۱۳

میں شرکت کی وجہ سے حکومت کی نظروں میں مشکوک و مشتبہ تھے اس لئے وہ پوشیدہ طور سے حجاز جانے کی تیاریاں کرتے رہے اور مولانا محمد یعقوب ان کے ہمراہ پنجاب و سندھ ہو کر کشتیوں کے ذریعہ کراچی پہنچے اور وہاں سے بذریعہ جہاز حجاز مقدس کو روانہ ہوئے مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے مولانا محمد قاسم کا نام خورشید حسین[1] لکھا ہے اور بعض جگہ صرف "مولوی صاحب" کہہ کر ان کا ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد قاسم کے علاوہ مولانا منظفر حسین کاندھلوی، مولوی نور الحسن کاندھلوی وغیرہ بھی ساتھ تھے، مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے اس سفر کی ایک یادداشت خود اپنے ہاتھ سے لکھی ہے جو بیاض یعقوبی میں شامل ہے ہم اس کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

۱۰ رجمادی الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۴ رنومبر ۱۸۶۰ء بروز شنبہ مولوی خورشید حسین (مولانا محمد قاسم نانوتوی) کو دیوبند سے اپنے ہمراہ نانوتہ لائے اور نانوتہ سے ۱۵ رجمادی الاول ۱۲۷۷ھ (۲۹ رنومبر ۱۸۶۰ء) بروز پنجشنبہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ دوسرے دن سہارنپور پہنچے وہاں حافظ عابد حسین دیوبند سے مستورات کو لے کر آگئے ۲ ردسمبر ۱۸۶۰ء (یکشنبہ) کو سہارنپور سے ظہر کے بعد روانہ ہوئے پھر سرساوہ، جگادھری، ریتی مارکنڈی اور ملانہ ہوتے ہوئے ۵ ردسمبر ۱۸۶۰ء (چہارشنبہ) کو انبالہ چھاؤنی پہنچے وہاں سب احباب سے ملاقات کی۔ وہیں مولوی منظفر حسین کاندھلوی (ف ۱۲۸۹ھ) کی آمد کی خبر ملی۔ شہر انبالہ میں راؤ عبداللہ خاں، راؤ فاضل بخش خاں اور راؤ امیر علی خاں سے ملاقات ہوئی۔

---

[1] خورشید حسین، مولانا محمد قاسم نانوتوی کا تاریخی نام ہے۔

۶ر دسمبر ۱۸۶۰ء کو انبالہ سے روانہ ہوئے اور ۷ر دسمبر ۱۸۶۰ء (جمعہ) کو سرہند پہنچے مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت مجدد الف ثانی کے مزار کی زیارت کے لئے گئے دوسرے روز سرہند سے روانہ ہو گئے ۹ر دسمبر ۱۸۶۰ء کو لدھیانہ پہنچے۔ یہاں مولوی محمد شفیع صاحب اور مولوی ابوالقاسم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ۱۱ر دسمبر ۱۸۶۰ء کو لدھیانہ سے روانہ ہوئے پھر پڑاؤ جگراؤں، منیاں، گھل ہوتے ہوئے ۱۴ر دسمبر ۱۸۶۰ء کو فیروزپور پہنچے۔ دوسرے دن مولوی نور الحسن اور مولوی مظفر حسین کاندھلوی سے ملاقات ہوئی، پانچ روز کشتیوں اور سامان وغیرہ کے انتظام میں لگے۔ یہاں سے دریائی سفر شروع ہوا۔ ۶ر جمادی الثانی ۱۲۷۷ھ (۲۰ر دسمبر ۱۸۶۰ء) بروز پنجشنبہ یہاں سے روانہ ہوئے اور ۲۶ر دسمبر ۱۸۶۰ء کو پاک پٹن پہنچے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی حافظ عابد حسین اور مولوی مولا بخش صاحب اسی دن بابا فرید الدین گنج شکر کے مزار کی زیارت کے لئے گئے۔ مولوی محمد یعقوب نانوتوی اور قافلہ کے دوسرے لوگ دوسرے دن زیارت کے لئے گئے۔ ایک دن وہاں قیام رہا۔ ۲۸ر دسمبر ۱۸۶۰ء کو پاک پٹن سے چلے اور ۵ر جنوری ۱۸۶۱ء (شنبہ) کو بھاول پور گھاٹ پہنچ کر اکثر اہل قافلہ شہر گئے اور سامان خریدا ۹ر جنوری کو پنجند پہنچے تیسرے روز مٹھن کوٹ پہنچے اور شیخ محمد عاقل نظامی خلیفہ شاہ فخر الدین دہلوی کے مزار کی زیارت کی صبح کو آگے روانہ ہوئے

۶ر رجب ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸ر جنوری ۱۸۶۱ء (جمعہ) کو سکھر پہنچے مولوی عبدالرحمٰن کی مسجد میں نماز ادا کی اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے ملاقات بھی کی ۲۰ر جنوری ۱۸۶۱ء کو روہڑی سے روانہ ہوئے ۲۷ر جنوری ۱۸۶۱ء یکشنبہ کو سیہون پہنچے اور حضرت لعل شاہ باز قلندر کے مزار کی زیارت کی اور صبح کو چل دیئے ۲۰ر

رجب ۱۲۷۷ھ مطابق یکم فروری ۱۸۶۱ء کو گھاٹ گھوڑا باری پہنچے۔ یہاں جہازوں کا انتظام کیا ان کا قافلہ اور دوسرے لوگ تین جہازوں میں آئے۔ یکم رمضان ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۴ر مارچ ۱۸۶۱ء کو کراچی سے روانہ ہوئے۔ ۲۱ر شوال ۱۲۷۷ھ (چہار شنبہ) کو عدن پہنچے دوسرے دن باب المندب سے گزرے اور عصر کے وقت بندر مخہ پہنچے اور قیام کیا۔ اور اکثر اہل قافلہ نے حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی کے مزار کی زیارت کی۔ ۲۳ر ذلقیعدہ ۱۲۷۷ھ مطابق ۳ر جون ۱۸۶۱ء (دوشنبہ) کو پہر دن چڑھے مکہ شریف پہنچے۔ طواف اور سعی کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۸۶۱ء کے آخر میں اس سفر مقدس سے واپسی ہوئی۔[۱]

دار العلوم دیوبند سے تعلق

جب ۱۵ر محرم ۱۲۸۳ھ کو مدرسہ اسلامیہ (دار العلوم) دیوبند قائم ہوا تو مولانا محمد یعقوب صدر مدرس مقرر ہوئے اس وقت مولانا محمد یعقوب سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے اور میرٹھ میں منشی ممتاز علی کے چھاپہ خانہ میں ملازم تھے۔ مولانا محمد یعقوب خود لکھتے ہیں

"منشی ممتاز علی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ کیا مولوی (محمد قاسم) صاحب کو پرانی دوستی کے سبب بلالیا وہی تصیح کی خدمت تھی یہ کام برائے نام تھا مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا احقر اس زمانے میں بریلی اور لکھنو ہو کر میرٹھ میں اسی چھاپہ خانہ میں

[۱] مکتوبات یعقوبی و بیاض یعقوبی ص ۱۳۸ - ۱۴۲

نوکر ہو گیا۔"

انہوں نے اس اسلامی درسگاہ کی مدرسی صرف تیس روپے ماہوار پر قبول کرلی۔

مولانا دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے ۱۹ سال کی مدت تک یہ خدمت جلیلہ انجام دیتے رہے ۱۵۱ طلبہ نے آپ سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ مولوی عبدالحق (پورقاضی) مولانا عبداللہ انبیہٹوی، مولانا فتح محمد تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا خلیل احمد انبیہٹوی، مولانا احمد حسن امروہوی، مولانا فخرالحسن گنگوہی، مولانا حکیم منصور علی خاں مرادآبادی، مفتی عزیز الرحمن دیوبندی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولوی محمد یٰسین دیوبندی، شمس العلماء مولانا حافظ احمد، مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مشاہیر یگانہ علماء مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے تلامذہ میں شامل ہیں۔[۱]

منشی جمال الدین مدارالمہام بھوپال، مولانا مملوک العلی کے شاگرد تھے انہوں نے اسی تعلق کی بنا پر مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو ایک اچھے مشاہرہ پر بھوپال طلب فرمایا۔ مگر قلیل تنخواہ کے باوجود مولانا نے دارالعلوم دیوبند کے ترک تعلق کو پسند نہ فرمایا اور اپنے بھانجے مولانا خلیل احمد انبیہٹوی کو بھوپال بھیج دیا۔[۲]

۱؎ تاریخ دیوبند از مولانا محبوب رضوی ص ۱۴۴

۲؎ سیرت حاجی امداد اللہ ص ۶۷۔ ۶۸ دہلی ۱۹۵۱ء

۱۴ رمضان ۱۲۹۲ھ بروز جمعہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی اہلیہ عمدۃ النساء کا انتقال ہو گیا۔ مولانا محمد یعقوب نے مندرجہ ذیل تاریخ کہی[۱]

چو ذات الصدع گفتم بے سر دل　　　　از یں تاریخ ایں ماتم ہویدا

۱۲۹۶ - ۴ = ۱۲۹۲ھ

یکم محرم ۱۲۹۳ھ کو مولانا محمد یعقوب کا نکاح ثانی مسماۃ اکرامن سکنہ انبیہٹہ کے ساتھ بعوض ایک سو پچاس روپے مہر ہوا۔ یہ خاتون منشی عبدالحق پسر مولوی محمد صابر دیوبندی کی بیوہ تھیں۔ نکاح ثانی کی تاریخ مولانا نے یہ کہی ہے[۲]

ہاتف نے کہا ز روئے بہبود　　　　کیا خوب ہوا نکاح ثانی

۱۲۹۱ + ۲ = ۱۲۹۳ھ

دوسرا سفر حج مولانا محمد یعقوب نانوتوی ۱۲۹۴ھ میں دوسرے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ بھی ۱۸ - ۱۹ علماء کی ایک جماعت ہمراہ تھی۔ مثلاً محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولوی حکیم ضیاء الدین رام پوری، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ ان مشاہیر علماء کے علاوہ اس مقدس قافلہ میں تقریباً سو آدمی تھے[۳] سہارنپور سے بمبئی تک ریل کے ذریعہ گئے اور بمبئی سے یکم ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ کو دخانی جہاز کے ذریعہ روانہ ہوئے ۱۰ ذی قعدہ کو عدن اور ۱۴ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ کو بوقت

۱-۲ مکتوبات یعقوبی و بیاض یعقوبی ص ۱۵۱

۳ ایضاً

ظہر جدہ پہنچے۔ مکہ معظمہ میں یہ قافلہ حاجی امداد اللہؒ کا اور مدینہ میں شاہ عبدالغنی مجددیؒ کا مہمان رہا۔ جمادی الاول ۱۲۹۵ھ میں حج سے واپسی ہوئی [۱]

سلوک و تصوف

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صابری سلسلہ کے نامور شیخ ہیں ان کی نانوتہ میں نہال تھی اور ان کی بہن بھی وہاں بیاہی تھیں اس وجہ سے اکثر ان کا آنا جانا نانوتہ میں رہتا تھا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو بچپن ہی سے حاجی صاحب سے عقیدت پیدا ہو گئی تھی اور پھر وہ حاجی صاحب ہی سے بیعت ہو گئے انہوں نے سلوک و تصوف کی راہیں حضرت حاجی صاحب ہی کے زیر نگرانی طے کیں مصنف اشرف السوانح لکھتے ہیں [۲]

"سب سے زیادہ مقتدر ہستی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جو علاوہ ہر فن میں ماہر ہونے کے بہت بڑے صاحب باطن اور شیخ کامل بھی تھے حضرت (مولانا اشرف علی تھانوی) نے مولانا ممدوح سے بڑے بڑے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں اور زیادہ تر علوم عجیبہ و غریبہ انہیں سے حاصل فرمائے ہیں اور مولانا کے اکثر اقوال و احوال و حقائق و معارف نہایت لطف لے لے کر بیان فرمایا کرتے تھے اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ حلقہ درس کیا ہوتا تھا حلقہ توجہ ہوتا تھا یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے۔

---

[۱] مکتوبات و بیاض یعقوبی ص ۱۴۳-۱۴۴

[۲] اشرف السوانح (حصہ اول) ص ۳۳ طریق القلندر از اشرف علی تھانوی ص ۳۴

آیات کا مطلب بیان فرمار ہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں۔"

مولانا محمد یعقوب پر جذب و کیف کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ سراپا عجز و انکسار تھے۔ دنیا اور علائق دنیوی کو ہیچ سمجھتے تھے اپنی ہستی کو نسیاً منسیاً کر دیا تھا ایک خط میں اپنے مرید منشی محمد قاسم نیانگری کو لکھتے ہیں[1]

"تم اس عاجز کا حال اجمیر سے معلوم کرو کہ ستار اور ناچ رنگ میں گزرتی تھی۔ نماز و جماعت و تقویٰ و طہارت سے کچھ بحث نہ تھی اب ہر چند کہ بظاہر ان باتوں سے توبہ کی اور حضرت مرشد العالم حاجی صاحب مدظلہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا مگر اصلی بات کہاں بدلتی ہے۔ دلیا کا دلیا ہی رہا البتہ ظاہر کی ریا پردہ ان عیوب کا ہو گیا یہ اس کی ستاری کی شان ہے ورنہ عالم الغیوب خوب جانتا ہے کہ باطن اس ناپاک کا کیا کچھ خراب ہے۔"

ایک دوسرے خط میں منشی محمد قاسم کو لکھتے ہیں[2]

"پچاس کی عمر آئی اور یہ یوں ہی گنوائی لڑکپن کے خصائل ہنوز ویسے ہی ہیں ایک وضع نہ بدلی ایک رنگ نہ پلٹا کیسی کیسی صحبتوں میں رہا مگر کسی کا کچھ اثر نہ ہوا ہاں شقی کو کون سعید کرے اصل کا بدل دینا اسی کا کام ہے حضرت مخدوم العالم (حاجی امداد اللہ)

---

[1] مکتوبات یعقوبی در بیاض یعقوبی ص ۱۸

[2] مکتوبات یعقوبی در بیاض یعقوبی ص ۸۱

کی خدمت میں جو کوئی کچھ بھی رہ لیا اس پر ایک اثر ہو گیا کہ
تمام عمر گئی اس کم نصیب جیسا تھا ویسا ہی رہا یہ عمر بیہودہ
کٹی اور آگے اب کیا امید، اب قافیہ تنگ ہے"۔[1]

مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے جو خطوط اپنے مرید منشی محمد قاسم بنانگری کو لکھے ہیں دراصل وہ سلوک و معرفت کا مرقع اور حقائق و تصوف کا دستور العمل ہیں یا سالک کے لئے وہ ایک مکمل ہدایت نامہ ہیں ان خطوط میں ہمیں اکابر صوفیہ کی تعلیمات کی مکمل تصویر ملتی ہے اسی زمانہ میں راقم الحروف کو چشتی سلسلہ کے مشہور شیخ مخدوم جہانگیر اشرف کچھوچھوی (ف ۸۰۸ھ) کے مکتوبات عالیہ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکتوبات یعقوبی، مکتوبات اشرفی (فارسی) کا مختصر اردو اڈیشن ہیں۔ مولانا محمد یعقوب کا مقصود حیات اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، طاعت خداوندی اور محبت باری تعالیٰ تھا اور ان کی زندگی تمام تر اسی سے عبارت ہے مولانا محمد یعقوب مریدین کو بیعت بھی فرماتے تھے ایک خط میں لکھتے ہیں

"اس ناکارہ سے اپنے بعض اقرباء اور بعض اجنبی
عورتیں بہت بیعت ہوئی ہیں"۔

اولاد

مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے دو شادیاں کیں پہلی بیوی عمدۃ النساء بنت شیخ کرامت حسین دیوبندی سے چھ اولادیں، حکیم معین الدین قطب الدین، علاء الدین، جلال الدین، فاطمہ اور خدیجہ ہوئیں۔

---

[1] مکتوبات یعقوبی دبیاض یعقوبی ص ۸۵

مولانا کی دوسری شادی مساۃ اکرامن ساکنہ انبیٹھہ سے ہوئی جو منشی عبدالحق دیوبندی کی بیوہ تھیں۔ جن سے تین اولادیں، فریدالدین لڑکا اور دو لڑکیاں برکت اور ام سلمہ پیدا ہوئیں۔ اول الذکر دونوں کم عمری میں فوت ہوگئیں ام سلمہ منیر احمد انبیٹھوی کو بیاہی تھیں جو مولوی انوار احمد اور مولوی صدیق احمد انبیٹھوی کے بھائی تھے۔ مولوی انوار احمد ہمارے بزرگ اور فاضل دوست مولوی اعجاز الحق قدوسی صاحب کے حقیقی نانا تھے۔

مولوی حافظ محمد علاء الدین شب عید الضحیٰ ۱۳۰۱ھ کو دیوبند میں فوت ہوئے ان کی عمر چوبیس سال تھی حافظ قرآن اور مدرسہ دیوبند سے فارغ التحصیل تھے علاء الدین سے بیس روز پہلے ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۰۱ھ کو حافظ جلال الدین نے انتقال کیا

مولانا کی صاحبزادی فاطمہ کا انتقال ۵ محرم ۱۳۲۸ھ کو ہوا[1] مولانا کے فرزند اکبر حکیم معین الدین نہایت فاضل طبیب تھے۔ مولانا کے پرپوتوں میں ایک صاحب محمد شعیب نانوتوی سے راقم الحروف کی ملاقات ہوئی وہ کراچی میں رہتے ہیں۔

وفات

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا انتقال بمرض ہیضہ ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ (۲۱ دسمبر ۱۸۸۴ء) کو نانوتہ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے بیاض یعقوبی میں کسی کی یادداشت تحریر ہے[2]

شب شنبہ یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ جناب مولوی محمد یعقوب

---

[1] مکتوبات یعقوبی بیاض یعقوبی ص ۱۵۳

[2] ایضاً

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اچانک بعد فراغت نماز عشاء در ہیضہ مبتلا شدہ بیہوش شدند شب دو شنبہ قریب یک بجے وفات از جہاں فانی یافت قبر شریف او شاں در مقام نانوتہ جانب شمال لب سڑک سہارنپور واقع باغ نوکہ او را معین الدین پرورش کردہ است واقع شد انا للہ وانا الیہ راجعون ایں واقعہ جانکاہ است۔"

مولانا امداد صابری صاحب نے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تاریخ وفات ۲۶ ر ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ لکھی ہے اور ایک قطعہ تاریخ بھی نقل کیا ہے[۱] صابری صاحب کا یہ بیان درست نہیں ہے مولانا امداد صابری صاحب کو تسامح ہوا ہے ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ میں شاہ محمد اسحاق نبیرہ شاہ عبدالعزیز کے چھوٹے بھائی شاہ محمد یعقوب (دہلوی) مہاجر مکی فوت ہوئے تھے۔

شعر و شاعری مولانا محمد یعقوب شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے گمنام تخلص تھا انہوں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں ابو ظفر بہادر شاہ کی دلی دیکھی تھی۔ غالب، مومن، ذوق، صہبائی، آزردہ جیسے مشہور روزگار شعرا کی مجالس سخن کے ہنگاموں سے ان کے کان آشنا تھے۔ انہوں نے منشی محمد قاسم نیانگری کو مشورہ دیا کہ وہ درد، سودا اور ذوق کے کلام کو پڑھیں۔ اس میں درد اور اثر ہے

۱؎ سیرت حاجی امداد اللہ ص ۰۰۔

۲؎ نزہۃ الخواطر از حکیم عبدالحئی جلد ہفتم ص ۵۲۴

بیاضِ یعقوبی میں مولانا کا مختصر سا کلام شامل ہے۔ ایک غزل چھوٹی بحر میں ملاحظہ ہو

کاش بیدانہ میں ہوا ہوتا — کاش شیدانہ میں ہوا ہوتا
کاش ہوتا جو تھا وہ سب ہوتا — لیک رسوانہ میں ہوا ہوتا
مرض عشق ہے نصیب میں گر — کاش اچھانہ میں ہوا ہوتا
سب مصائب بہت ہی تھے آساں — مثق سودانہ میں ہوا ہوتا
دیکھتا شمع روئے یار کو اور — اس کا پروانہ میں ہوا ہوتا
ناز معشوق دیکھ کہتا ہوں — اس کا جانانہ میں ہوا ہوتا
اور سب کچھ تو ہوتا اے گمنام — کاش پیدانہ میں ہوا ہوتا

اشعار گفتہ در راہِ مدینہ منورہ

کن بر من خستہ جگر یا رحمۃ للعالمیں — ہم از سر لطفے نظر یا رحمۃ للعالمیں
پا لبستۂ عصیاں حقیر در دست شیطانم اسیر — پر خجلتم افگندہ سر یا رحمۃ للعالمیں
اشکے نہ در چشم بود نہ گرمی در دل مرا — ہم آہ و نالہ بے اثر یا رحمۃ للعالمیں
ہمچوں من سگ را اگر شد بر سر کویت گذر — ایں ہست زاد اوت اثر یا رحمۃ للعالمیں
من بدترین در جہاں من کہتریں کن نگاں — سر گشتہ حیراں در بدر یا رحمۃ للعالمیں
بگذشتہ در عصیاں ہمہ ناکردہ اندر عمر خیر — از حال خود بس بے خبر یا رحمۃ للعالمیں
اے کاش بودے چشم تر از عشق ہم داغ جگر — با دودِ آہِ پر شرر یا رحمۃ للعالمیں
با درد و غم آسودے در رنج و راحت بودمے — عشقت اگر کردے اثر یا رحمۃ للعالمیں
اے کاش در دستِ صبا در کوئے تو بودے ملام — خاک من بے پا و سر یا رحمۃ للعالمیں

ہر کس ازیں در فیضیاب اے کاش ہم روزِ باب   یابد بیاں درگہ گذر یا رحمتہ للعالمیں

از روئے خوبت دیدہ را در خواب ہم یا در خیال   اے کاش دیدے یک نظر یا رحمتہ للعالمیں

گمنام را اندر جہاں پس کیست فرما ملجائے ٥

رفت از درت محروم اگر یا رحمتہ للعالمیں

نعت

بر سرم کوہ گنہ ہے یا رسول   پیش لطفت برگ کاہے یا رسول

بر منِ خستہ جگر ہم کن کرم   از سرِ لطفِ نگاہے یا رسول

گر سلام ما چہ یابد یک جواب   پس بود ایں عز و جاہے یا رسول

نیست در کونین ہم چو من گدا   در دو عالم چوں تو شاہے یا رسول

بر درت با پشت دوتا آمدم   بستہ ام بارِ گنہے یا رسول

با چنیں نالائقی ہا بر درت   یافتم ناگاہ راہے یا رسول

بر درِ فیضت رسیدم کن نگاہ   بر چنیں حالِ تباہے یا رسول

ہیچ کس را نیست درد و درماں   غیر با مداوت پناہے یا رسول

کاش ازیں ہفتہ عشرہ ماندے

بر درت سالے و ماہے یا رسول

قصیدہ لامیہ مدح حاجی امداد اللہؒ اور قصیدۂ میمیہ در نعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سے مولانا محمد یعقوب کے خلوص و جذبات، قدرتِ کلام اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

قصیدہ نعتیہ کے ابتدا کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کہاں کہاں تو پھرائے گی گردش ایام — کبھی تو پائے کہیں خاطر حزیں آرام
خدا کی خوار پھرا میں بہت ہی عالم میں — ہوا حصول نہ مطلب یونہی رہا ناکام
سفر میں گردش قسمت سے کچھ نہ ہاتھ آیا — ملا نہ خاک وہاں جس جگہ کیا تھا قیام
یہ اس طرح سے گزرتی ہے عمر دیکھئے اب — کبھی بھی اپنی خدایا بخیر ہو انجام
شکستہ حال کو اب یاس ہے درستی کی — امید چارہ مرے درد کو خیال ہے خام
مرض کو میرے نہیں اب امید صحت کی — شکستہ ہو کہ درست اب یکساں ہے کام
بھر ہوا سر پہ جو پانی بہت وہ تھوڑا کیا — سرے سے جو ہو خراب اس کو ایک نقص تمام
ہے عیب دار کو کیا اور عیب سے پرہیز — لئیم کو نہ ہو پروا جو اس کی ہووے ملام
نصیب میرے نہیں ہے وہ کون ناکامی — وہ کام کونسا ہے جس سے میں نہیں ناکام
بہت ہی چارۂ تدبیریں میں کی کوشش — مگر یہ زینہ کوتہ نہ پہنچا تا لب بام
جو موت آوے تو اس زندگی سے بہتر ہے — حیات ہے کہ ہے رشک ممات اس کا نام

مولانا کے مرید خاص منشی محمد قاسم نیانگری نے اپنا مکان بنوایا تو مولانا نے اس کی تاریخ کہی۔

میاں قاسم نے اپنے رہنے کو — کیا مکاں یہ بنایا ہے انمول
بہر تاریخ یہ اشارہ ہوا — برکت کی ہے جائے خوبی بول

سنہ ۱۲۹۹ھ

تصانیف مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تمام زندگی درس و تدریس سے عبارت رہی ان کی طبیعت تصنیف و تالیف کی طرف راغب نہ تھی بلکہ

بعض اوقات تو لکھنے سے طبیعت گھبراتی تھی اپنے ایک مکتوب بنام منشی محمد قاسم نیانگری موسولہ ۲۰ر شوال ۱۳۰۱ھ میں لکھتے ہیں [۱]

"ان دنوں کاہلی بہت ہو گئی ہے۔ خاص کر لکھنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے اور جو لکھتا ہوں غلط لکھا جاتا ہے جی بہت گھبراتا ہے حیران ہوں کام میرا لکھنا پڑھنا اور اب اس سے طبیعت کو تنفر ہوا ہے۔ مآل کار کیا ہونا ہے ؟"

بہرحال مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے مندرجہ ذیل تین رسالے یادگار ہیں۔

(۱) سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ۴ر جمادی الاول ۱۲۹۷ھ کو انتقال ہوا تو بعض احباب نے مولانا محمد یعقوب نانوتوی سے درخواست کی کہ مولانا مرحوم کے حالات لکھ دیں مولانا نے ان احباب کی خواہش پر حضرت مولانا مرحوم کے مختصر حالات ایک رسالہ کی صورت میں تحریر فرمائے اور اس رسالہ کا تاریخی نام "حالات طیب جناب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم" رکھا۔ اس کا پہلا اڈیشن ۷ر شوال ۱۲۹۷ھ کو مطبع صادق الانوار بھاولپور (مغربی پاکستان) میں باہتمام حافظ محمد عبدالقدوس قدسی سپرنٹنڈنٹ و ایڈیٹر مطبع، طبع ہوا۔ یہ مختصر سا رسالہ ہے مگر زبان و بیان اور حالات و واقعات کے اعتبار سے نہایت قابل قدر ہے۔ یہ رسالہ بار بار چھپتا رہا ہے۔ مگر پہلا اڈیشن بہت اچھا طبع ہوا ہے۔ اس کا ایک نسخہ ہمیں مخدومی مولوی حکیم محمود احمد صاحب کے ذخیرۂ علمیہ میں دیکھنے کو ملا۔

---

[۱] مکتوبات یعقوبی و بیاض یعقوبی ص ۹۰

(۲) مکتوبات مولانا محمد یعقوب (حصہ اول)

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی خط و کتابت ان کے مرید منشی محمد قاسم نیانگری (اجمیری) سے یکم محرم ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۰۱ھ تک جاری رہی۔ ان خطوط کی تعداد تقریباً ستر ہے یہ خطوط بہت سے استفسارات کے جوابات پر مشتمل ہیں اور راہ سلوک کی دشواریوں کا حل مسائل شرعیہ کا بیان اور طریقت و سلوک کا دستور العمل ہیں، ان خطوط کو منشی محمد قاسم نیانگری نے مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی اجازت سے مرتب کیا اور ترتیب وار جمع کر کے ان کا نام ملفوظات یعقوبی رکھا اور ملا عبداللہ نیانگری نے ایک شعر لکھا۔

چو کردم از پئے نامش تفکر با خوش اسلوبی
زغیب آمد ندا ایں ست ملفوظات یعقوبی

ترتیب کے متعلق ملا عبداللہ نے مندرجہ ذیل ایک قطعہ تاریخ لکھا

شکرانہ واہب العطیات — جس سے ہے کتاب کو مباہات
ترتیب کتاب کا سنہ و سال — ڈھونڈا تو عیاں ہوا "نیوضات"

"۱۲۹۷ھ"

بوجوہ چند مدتوں ان خطوط کی طباعت کی نوبت نہ آئی حالانکہ کئی مرتبہ اس باب میں کوشش کی گئی ۱۳۲۷ھ میں حکیم امیر احمد عشرتی نانوتوی نے ان خطوط کا پہلا حصہ "مکتوبات مولانا محمد یعقوب" کے نام سے مطبع احمدی (بالائے قلعہ) علی گڑھ میں طبع کرایا اس مجموعہ میں اکیس خط شامل ہیں۔

اس کی طباعت کا مندرجہ ذیل قطعہ محمد اعظم پسر حکیم امیر احمد عشرتی نے لکھا

زہے نسخہ ایں بیاض تصوف | شد ایں سالکاں را ظہور عجائب
بگو از دل شوق تاریخ اعظم | پے سال طبعش بدیع الغرائب

(۱۳۲۷ھ)

شروع میں حکیم امیر احمد عشرتی نے تمہید اور منشی محمد قاسم نیانگری نے دیباچہ لکھا ہے۔

(۳) مکتوبات یعقوبی و بیاض یعقوبی

مکتوبات یعقوبی کا صرف ایک حصہ طبع ہو سکا بقیہ مواد کے چھپنے کی نوبت ہی نہ آئی اسی درمیان میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کو مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی بیاض مل گئی۔ پھر مولانا نے منشی محمد قاسم نیانگری کے صاحبزادے قاضی عبدالحق صاحب سے بقیہ خطوط بھی حاصل کر کے اس مجموعہ کو "مکتوبات یعقوبی و بیاض یعقوبی" کے نام سے ۱۹۲۹ء میں طبع کرا دیا۔

پہلا مجموعہ مکتوبات یعقوبی پر مشتمل ہے جس میں ۸۴ خطوط اور چند دوسری تحریرات شامل ہیں۔

دوسرا مجموعہ "بیاض یعقوبی" پانچ حصوں پر بہ تفصیل ذیل مشتمل ہے

پہلا حصہ تاریخی واقعات پر مشتمل ہے مولانا نے پہلے سفر حج (۱۲۷۷ھ) کے اردو میں مفصل حالات بقید تاریخ لکھے ہیں۔ یہ مجموعہ معلومات کا بیش قیمت ذخیرہ ہے دوسرے سفر ۱۲۹۴ھ کے مختصر حالات فارسی زبان میں لکھے ہیں اس کے علاوہ چند تاریخی یادداشتیں شامل ہیں۔

دوسرا حصہ اس میں کتب احادیث کی اسانید عربی زبان میں مندرج ہیں

تیسرا حصہ:۔ منظومات پر مشتمل ہے اس میں پہلا قصیدہ حضرت حاجی امداد اللہ کی مدح میں دوسرا اور تیسرا قصیدہ نعت میں ہے۔ دو مثنویاں، ایک غزل منظوم شجرے اور فارسی کی چند غزلیں اور قطعات شامل ہیں۔

چوتھا حصہ۔ عملیات و تعویذات پر مشتمل ہے

پانچواں حصہ۔ اس میں طبی نسخے دیئے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے مکتوبات یعقوبی اور بیاض یعقوبی کے پہلے چاروں حصوں پر حسب ضرورت مختصر حواشی لکھے ہیں اور پانچویں حصہ کی حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری مقیم میرٹھ نے نظر ثانی اور تصحیح فرمائی ہے۔

مکتوبات یعقوبی و بیاض یعقوبی پر بھی حکیم امیر احمد عشرتی کی تمہید اور منشی محمد قاسم نیا نگری کا دیباچہ شامل ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی رح

ابتدائی حالات

قصبہ نانوتہ کے اکابر میں مولانا محمد قاسم نے جس قدر شہرت پائی اتنی کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس کا سبب ان کا وہ عظیم کارنامہ ہے، جو آج بھی دارالعلوم دیوبند کی شکل میں موجود ہے اور علوم اسلامی کی گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ میں قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام خورشید حسین[۱] ہے۔ ان کے والد شیخ اسد علی مولانا مملوک العلی نانوتوی کے ہم عمر تھے اور ان کے ہمراہ تحصیل علم کی غرض سے دہلی گئے تھے لیکن علم سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے فارسی کی چند کتابوں سے آگے نہ پڑھ سکے اور وطن واپس آگئے، اپنے کاشتکاری کے کاموں میں لگ گئے۔ ان کے عادات و اطوار بھی قصباتی لوگوں کی طرح تھے ایک موقعہ پر مولانا محمد قاسم کے نہایت بے تکلف دوست مولانا فیض الحسن سہارنپوری (ف ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء) نے اسی وجہ سے ان پر "پدر روستائی" کی پھبتی کسی تھی[۲] ایسے باپ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد قاسم جیسا گوہر شب چراغ عطا فرمایا کہ جس کی ضیا باریوں سے ایک عالم مستنیر ہوا۔

۱۔ سوانح عمری مولانا محمد قاسم از مولانا محمد یعقوب نانوتوی ص ۲

۲۔ ارواح ثلاثہ ص ۲۷۰،

تعلیم مولانا محمد قاسم کی تعلیم کا آغاز نانوتہ ہی میں ہوا وہیں انہوں نے قرآن کریم اور مکتبی تعلیم ختم کی اتفاق سے اسی زمانے میں ان کے دادا غلام شاہ اور تفضل حسین سے جھگڑا ہوا جس میں مولانا محمد قاسم کے ماموں فصیح الدین بن وجیہہ الدین کے ہاتھ سے تفضل حسین مارے گئے۔ مولانا محمد قاسم کو دیوبند بھیج دیا گیا یہاں انہوں نے کچھ دنوں مولوی مہتاب علی کے مکتب میں اور شیخ نہال احمد سے پڑھا پھر اپنے نانا کے پاس سہارنپور چلے گئے، جو وہاں وکیل تھے سہارنپور میں انہوں نے مولوی محمد نواز سے عربی کے ابتدائی رسالے پڑھے ۱۲۵۹ھ میں مولوی صاحب کے نانا کا انتقال ہو گیا۔ مولانا محمد قاسم نے دیوبند اور سہارنپور میں رہ کر فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔ ۲ محرم ۱۲۶۰ھ کو مولانا مملوک العلی ان کو اور اپنے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب کو تعلیم کی غرض سے دہلی لے گئے ۱۴ محرم ۱۲۶۰ھ کو مولانا نے کافیہ شروع کیا [۱] پھر مولانا محمد قاسم کو دہلی کالج میں داخل کرا دیا مگر مولانا محمد قاسم امتحان میں شریک نہ ہوئے مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں [۲]

" والد مرحوم (مولانا مملوک علی) نے مولوی (محمد قاسم) صاحب کو مدرسہ عربی سرکاری میں داخل کیا ... جب امتحان سالانہ کے دن ہوئے مولوی صاحب امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا۔ سب اہل مدرسہ کو علی الخصوص

---

[۱] یہ تمام واقعات "سوانح عمری مولانا محمد قاسم" ص ۴-۵ سے ماخوذ ہیں

[۲] سوانح عمری مولانا محمد قاسم ص ۵-۶

ہیڈ ماسٹر صاحب کو کہ اس وقت میں مدرس اول انگریزی کی
تھے نہایت افسوس ہوا"۔[۱]

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے حساب اور اقلیدس کا نصاب قلیل مدت میں ختم کر لیا کہ طلبا اور اساتذہ دونوں کو حیرت ہوئی بلکہ ماسٹر رام چندر نے تو مولوی ذکاء اللہ کے ذریعہ چند سوال بھیجے بالواسطہ امتحان بھی لیا اور مولانا اس میں کامیاب ہوئے مولانا محمد قاسم نے علوم متداولہ کی تکمیل مولانا مملوک العلی اور مفتی صدر الدین آزردہ سے کی اور علم حدیث مولانا احمد علی سہارنپوری اور شاہ عبد الغنی مجددی سے حاصل کیا۔

مطبع احمدی کی ملازمت مولانا نانوتوی کے تلمیذ حکیم منصور العلی علی خان مراد آبادی نے بصراحت بتایا ہے کہ صحیحین اور سنن ثلثہ شاہ عبد الغنی مجددی سے پڑھیں اور سنن ابو داؤد مولانا احمد علی سہارنپوری سے پڑھی[۲] مولانا محمد قاسم نانوتوی نے طالب علمی کے زمانے ہی میں مولانا احمد علی سہارنپوری کے مطبع احمدی (دہلی) میں تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ملازمت کا تعلق پیدا کر لیا تھا[۳] اور پھر ان ہی تعلقات کی بنا پر مولانا نانوتوی نے مولانا سہارنپوری سے سنن ابو داؤد پڑھی ہوگی۔ مولانا نانوتوی کے خاص ہم درس اور رفیق مولانا رشید احمد گنگوہی تھے مولانا گنگوہی کے متعلق یقینی

۱؎ مولانا محمد قاسم نانوتوی رح کے دہلی کالج کے طالب علم ہونے کے متعلق تفصیل سے بحث ہم نے مولانا محمد احسن نانوتوی کے "تعلیم" کے عنوان میں کی ہے اس وقت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حالات شامل کرنے کا ارادہ نہ تھا ورنہ اس بحث کا صحیح محل یہ تھا۔

۲؎ سوانح عمری مولانا محمد قاسم ص ۶ ۳؎ مذہب منصور جلد دوم ص ۱۸۱-۱۸۲

طور سے معلوم ہے کہ بسلسلہ تعلیم ان کا دہلی میں قیام چار سال رہا اور ۱۲۶۵ھ میں وہ فارغ ہو کر وطن چلے گئے [۱]

ہمارا خیال یہ ہے کہ اسی زمانہ میں مولانا نانوتوی بھی فارغ التحصیل ہو چکے ہوں گے اس لئے کہ ۱۲۶۷ھ میں صحیح بخاری کا محشیٰ النسخہ مطبع احمدی دہلی سے شائع ہوا [۲] اور اس میں مولانا نانوتوی نے تصحیح و تحشیہ کے فرائض انجام دیئے تھے لہذا مولانا نانوتوی کا ۱۲۶۶ھ سے قبل فارغ التحصیل ہونا ضروری ہے خیال یہ ہے کہ ۱۲۶۵ھ ہی میں مولانا نانوتوی بھی فارغ ہوئے ہوں گے اس کے بعد ان کا تعلق بصیغہ تدریس مفتی صدر الدین آزردہ کی درس گاہ مدرسہ دار البقاء سے ہو گیا جس کو مؤلف تذکرہ علمائے ہند نے غلطی سے "مدرسہ انگریزی واقع دہلی" لکھ دیا ہے [۳] ممکن ہے مفتی صدر الدین آزردہ کے سرکاری تعلقات کی بنا پر یہ بات لکھ گئی ہو۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے مدرسہ دار البقاء کے تعلق کا ذکر مبہم الفاظ میں کیا ہے [۴] غرض مولانا نانوتوی فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی ہی میں تدریس و تصحیح کتب کے کام میں لگ گئے۔

تحشیہ بخاری: مولانا احمد علی سہارنپوری نے ۱۲۶۲ھ میں حجاز سے واپس

۱۔ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۳۵

۲۔ حیات شبلی ص ۸۵

۳۔ تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی (فارسی) ص ۲۱۰ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

۴۔ سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۶

آنے کے بعد دہلی میں ایک پریس مطبع احمدی کے نام سے قائم کیا تھا اور اس مطبع سے بالخصوص کتب حدیث کی اشاعت کا خوب کام ہوا مطبع احمدی سے ۱۲۶۵ھ میں جامع ترمذی، ۱۲۶۶ھ میں صحیح بخاری [1] اور ۱۲۷۱ھ میں مشکوٰۃ المصابیح نہایت اہتمام سے شائع ہوئیں۔ صحیح بخاری کی تصحیح و تحشیہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی شریک رہے اور اس کام کو انہوں نے باحسن وجوہ انجام دیا جس سے حدیث میں ان کی ژرف نگاری، درک اور ممارست کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی لکھتے ہیں۔

"اسی زمانے میں جناب مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے تحشیہ اور تصحیح بخاری شریف کی کہ پانچ چھ سیپارے آخر کے باقی تھے مولوی صاحب (محمد قاسم نانوتوی) کے سپرد کیا۔ مولوی صاحب نے اس کو ایسا لکھا ہے کہ اب دیکھنے والے دیکھیں کہ اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے اس زمانہ میں بعض لوگوں نے مولوی صاحب کے کمال سے آگاہ نہ تھے جناب مولوی احمد علی صاحب کو بطور اعتراض کہا تھا کہ آپ نے یہ کیا کام کیا کہ آخر کتاب کو ایک نئے آدمی کے سپرد کیا اس پر مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا تھا کہ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بدوں سمجھے بوجھے ایسا کروں اور پھر مولوی صاحب کا تحشیہ

---

[1] حیات شبلی ص ۸۵

[2] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۶-۷

ان کو دکھلایا۔ جب لوگوں نے جانا۔ وہ جگہ بخاری میں سب
جگہ سے مشکل ہے علی الخصوص تائید مذہب حنفیہ کا جو اول
سے التزام ہے اور اس جگہ پر امام بخاری نے اعتراض مذہب
حنفیہ پر کئے ہیں اور ان کے جواب لکھنے معلوم ہے کہ کتنے مشکل
ہیں اب جس کا جی چاہے اس جگہ کو دیکھ اور سمجھ لے کہ کیسا
حاشیہ لکھا ہے اور اس حاشیہ میں یہ بھی التزام تھا کہ کوئی بات
بے سند کتاب کے محض اپنے فہم سے نہ لکھی جائے۔"

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا تعلق مطبع احمدی سے کب تک رہا اس کے متعلق کوئی یقینی معلومات نہیں ملتیں مگر مطبع احمدی دہلی میں انقلاب ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔ اس انقلاب میں یہ مطبع ختم ہوگیا ہمارا یہ خیال ہے کہ جب تک مطبع رہا اسی وقت تک اس مطبع سے مولانا محمد قاسم کا تعلق رہا ہوگا۔

انقلاب ۱۸۵۷ء اور حج بیت اللہ[۱]

انقلاب ۱۸۵۷ء میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی شرکت کا ذکر ہم مولانا محمد احسن کے حالات میں کرچکے ہیں۔ مولانا نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ دار حصہ لیا اور اس کے شدائد و مصائب بھی بھگتے، بوڑیہ، گمتھلہ، لاڈوہ، پنجلاسہ جمنا پار کے مواضع میں روپوش رہے، اسی روپوشی کے سلسلہ میں

---

[۱] مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے اس سفر کی روداد بہت تفصیل سے بیاض یعقوبی میں درج کی ہے جس کا ایک طویل اقتباس ہم مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے سفر حج کے ذیل میں درج کرچکے ہیں دراصل یہی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پہلے سفر حج کی روداد ہے۔

۱۵ر جمادی الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۲۹ر نومبر ۱۸۶۰ء میں نانوتہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، خاص طور سے رفیق سفر رہے، مولانا نانوتوی کا یہ سفر نانوتہ سے فیروز پور تک خشکی سے اور فیروز پور سے گھوڑ ابار ی (کراچی) تک کشتیوں کے ذریعہ ہوا۔

مطبع مجتبائی میرٹھ سے تعلق

مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء میں سفر حج سے واپس آئے اب حالات کچھ سازگار ہو گئے تھے اور معافی کا اعلان ہو چکا تھا، مولانا محمد قاسم نانوتوی مطبع مجتبائی میرٹھ میں تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ملازم ہو گئے اس مطبع کے مالک منشی ممتاز علی بن شیخ امجد علی تھے۔ جو اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے کہتے ہیں کہ وہ فن خوشنویسی میں بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے اور "نزہت رقم" ان کا لقب تھا[۱] مولانا محمد قاسم سے ان کے پہلے سے تعلقات تھے ہمارا خیال ہے کہ منشی ممتاز علی نزہت رقم، مولانا احمد علی سہارنپور کے مطبع دہلی میں ملازم ہوں گے اور وہیں ان کے تعلقات مولانا نانوتوی سے ہوئے ہوں گے۔ مولانا نانوتوی ۱۲۸۵ھ تک اس مطبع سے وابستہ رہے اسی سال مولانا نانوتوی ور منشی ممتاز علی مالک مطبع، حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے منشی ممتاز علی ہجرت کے ارادے سے گئے تھے اس لئے وہ مطبع میرٹھ ختم کر کے گئے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی نے حج بیت اللہ سے واپس آکر مطبع

---

[۱] سوانح قاسمی جلد اول ص ۵۳۳

ہاشمی میرٹھ میں کام کرنے لگے، میرٹھ کے قیام کے زمانے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عبدالجلیل علی گڑھی دش ۱۸۵۷ء) کے فرزند مولوی محمد اسماعیل (ف شوال ۱۳۱۱ھ) کو بخاری پڑھانے کی غرض سے علی گڑھ گئے۔ نو مہینے مولانا نانوتوی کا قیام علی گڑھ میں رہا[1]

۱۲۸۵ھ میں منشی ممتاز علی صاحب ہجرت کے ارادے سے حجاز گئے مگر دوسرے سال ہندوستان واپس آگئے اور اس مرتبہ انہوں نے اپنا پریس "مطبع مجتبائی" کے نام سے دہلی میں قائم کیا اور مولانا محمد قاسم کو مطبع میں تصحیح وغیرہ کا کام کرنے کے لئے دہلی بلالیا۔ چنانچہ مولانا نانوتوی نے تصحیح و تدریس کا کام انجام دیا مطبع مجتبائی سے ۱۲۸۶ھ میں ایک حمائل شریف شائع ہوئی جس کی تصحیح مولانا نانوتوی نے فرمائی ہے مولوی عبدالاحد مرحوم لکھتے ہیں[2]

"خداوند آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ حمائل شریف اب تیسری دفعہ اس مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی۔ ایک دفعہ تو منشی محمد ممتاز علی نزہت رقم مہاجر مکی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھی اور قاسم الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اس کی تصحیح فرمائی"

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس حمائل کی طباعت کے سلسلہ میں دو قطعات

---

[1] تراجم علمائے اہل حدیث از ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی صہ ۳۲۴-۳۲۵ دہلی ۱۹۳۸ء)

[2] خاتمۃ المطبع، حمائل شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۰ھ صہ ۲۹،

تاریخ لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں ؎[1]

(۱)

حمائل کز شرف دارد شرف بر حمائل کا نہا | کہ ایں جا است و برجان است صد گونہ بلا زانہا
نوشت و طبع زد نزہت رقم ممتاز علی قاسم | صحیحش کرد زاں گردید تعویذ دل و جانہا

(۲)

چھاپی وہ حمائل کہ اگر جان کے لب ہوں | بیساختہ بول اٹھے کہ مرغوب چھپی ہے
میں نے بھی کہا مدح میں اور کیونکہ نہ کہئے | کہتے ہیں بتکرار عدد خوب چھپی ہے
ایک راحت دل راحت دل پر ہے مضاعف | کیا لکھی کیا عمدہ خوش اسلوب چھپی ہے
کیا کہنے حمائل کے بہت خوب ہی چھاپی | کیا کہنے ہیں پاکیزہ بہت خوب چھپی ہے

۱۲۸۶ھ | ۱۲۸۶ھ

دارالعلوم کا قیام ۱۸۵۷ء میں سقوط دہلی کے بعد اسلامی درسگاہوں اور مدارس کو سخت نقصان پہنچا بہت سے علماء ختم ہو گئے کچھ حجاز وغیرہ چلے گئے مگر شاہ محمد اسحاق دہلوی کے سلسلہ کے بعض علماء کو ایک درسگاہ قائم کرنے کا خیال ہوا۔ "مولوی فضل الرحمٰن، مولوی ذوالفقار علی اور حاجی محمد عابد حسین صاحب (ف ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قائم کریں۔"[2]

---

[1] خاتمۃ الطبع، حمائل شریف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۰ھ ص ۳۱۔

[2] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۱۴، یہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا بیان ہے مولانا محمد میاں دیوبندی صاحب نے بانیان میں حاجی عابد حسین کے علاوہ مولوی مہتاب علی اور شیخ نہال احمد کا نام لیا ہے ملاحظہ ہو علمائے حق حصہ اول از مولانا محمد میاں ص ۶۶۔۶۷ (دہلی ۱۹۴۷ء)

چنانچہ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو دیوبند کی مشہور چھتہ والی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے کھلے صحن میں اس مدرسہ کا آغاز ہوا جس کی سرپرستی اور رہنمائی مولانا محمد قاسم نے کی اس درس گاہ کے سب سے پہلے طالب علم محمود (شیخ الہند مولانا محمود الحسن) اور پہلے استاد ملا محمود تھے، چندہ کے لئے سب سے پہلے جس نے رومال پھیلایا اور جس نے سب سے پہلے چندہ دیا وہ حاجی عابد حسین تھے تھوڑی ہی دیر میں تقریباً چار سو روپے جمع ہو گئے ۱۹ محرم الحرام کو ایک اشتہار کے ذریعہ قیام مدرسہ کا اعلان کیا گیا۔ پہلے سال کے اختتام تک طلبار کی تعداد اٹھہتر ہو گئی جس میں بیرون ہند کے طلبار بھی شامل تھے طلبا کے اضافہ کے ساتھ مدرسین کا بھی اضافہ ہوا اور چار مدرس اور بڑھائے گئے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ چند ہی سال میں چھتہ کی مسجد ناکافی ثابت ہوئی تو ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں مدرسہ جامع مسجد (دیوبند) میں منتقل ہو گیا۔ مگر جلد ہی یہ جگہ بھی ناکافی ثابت ہوئی تو مولانا محمد قاسم نانوتوی نے دارالعلوم کے لئے آبادی سے باہر ایک کشادہ اور وسیع عمارت کی تجویز پیش کی اور قطعہ اراضی خریدنے کے بعد ۲ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۶ء) کو جمعہ کے دن موجودہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حاجی عابد حسین اور مولانا محمد مظہر کاندھلوی[۱] نے علی الترتیب ایک ایک اینٹ رکھی[۲] مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے

۱؎ یا تو یہ مولانا محمد مظہر نانوتوی ہوں گے ورنہ مولانا مظفر حسین کاندھلوی ہوں گے۔

۲؎ تاریخ دیوبند ص ۲۸۲، مگر مولانا محمد میاں نے حاجی عابد حسین، مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی کے علاوہ چوتھا نام میاں جی منے شاہ صاحب کا لکھا ہے (علمائے حق جلد اول ص ۸۰)

مادہ تاریخ تعمیر "اشرف عمارات" سے نکالا جس سے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۷ء برآمد ہوتے ہیں چونکہ تعمیر کا سال آئندہ سال ہی شروع ہوا اس لئے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۷ء کو آغاز تعمیر قرار دیا گیا[1]

اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں[2]

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک چلن (سلیم الطبع) ہیں کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں کوئی فن ضروری ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو صاحب مسلمانوں کے لئے تو اس سے بہتر کوئی تعلیم اور تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ غیر مسلمان بھی یہاں

۱؎ اس سلسلہ میں راقم کا ایک مقالہ "تحریک دیوبند" مجریہ روزنامہ "انجام" کراچی ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء ملاحظہ ہو

۲؎ اخبار "انجمن پنجاب" لاہور مجریہ ۱۹ فروری ۱۸۷۵ء بحوالہ تاریخ صحافت اردو جلد دوم (حصہ اول) از مولانا امداد صابری ص ۳۳۳-۳۳۴ (مطبوعہ دہلی۔ بغیر سال طباعت)

تعلیم پاوے تو خالی نفع سے نہیں، اے صاحب سنا کرتے تھے کہ ولایت انگلستان میں اندھوں کا مدرسہ ہے یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دو اندھے تحریر اقلیدس کی شکلیں کف دست پر ایسی ثابت کرتے ہیں کہ باید وشاید۔"

دار العلوم دیوبند آج برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی سب سے بڑی دینی درسگاہ ہے اور بین الاقوامی شہرت و عظمت کا مالک ہے۔

۱۲۸۵ھ میں مولانا محمد قاسم دوبارہ حج کے لئے تشریف لے گئے بعض رفقاء مولانا نانوتوی کے ہمراہ تھے [۱]

پادری تاراچند سے مناظرہ

برصغیر پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کے ہم دوش مذہب عیسوی نے بھی فروغ حاصل کیا اور ہر ممکن صورت سے اس مغلوب ملک کو مذہبی حیثیت سے بھی فتح کرنے کی کوشش کی گئی اور کمپنی کی تائید و اعانت سے ملک کے طول و عرض میں مسیحی تبلیغ و تنظیم کے آثار قائم کئے گئے اور انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد تو اس سلسلہ کو بہت وسعت ہوئی پادری بازاروں، میلوں اور عام مجمعوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراضات کرنے لگے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے دہلی کے قیام کے زمانے میں جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ بھی

---

[۱] سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۱۲ تعجب ہے مؤلف تذکرہ مشائخ دیوبند نے اس حج کا ذکر نہیں کیا (تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۱۴۸)

اسی طرح کھڑے ہوکر بازار میں وعظ کہا کریں اور پادریوں کا رد کریں اور ایک روز خود بھی بغیر تعارف اور اظہار نام مجمع میں پہنچے اور ایک پادری تاراچند سے مناظرہ کیا اور اس کو سر بازار شکست دی۔ اس کے بعد ان کا تعارف مشہور مناظر اسلام ابولمنصور ناصر الدین علی دہلوی (ف ۱۳۲۰ھ) سے ہوا۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ تا جمادی الثانی ۱۲۹۲ھ کے درمیان کا واقعہ ہے۔

اس زمانے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی منشی ممتاز علی کے مطبع مجتبائی دہلی میں مقیم تھے۔

میلہ خداشناسی شاہجہان پور

انگریزی حکومت نے ایک خطرناک سازش یہ کی کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کو سیاسی اہمیت حاصل رہی تھی انگریزوں نے اپنی پالیسی کے تحت ہندوؤں کو بڑھایا اور مسلمانوں کو گھٹایا جب معاشی و سیاسی میدان میں ہندو آگے بڑھ گئے تو ان کو مذہبی برتری کی راہ سجھائی اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں مناظرہ کے لئے تیار کیا اور اس کے مواقع بھی بہم پہنچائے گئے کہ ہندو مسلمانوں سے کھلے عام مناظرے کریں۔

شاہجہان پور (یوپی) کے قریب چاندا پور گاؤں میں یہاں کے زمیندار پیارے لال کبیر پنتھی، پادری نولس کی سربراہی اور رابرٹ جارج گری کلکٹر شاہجہاں پور کی تائید و اجازت سے ۸ رمئی ۱۸۷۶ء کو ایک میلہ خداشناسی منعقد ہوا جس میں عیسائی، ہندو اور مسلمان تینوں مذاہب کے نمائندوں کو بذریعہ اشتہارات دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذاہب کی حقانیت کو ثابت کریں، مولانا

محمد منیر نانوتوی اور مولوی الہٰی بخش رنگین بریلوی کی تحریک پر مولانا محمود الحسن، مولوی رحیم اللہ بجنوری اور مولانا فخر الحسن کے ہمراہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اس میلہ میں پہنچے، مولانا نانوتوی کے علاوہ مولانا ابو المنصور دہلوی، مرزا موحد جالندھری، مولوی احمد علی دہلوی، میر حیدر دہلوی، مولوی نعمان بن لقمان اور مولوی رنگین بریلوی بھی شریک ہوئے۔ اور ان تمام علماء نے اس میلہ میں تقاریر کیں اور ان کا خاطر خواہ اثر ہوا مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ابطال تثلیث و شرک اور اثبات توحید میں ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے۔ ایک اخبار لکھتا ہے [۱]

"۸ رمئی سنہ حال (۱۸۷۶ء) کے جلسہ میں مولانا قاسم صاحب نے درس دیا اور فضائل اسلام بیان کئے پادری صاحب نے تثلیث کا بیان عجیب طور سے ادا کیا کہ ایک خط میں تین اوصاف پائے جاتے ہیں، طول، عرض، عمق سو تثلیث ہر طرح ثابت ہے، مولوی موصوف نے اس کا رد اسی وقت کر دیا پھر پادری صاحب اور مولوی صاحب تقریر کے معاملہ میں بحث کرتے رہے اس میں جلسہ برخاست ہو گیا تمام قرب و جوار اور چاروں طرف شور و غل مچ گیا کہ مسلمان جیت گئے جہاں ایک عالم اسلام کا کھڑا ہوتا اس کے ارد گرد ہزاروں آدمی جمع ہو جاتے تھے اول روز کے جلسے میں جو اعتراضات

---

[۱] اخبار "خیر خواہ عالم" دہلی مورخہ ۱۹ رمئی ۱۸۷۶ء بحوالہ تاریخ صحافت اردو جلد دوم (حصہ اول) ص ۴۱ ۴۴۔ ۴۴ نیز دیکھئے دی آریہ سماج انگریزی ص ۲۲ از دیوان چند۔

اہل اسلام کے تھے ان کا جواب عیسائیوں نے کچھ نہ دیا مسلمانوں نے عیسائیوں کے جوابات حرف بحرف دیئے اور فتح یاب ہوئے۔"

دوسرے سال مارچ ۱۸۷۷ء میں یہ میلہ پھر منعقد ہوا۔ اب کی مرتبہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کو اسٹیشن سے مولوی حفیظ الرحمٰن خاں وغیرہ لے گئے اور مولوی عبدالغفور کے مہمان ہوئے۔ اس مرتبہ منشی اندرمن مرادآبادی اور آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند جی (ف ۱۸۸۳ء) بھی شریک ہوئے دیانند جی نے سنسکرت آمیز ہندی میں تقریر بھی کی۔ پادری نولس نے ایک دوسرے پادری اسکاٹ کو بھی بلایا تھا مولانا محمد قاسم کے ہمراہ مولوی محمد علی بچھرایونی تھے، مولانا محمد قاسم کی تقاریر بحث وجود اور توحید اور تحریف پر ہوئیں اور نہایت کامیاب رہیں۔

اس مرتبہ علماء اسلام کے طعام وقیام کے فرائض محمد طاہر موتی میاں[1] نے انجام دیئے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے میلہ خدا شناسی میں دونوں سال شریک ہو کر عیسائیوں اور ہندوؤں کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ ایک بات یہاں خاص طور

---

[1] محمد طاہر موتی میاں کو مولانا مناظر احسن گیلانی نے شاہ مدن شاہ آبادی (ف ۱۱۸۸ھ) کی اولاد لکھا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے، موتی میاں مولوی مدن (مجدالدین) (ف ۱۲۲۶ھ) کے پرپوتے تھے، موتی میاں بن مولوی عبداللہ بن مولوی نظام الدین بن مولوی مجدالدین عرف مولوی مدن ان مولوی مدن نے شاہ عبدالعزیز دہلوی سے علوم معقول پر مباحثہ کیا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ شاہجہان پور از میاں صبیح الدین ص ۱۴۷ - ۱۵۷ لکھنؤ ۱۹۳۲ء)

سے غور طلب ہے کہ "میلہ خدا شناسی شاہجہاں پور" اعلان واشتہار کے ساتھ دو سال منعقد ہوا، اور اس میں ایک طرح سے مذہب اسلام کو چیلنج کیا گیا تھا۔ شاہجہاں پور سے بریلی اور بدایوں بالکل قریب اور متصل اضلاع ہیں مگر اس میلہ میں علمائے بدایوں اور بریلی کی کسی دلچسپی کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

مناظرہ رڑکی شوال ۱۲۹۴ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی علماء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں واپس ہوئے واپسی میں جدہ سے مولانا نانوتوی کی طبیعت خراب ہو گئی، وطن آکر طبیعت کسی قدر سنبھل گئی مگر مرض دفع نہ ہوا، اسی سال شعبان ۱۲۹۵ھ میں رڑکی سے اطلاع ملی کہ پنڈت دیانند جی یہاں پہنچے ہیں اور مذہب اسلام پر اعتراض کرتے ہیں مولانا نانوتوی باوجود کمزوری اور بیماری کے رڑکی پہنچے ہر چند چاہا کہ مجمع عام میں پنڈت جی سے گفتگو ہو جائے مگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور رڑکی سے چل دیے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ایما پر مولانا فخر الحسن اور مولانا محمود الحسن نے عام جلسوں میں تقریریں کیں اور پنڈت جی کو چیلنج دیا۔ مولانا نانوتوی نے پبلک جلسہ میں ان کے اعتراضات کے جواب دیے اور استقبال قبلہ کے جواب میں ایک رسالہ لکھا۔[۱]

اس کے بعد پنڈت دیانند جی میرٹھ پہنچے انہوں نے وہاں بھی وہی انداز اختیار کیا۔ مسلمانان میرٹھ کی درخواست پر مولانا نانوتوی میرٹھ پہنچے پنڈت جی نے

---

[۱] ملاحظہ ہو انتصار الاسلام از مولانا محمد قاسم نانوتوی مرتبہ فخر الحسن ص ۲-۷، (دیوبند ۱۹۵۲ء)

وہاں بھی گفتگو نہ کی اور چلتے بنے مولانا نانوتوی نے میرٹھ میں جلسۂ عام میں تقریر کی اور اعتراضات کے جواب دیئے۔

انتقال

حج سے واپس آنے کے بعد مولانا نانوتوی کی بیماری کا سلسلہ برابر جاری رہا درمیان میں علاج اور دواؤں سے کچھ افاقہ ہو گیا مگر مرض گیا نہیں اور سانس کا دورہ شروع ہو گیا، ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز پنجشنبہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وصال ہوا، بعد مغرب اس "خزانہ خوبی" (۱۲۷۲ھ) کو سپرد زمین کر دیا گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا نانوتوی نے دو صاحبزادے محمد ہاشم اور شمس العلماء حافظ احمد (ف ۳ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۹ء) اور دو صاحبزادیاں اکرامن اور رقیہ یادگار چھوڑیں محمد ہاشم کا جوانی میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا، حافظ احمد صاحب کے دو صاحبزادے مولوی محمد طاہر اور مولانا محمد طیب ہوئے۔ مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند موجود ہیں۔

اکرامن کی شادی مولوی عبداللہ انبیہٹوی سے ہوئی۔ جو صدر شعبہ دینیات، ایم، اے، او کالج (علی گڑھ) تھے۔ رقیہ کی شادی مولوی محمد صدیق گنگوہی سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے مولوی محمد عمر (ناظم متفرقات دار العلوم دیوبند) ہیں[1]

---

[1] مولانا طیب صاحب نے سوانح قاسمی جلد اول (ص ۵۰۴ تا ۵۰۷) کے ایک طویل حاشیہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی اولاد کی تفصیل درج کی ہے۔

تصانیف مولانا محمد قاسم نانوتوی تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں انہوں نے اپنے زمانے کے ان مسائل پر قدم اٹھایا ہے جو اس زمانے میں زیر بحث تھے بلکہ مولانا نانوتوی کی تمام تر تصانیف کسی نہ کسی کے استفسار کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مولانا نانوتوی کے مضامین اور بیان نہایت دقیق اور مشکل ہیں مولوی منصور العلی خاں مرادآبادی لکھتے ہیں۔

"میں نے جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کو خوب دیکھا ہے اور ان کی تقریر بھی سنی ہے اور ان کے خیالات اور اوصاف پر غور کیا ہے ان کا ذہن مصنفین فلسفہ کے ذہن سے بھی عالی تھا وہ ہر مسئلہ شرعی کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے پر اور مسئلہ فلسفی مخالف شرع کو دلائل عقلیہ سے رد کرنے پر ایسے قادر تھے کہ دوسرے کسی عالم کو میں نے ایسی قوت علمیہ اور قوت بیانیہ والا نہیں دیکھا"

چنانچہ اسی قوت علمیہ اور قوت بیانیہ کی پوری پوری جھلک مولانا نانوتوی کی تصانیف میں ملتی ہے منشی ممتاز علی مالک مطبع مجتبائی دہلی نے ۱۲۹۲ھ میں مولانا نانوتوی کی تمام تر تصانیف کی اشاعت کا ایک پروگرام بنایا اور "قاسم العلوم" سلسلہ کے تحت ان کو شائع کرنا شروع بھی کیا مگر افسوس کہ یہ سلسلہ پورا نہ ہو سکا، قاسم العلوم کے صرف چار حصے شائع ہو سکے اس میں گیارہ مکتوب (رسالے) شائع ہوئے ان کا پہلا حصہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ اور چوتھا حصہ جمادی الثانی ۱۲۹۲ھ میں طبع ہوا، ان رسالوں کی تصحیح خود مولانا نانوتوی نے کی ہے اور اس زمانے میں مولانا نانوتوی کا قیام دہلی ہی میں رہا۔ ہمارا خیال ہے کہ

پادری تارا چند کا واقعہ بھی اسی زمانے میں ہوا ہوگا۔ منشی ممتاز علی نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تصانیف کا ایک پروگرام اور اشتہار شائع کیا تھا جس میں ان مکتوبات (رسالوں) کی مکمل فہرست شائع کی تھی اس فہرست کو ہم یہاں مع اشتہار نقل کرتے ہیں

اشتہار قاسم العلوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"جناب مولوی محمد قاسم صاحب کو اکثر صاحب جانتے ہونگے مناقشہ مجادلہ سی حذر کرتے ہیں اور عالم بے تعلقی میں آزادانہ بسر کرتے ہیں اگر کسی صاحب نے کبھی بلاد دور دست سی کسی مسئلہ مشکل وامر مالا ینحل میں کچھ استفسار کیا تو اس کا جواب لکھ دیا ورنہ کسی سے کچھ کام نہیں اور کیونکر ہو نفسانیت کا نام نہیں بندہ اون کی وضع آزادانہ کا عاشق اور اون کے کلام محققانہ کا شائق ہے مدت سے اس فکر میں تھا کہ کسی طرح آپ کا کلام حاصل کیجئے اور چھاپ کر عالی طبعان روزگار کو تماشا قدرت کا دکھا دیجئے مگر کچھ بن نہ آئی تھی حسرت باقی تھی آخر حسن اتفاق سی مولانا دہلی میں کیوں نہ تشریف لے آئیں اور غریب خانہ ہی میں کیوں نہ قیام فرمائیں۔ نہایت خوش ہوا آپ کا کلام حاصل کیا چنانچہ تمام خطوط کو جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے جمع کرکے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس کا نام قاسم العلوم رکھا۔ یہ رسالہ تخمیناً چھ جزو کا مطبع احقر میں تصحیح ومقابلہ

مولوی صاحب ممدوح کے ماہ بماہ ایک مرتبہ چھپ کر شائقین دقائق علم دین و عاشقین جناب محبوب رب العالمین کی خدمت میں ارسال کیا جایا کرے گا۔ اہل شہر کو فی روپیہ ۲۰ جزو اور صاحبان بلاد دور دست کو فی جزو ایک آنہ مع محصولڈاک دیا جایا کرے گا اور قیمت رسالہ کی مشتریان سی ماہ بماہ لی جائے گی جن صاحب کو خریدنا اس رسالہ کا منظور نہ ہو وہ صاحب براہ عنایت رسالہ مرسلہ کی قیمت ارسال فرما کر اپنی مافی الضمیر سی بذریعہ تحریر سگر بخط پیڈ مطلع فرمائیں اور مشتریان اگر ٹکٹ مرسل فرمائیں تو معہ فیس بھجوائیں۔"

المشتہر محمد ممتاز علی مہتمم مطبع مجتبائی دہلی ساکن بازار چاوڑی دہلی

مکتوب اول (فارسی) در جواب شبہ بعض فضلا رکہ در بارہ عدم و مملوکیۃ فدک در رسالہ ہدیۃ الشیعہ تحقیق کردہ شد بدل اوشاں از روایۃ واقدی افتادہ بود (مولوی محمد فاضل صاحب کے خط کے جواب میں لکھا ہے)

مکتوب دوم (فارسی) در شرح حدیث ابی رزینؓ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این کان ربنا قبل ان یخلق خلقہ قال کان فی عماء ماتحتہ ہواء وما فوقہ ہواء وخلق عرشہ علی الماء" کہ در مشکوۃ از ترمذی مروی است

(مفتی حسین احمد صاحب کے خط کے جواب میں لکھا ہے)

مکتوب سوم (فارسی) در تحقیق ما اہل اللہ بہ لغیر اللہ دالفتاح معنی قید عند الذبح کہ
اکثر معاصران انرزودہ اند (مولوی فدا حسین صاحب کے خط کے جواب میں لکھا ہے)
مکتوب چہارم (فارسی) در معصومیۃ انبیاء علیہم السلام و ہم تحقیق حقیقۃ کلی طبعی (یہ
بھی مولوی فدا حسین کے خط کے جواب میں لکھا ہے)
مکتوب پنجم (فارسی) در تطبیق حدیث "المکاتب عبد ما بقی علیہ من مکاتبۃ
درہم رواہ ابو داؤد و حدیث "اذا اصاب المکاتب حدا او
میراثا ورث بحساب ما عتق" رواہ ابو داؤد (مولانا احمد حسن
امروہوی کے خط کے جواب میں لکھا ہے)
مکتوب ششم (فارسی) خط مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی در استفسار جواب شبہات
ملحدان بر معجزات و ثبوت از معجزہ و حصول الیقین از خبر
متواتر (یہ مولوی محمد حسین بٹالوی سرگروہ اہل حدیث کا اصل
خط ہے جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے)
مکتوب ہفتم (فارسی) در جواب شبہات ملحداں بر معجزہ و نبوت ثبوت از معجزہ و
حصول الیقین از خبر متواتر (مولوی محمد حسین بٹالوی (ف
۱۳۳۸ھ) کے استفسار کا جواب ہے)
مکتوب ہشتم (فارسی) در تحقیق و اثبات شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ
موافق قواعد سیاں (مولوی فخر الحسن مدرس مدرسہ
دہلی کے جواب میں لکھا ہے)
مکتوب نہم (فارسی) جواب خرافات علامہ طوسی در بارہ امامت و بیان معنی

اختلاف امتی و حدیث ستختلف الخ (یہ مکتوب بھی مولوی فخر الحسن مدرس مدرسہ دہلی کے جواب میں لکھاہے)

مکتوب دہم (فارسی) در بیان معنی حدیث "لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ" (یہ مکتوب بھی مذکور الصدر کے جواب میں لکھاہے)

مکتوب یازدہم (اردو) تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس معہ اعتراضات علماء دہلی ورد جواب اوشاں معہ اقوال بزرگاں بتائید کلام مولوی صاحب (مولانا محمد احسن نانوتوی کے خط کے جواب میں لکھاہے)

مکتوب دوازدہم (فارسی) در بیان عدم جواز گرفتن سود مسلماناں را در ہندوستان در بیان عدم جواز آمدنی اراضی مرہونہ وغیرہ (مولانا احمد حسن امروہوی کے خط کے جواب میں لکھاہے)

مکتوب سیزدہم در تحقیق معنی بدعت

مکتوب چہاردہم در بیان وجہ اختیار فرمودن چند صفات خداوندی در سورہ "قل اعوذ برب الناس" باآنکہ معوذ عنہ واحد است واکتفا کردن بر یک صفت در سورہ "قل اعوذ برب الفلق" باآنکہ معوذ عنہ متعدد است ودر تحقیق معنی آیت شریفہ وہل نجازی الا الکفور کہ بظاہر حصر ش صحیح نیست

مکتوب پانزدہم در بیان عدم جواز گفتن کلمات ناملایم بشان سید الانبیاء و المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام چنانکہ شعراء زمانہ عادت دارند

مکتوب شانزدہم در بیان عدم صحت خلافت یزید

مکتوب ہفتدہم در بیان معنی حدیث "لا ارا کم فاعلین" کہ امام احمد روایت کردہ اند

مکتوب ہشتدہم بجواب اربعین اعتراضات شیعہ

مکتوب نوزدہم دربیان ثبوت سنت بست رکعت تراویح

مکتوب بستم تقریر دل پذیر دربیان وحدت ورسالت

مکتوب و یکم ہدیۃ الشیعہ

مکتوب بست ودوم آب حیات در تحقیق حیوۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام کہ بضمن جواب فدک تحریر است

مکتوب بست وسوم بجواب شبہات سید احمد خاں صاحب صدر الصدور

مکتوب بست وچہارم در تحقیق معنی حدیث "فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم

مکتوب بست و پنجم رسالہ لحمیہ

قاسم العلوم کے مندرجہ ذیل صرف چار نمبر شائع ہوئے اس رسالہ کا سائز $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$ ہے۔

(۱) قاسم العلوم (نمبر اول) اس میں مکتوب اول اور مکتوب دوم شائع ہوئے ہیں پہلا مکتوب ۱۰ صفحات اور دوسرا مکتوب ۴۶ صفحات پر مشتمل ہے

(۲) قاسم العلوم (نمبر دوم) اس نمبر میں مکتوب سوم، چہارم اور پنجم شامل ہیں مکتوب سوم ۵۴ صفحات، مکتوب چہارم ۱۰ صفحات اور مکتوب پنجم ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے

(۳) قاسم العلوم (نمبر سوم) اس نمبر میں مولوی محمد حسین بٹالوی کا اصل مکتوب (مکتوب ششم) مولانا نانوتوی کا جواب (مکتوب ہفتم) اور مکتوب ہشتم (اشتہار کے مطابق مکتوب دوازدہم) شامل ہیں۔ مولوی محمد حسین کا مکتوب (ششم) ۵ صفحات پر مکتوب ہفتم ۳۲ صفحات اور مکتوب ہشتم ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) قاسم العلوم (نمبر چہارم) اس نمبر میں مکتوب نہم، مکتوب دہم، مکتوب یازدہم (اشتہار کے مطابق مکتوب ہشتم، مکتوب نہم، مکتوب دہم شامل ہیں) مکتوب نہم ۱۷ صفحات مکتوب دہم ۱۹ صفحات اور مکتوب یازدہم ۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

اب ہم مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تصانیف کا تعارف کراتے ہیں جو مطبوع و شائع ہوتی رہی ہیں۔

(۱) تحشیہ بخاری شریف (جزوی)	صحیح بخاری کے آخری حصہ کا تحشیہ کیا ہے جس کا ذکر تفصیل سے پہلے ہو چکا ہے
(۲) آب حیات	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات روحانی و جسمانی کی علمی تحقیق اور فدک کے متعلق اعتراضات کے مدلل جواب دیئے مطبع ہاشمی میرٹھ اور مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی ہے۔

ؔ ان میں سے بہت سے مکتوب رسائل کی شکل میں طبع ہو چکے ہیں۔

(۳) مصابیح التراویح مولوی احمد حسن امروہوی نے آخر رمضان ۱۲۸۶ھ میں اس سلسلہ میں ایک استفسار کیا تھا اس کے جواب میں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے رمضان کے آخری عشرہ میں یہ کتاب لکھ دی ۱۲۹۰ھ میں مطبع ضیائی میرٹھ سے مولوی محمد حیات نے شائع کی ہے۔ آخر میں مولانا شیخ محمد تھانوی کی تقریظ شامل ہے۔

(۴) ہدیۃ الشیعہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے جس میں مولانا نانوتوی نے شیعوں کے اعتراضات کے مفصل اور مدلل جوابات دیئے ہیں ابھی حال میں کراچی سے طبع ہوئی ہے

(۵) الدلیل المحکم علیٰ قراۃ الفاتحہ للموتم قراۃ فاتحہ خلف امام کے بحث پہ ایک مختصر اور جامع رسالہ ہے ہمارے پیش نظر عالمی کتب خانہ لاہور مطبوعہ ۱۹۵۸ء کا نسخہ ہے اس کے آخر میں ایک خط میاں جی گھیسا کے نام شامل ہے جس میں تقلید اور آٹھ رکعت تراویح کا بیان ہے

(۶) اجوبہ اربعین اس میں شیعوں کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

(۷) اسرار قرآنی یہ رسالہ پانچ مکتوبات کے جوابات پر مشتمل ہے جن میں مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بعض مسائل کے متعلق استفسارات کئے گئے ہیں پہلے تین خط مولانا محمد صدیق مرادآبادی، چوتھا مولوی احمد حسن امروہوی اور پانچواں خط مرزا عبدالقادر مرادآبادی کے نام ہے ہمارے پیش نظر کتب خانہ امدادیہ دیوبند مطبوعہ ۱۹۵۲ء کا نسخہ رہا ہے۔

(۸) تصفیۃ العقائد مولانا محمد قاسم نانوتوی اور سرسید احمد خاں بہادر کے درمیان عقائد اسلام سے متعلق ایک مراسلت پیر جی محمد عارف انبیٹھوی کے ذریعہ ہوئی۔ اسی خط و کتابت کو مولوی محمد حیات میرٹھی نے تصفیۃ العقائد کے نام سے چھاپ دیا ہے۔ پہلا خط پیر جی محمد عارف کے نام اور دوسرا خط سرسید احمد خاں کے نام ہے، سرسید احمد خاں کا خط بنام پیر جی محمد عارف بھی اس میں شامل ہے۔

(۹) تحذیر الناس مولانا محمد احسن نانوتوی نے ایک استفتاء بریلی سے اثر ابن عباس کے بارے میں بھیجا تھا مولانا محمد قاسم نے اس کی صحت اور تائید میں جواب لکھا اور اس کا نام تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس رکھا یہ رسالہ سب سے پہلے ۱۲۹۱ھ میں مطبع صدیقی بریلی سے باہتمام مولوی محمد منیر نانوتوی شائع ہوا۔

(۱۰) رد قول الفصیح مولوی فصیح الدین بدایونی (تلمیذ مولانا عبدالقادر بدایونی) نے تحذیر الناس کے رد میں ایک رسالہ قول الفصیح لکھا تھا یہ رسالہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے قول الفصیح کے رد میں لکھا ہے اس رسالہ کا قلمی نسخہ دستخطی مولانا محمد قاسم نانوتوی انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے اس مخطوطہ کا نمبر الف $\frac{1}{106}$ (قلمی) ہے اس کا سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ صفحات ۱۰۷ ہیں۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے خود آخر میں لکھا ہے "میں نے خود اس رسالہ

کی تصحیح کی"۔ ؎

(۱۱) حجۃ الاسلام | میلہ خدا شناسی منعقدہ چاند پور ضلع شاہجہاں پور کے لیے مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ایک تقریر لکھی مولوی فخر الحسن گنگوہی نے اس کا نام حجۃ الاسلام رکھا یہ رسالہ حقانیت اسلام پر ایک مدلل بیان ہے ہمارے پیش نظر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند مطبوعہ ۱۳۵۹ھ کا نسخہ رہا ہے

؎ اس سلسلہ میں ایک کتاب "قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس" خاص طور سے قابل ذکر ہے جو مولانا شیخ محمد تھانوی کی تصنیف ہے اس میں مولانا تھانوی نے دافع الوسواس من انکار اثر ابن عباس کا خاص طور سے رد کیا ہے ان کے پیش نظر مرغوب المسلمین فی رد قول الجاہلین اور نصر المسلمین فی رد قول الجاہلین کا رد بھی رہا ہے اور اثر ابن عباس کی صحت کے قائلین مثل مولانا عبدالحیٔ لکھنوی مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس کا رد بلیغ فرمایا ہے۔

(۱۲) گفتگوئے مذہبی (میلہ خدا شناسی) | ۸، ۷ مئی ۱۸۷۶ء کو جو میلہ شاہجہاں پور کے ضلع میں بمقام چاند پور منعقد ہوا تھا اور اس میں مولانا محمد قاسم نے جو تقریر فرمائی ہے۔ وہ تقریر مختصر سی روداد کے ساتھ اس کتاب میں شامل ہے۔ ہمارے پیش نظر مطبع مجتبائی دہلی مطبوعہ ۱۳۱۲ھ کا نسخہ رہا ہے۔

(۱۳) مباحثہ شاہجہاں پور | ۱۹، ۲۰ مارچ ۱۸۷۷ء میں دوبارہ میلہ خدا شناسی ضلع شاہجہاں پور میں منعقد ہوا اس کی تفصیل اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تقریر اس میں شامل ہے ۱۹۰۴ء کا نسخہ

مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ہمارے پیش نظر رہا ہے۔

(۱۴) انتصار الاسلام مولانا محمد قاسم جب رڑکی تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے تین دن تک پنڈت دیانند جی کے اعتراضات کے جوابات دیئے تھے بعد کو ان تقاریر کو ضبط تحریر میں لے آئے۔ مولوی فخر الحسن نے اس کا نام انتصار الاسلام رکھا۔ اس رسالہ میں پنڈت دیانند جی کے اعتراضات شیطان، جن اور فرشتوں کے وجود خارجی کا خاص طور سے جواب دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں سر سید احمد خاں کے اوہام کا بھی رد کیا ہے کیونکہ انہوں نے بھی ان چیزوں کے وجود سے انکار کیا ہے۔ ہمارے پیش نظر ۱۳۰۷ھ کا نسخہ مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد رہا ہے۔

(۱۵) قبلہ نما پنڈت دیانند جی کا استقبال قبلہ پر اعتراض تھا مولانا نانوتوی نے استقبال قبلہ اور بت پرستی کا فرق اور حقیقت قبلہ کو بیان کیا ہے ہمارے پیش نظر مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ کا نسخہ رہا ہے دراصل یہ انتصار الاسلام کا دوسرا حصہ ہے۔

(۱۶) جواب ترکی بہ ترکی میرٹھ میں آریوں نے مذہب اسلام پر جو تحریری اور تقریری اعتراضات کئے تھے ان کا جواب ہے اس کو مولوی عبد العلی نے مرتب کیا ہے۔ مگر اس کے خیالات و مضامین مولوی محمد قاسم نانوتوی کے ہیں۔

(۱۷) تقریر دلپذیر اس کتاب میں مولانا محمد قاسم نانوتوی نے حقانیت اسلام و توحید و نبوت کو بیان کیا ہے اور عقلی و نقلی

دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نجات کا انحصار اسلام ہی ہے مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۵ء کا مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر رہا ہے۔

(۱۸) توثیق الکلام در مبحث خلف الامام | نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے

(۱۹) تحفہ لحمیہ | اس رسالہ میں مولانا نانوتوی نے گوشت خوری کو عقلاً اور نقلاً ثابت کیا ہے۔

(۲۰) انتباہ المومنین (فارسی) | مولوی الٰہی بخش صاحب کے خط کے جواب میں یہ رسالہ لکھا ہے اس میں شیعی اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں اس رسالہ کے آخر میں مولوی حبیب الرحمٰن ابن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے شاہ اسماعیل شہید کا ایک عربی خط اور اردو ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے۔

(۲۱) فیوض قاسمیہ | اس میں پندرہ مکتوبات کے جوابات بتصریح ذیل شامل ہیں۔

مکتوب اول در تحقیق ایمان شیعہ و خوارج (فارسی)

مکتوب دوم بنام حکیم ضیاء الدین رام پوری، بابت کیفیت مباحثہ مولوی حامد حسین لکھنوی (فارسی)

مکتوب سوم بنام پیر علی مظفر نگری در جواب شبہ شیعہ (اردو)

مکتوب چہارم بنام مرزا قاسم علی بیگ در جواب بعض شبہات شیعہ (فارسی)

مکتوب پنجم بنام مولوی عبد الحق صاحب در تحقیق وراثت (فارسی)

مکتوب ششم بنام محمد صادق صاحب متعلق حکم جمعہ (فارسی)

مکتوب ہفتم بنام حکیم دائم علی صاحب ٹونکی دربیان تصور شیخ (فارسی)

مکتوب ہشتم بنام مولوی عبداللہ چند مسائل کا ذکر ہے (اردو)

مکتوب نہم بنام نصراللہ خاں صاحب متعلق ایمان و کفر یزید (اردو)

مکتوب دہم متعلق نذر بتاں (اردو)

مکتوب یازدہم وجہ جہر قراۃ در سہ نماز (فارسی)

مکتوب دوازدہم بنام حکیم ضیاء الدین در تحقیق معنی سنت و بدعت (اردو)

مکتوب سیزدہم بنام مولوی عبداللطیف دربیان علم غیب (فارسی)

مکتوب چہاردہم بنام حکیم عبدالصمد دربیان تصور شیخ (فارسی)

مکتوب پانزدہم بنام ضیاء الدین در تحقیق نفس (فارسی)

اس مجموعہ کو مولوی حافظ محمد عبدالعدل صاحب خلف حافظ عنایت علی ساکن پھلت ضلع مظفر نگر نے ۱۳۰۳ھ میں جمع کیا تھا اور یہ مجموعہ سب سے پہلے ۱۳۰۴ھ میں مطبع ہاشمی میرٹھ میں طبع ہوا یہ پہلا حصہ ہے اس میں دوسرے حصہ کا اشتہار بھی شامل تھا دوسرے حصہ کی فہرست مضامین درج ذیل ہے[۱]

(۱) در مقدمہ بیان تقدیر (۱۲) درباب تاویل آیہ انا اول المومنین

(۲) دربارۂ تقلید (۱۳) صفت نفس و چند مسائل

(۳) متعلق بہ بست رکعت تراویح (۱۴) وحدت الوجود و سماع موتیٰ[۱]

---

[۱] فیوض قاسمیہ کا دوسرا حصہ شائع نہیں ہوا اور اس فہرست میں سے بعض رسالے مستقل صورت میں طبع ہو چکے ہیں

(۴) در مقدمہ عناد و نظارہ و تقلید
(۵) دربیان دیدار خداوندی و امکان وامتناع نظیر
(۶) مکتوب تحذیر الناس
(۷) در تحقیق معنی آیت ہل نجازی الا الکفور
(۸) در تحقیق معنی حدیث فضل العالم علی العابد
(۹) بجواب شبہ پادریاں
(۱۰) جواب شبہ پادریاں
(۱۱) احوال مباحثہ رڑکی
(۱۵) وحدت الوجود
(۱۶) معمولات وظائف
(۱۷) متعلق اولاد
(۱۸) متعلق وظائف
(۱۹) مسئلہ طلاق وبعض وظائف
(۲۰) ذکر لطائف
(۲۱) تاویل خواب

★ ★

---

(۲۲) جمال قاسمی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے دو خطوط کا مجموعہ ہے جو انہوں نے محمد جمال الدین دہلوی کو لکھے تھے جمال الدین نے ۱۲۹۵ھ میں ان کو مرتب کیا اور جمال قاسمی ان کا نام رکھا ہے۔

(۱) مکتوب اول دربیان وحدت الوجود (۲ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ)
(۲) مکتوب دوم دربیان سماع موتیٰ (۳ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ)

مطبع مجتبائی میں ۱۸۹۲ء میں یہ رسالہ طبع ہوا ہے۔

(۲۳) لطائف قاسمیہ اس رسالے میں مندرجہ ذیل خطوط شامل ہیں
(۱) مکتوب بنام محمد صدیق مرادآبادی بابت حیات النبی
(۲) دربیان اثبات تراویح
(۳) مکتوب مولانا رشید احمد بنام عبدالرحیم خاں بابت تراویح

(۴) بنام محمد صدیق در فضیلت علم

(۵) در جواب سوال حافظ بشیر الدین مراد آبادی

(۶) بنام مرزا عبد القادر بیگ

(۷) بنام مرزا محمد عالم بیگ

(۸) " " " " "

(۹) میر محمد صادق بابت تحقیق جمعہ

یہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی میں ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوئی ہے۔

(۲۴) مکتوبات قاسمیہ اس مجموعہ میں خلیفہ بشیر احمد دیوبندی کے نام مولانا نانوتوی کے آٹھ خط شامل ہیں جن میں تصوف و سلوک کے مسائل بیان کئے گئے ہیں آخر میں حاجی امداد اللہ صاحب کے آٹھ خط اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا ایک خط بھی شامل ہے۔

(۲۵) الاجوبتہ الکاملہ فی الاسولۃ الخامسہ شیعت کے رد میں ہے۔

(۲۶) قصائد قاسمیہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کو شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تو یہ روایت ہے کہ بچپن میں مولانا محمد قاسم نے بعض قصوں کو نظم بھی کیا تھا یہ مولانا نانوتوی کے چند قصائد کا مجموعہ ہے قصیدہ اول حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے اس کے علاوہ تین قصیدے سلطان عبد الحمید کی مدح میں ہیں پہلا اردو میں دوسرا فارسی

اور ایک عربی زبان میں ہے۔ اس مجموعہ میں مولانا ذوالفقار علی، مولانا فیض الحسن اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے عربی قصائد بھی سلطان عبدالحمید کی مدح میں ہیں۔ آخر میں مولانا محمد قاسم کا نظم کیا ہوا چشتیہ صابریہ شجرہ بھی شامل ہے۔

تمت بالخیر

تقاریظ

۱۔ مولانا محمد طیب، مہتمم دارالعلوم، دیوبند

آپ نے مولانا محمد قاسم نانوتوی رح کے ایک بڑے اہم مخطوطہ کا انکشاف فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔۔۔۔ آپ علمائے کرام کے حالات پر جس محنت وتحقیق اور تفصیل سے لکھ رہے ہیں وہ یقیناً قابل ستائش ہے

۲۔ مولانا محمد میاں، ناظم جمعیتہ العلمائے ہند، دہلی

"العلم" کے مطالعہ سے مشرف ومحظوظ ہوا، مولانا محمد احسن صاحب رح کے بارے میں جو کچھ جنابنے تحریر فرمایا وہ فی الحقیقت ریسرچ اور تحقیق کی بہترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جد وجہد مقبول ومشکور فرمائے۔

۳۔ مولوی محبوب رضوی، مہتمم شعبہ تاریخ دارالعلوم، دیوبند

مولانا محمد احسن رح پر آپ کا گرانقدر مضمون پڑھا، بظاہر کوئی غلطی یا کمی نظر نہیں آئی، میرے خیال میں اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ جو کچھ لکھا جا سکتا ہے آپ نے نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ کما حقہ اس کا حق ادا کر دیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۴۔ پروفیسر حامد حسن قادری مرحوم (کراچی)

العلم (کراچی) میں مولانا محمد احسن نانوتوی پر آپ کا ایک مفصل مضمون نظر سے گزرا۔ بہت خوشی ہوئی آپنے بہت محنت اور تحقیق سے نانوتوی صاحب کے حالات لکھے ہیں اللھم زد فزد۔ میں چاہتا ہوں آپ اس کا خلاصہ کر دیں تاکہ میں اپنی کتاب داستان تاریخ اردو میں شامل کر سکوں۔

کتابیات

آب حیات — مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی)

ابطال اغلاط قاسمیہ — عبد الغفار
(مطبوعہ بمبئی بغیر سال طباعت)

۱۸۵۷ء اور جانبازان حریت — مولانا محمد میاں
(دہلی ۱۹۶۰ء)

آثار الصنادید — سرسید احمد خاں
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۶ء)

احسن المسائل — مولانا محمد احسن نانوتوی
(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۴ھ)

اخبار الصنادید (جلد اول) نجم الغنی رام پوری
(لکھنؤ ۱۹۱۸ء)

اخبار الصنادید (جلد دوم) نجم الغنی رام پوری
(رام پور ۱۹۱۸ء)

اختر شاہنشاہی — حاجی محمد اشرف
(لکھنؤ ۱۸۸۸ء)

ارواح ثلاثہ (ترتیب و اصلاح مولانا اشرف علی تھانوی)
(مظاہر العلوم سہارنپور ۱۳۷۰ھ)

ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ دہلوی
(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

اسرار قرآنی مولانا محمد قاسم نانوتوی
(کتب خانہ امدادیہ ۱۹۵۲ء)

اکمل التاریخ (جلد اول) محمد یعقوب ضیاء القادری
(بدایوں ۱۹۱۵ء)

الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی محمد محسن ترہتی
(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء)

امداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی
(تھانہ بھون ۱۹۲۹ء)

انتصار الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع گلزار ابراہیم مراد آباد ۱۳۰۷ھ)

انوار العارفین محمد حسین مراد آبادی
(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۹۰ھ)

بیاض شمس العلماء سید احمد امام جامع مسجد دہلی (قلمی)
(مملوکہ سید یوسف بخاری، کراچی)

بیاض مولانا محمد احسن نانوتوی (قلمی) (مملوکہ عزیز حسن، کراچی)

تاریخ ادبیات ہندی وہندوستانی (اردو ترجمہ)
گارساں دتاسی (ترجمہ للین نذر)
(ٹائپ شدہ مملوکہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، کراچی)

تاریخ اودھ (جلد دوم)
نجم الغنی رام پوری (لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

تاریخ پنجاب مسمیٰ بہ گلشن پنجاب پنڈت دیبی پرشاد
(مطبع عمدۃ الاخبار بریلی ۱۸۵۰ء)

تاریخ دیوبند سید محبوب رضوی
(دیوبند ۱۹۵۲ء)

تاریخ روہیل کھنڈ نیاز احمد خاں ہوش
(مطبع روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی ۱۸۶۶ء)

تاریخ شاہجہان پور صبیح الدین میاں
(لکھنؤ ۱۹۳۲ء)

تاریخ صحافت اردو (جلد دوم) مولانا امداد صابری
(مطبوعہ دہلی، بغیر سال طباعت)

تاریخ عروج عہد سلطنت انگلشیہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی
(شمس المطابع دہلی ۱۹۰۴ء)

تاریخ یمینی (فارسی ترجمہ) (قلمی) از مولانا فضل امام خیرآبادی
(مملوکہ فضل حمید، لاہور)

تاریخ قنوج (قلمی، مرتبہ ۱۲۷۸ھ) نواب صدیق حسن خاں
(مخزونہ مسلم یونیورسٹی، لائبریری، علیگڑھ)

تبعید الشیاطین بامداد جنود الحق المبین مولوی عبدالصمد سہسوانی
(انسٹی ٹیوٹ پریس علی گڑھ ۱۲۸۷ھ)

تحذیر الناس مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۹۱ھ)

تحفۃ المحصنین مولانا محمد احسن نانوتوی
(مطبع مصطفائی کانپور ۱۲۶۹ھ)

تحقیقات محمدیہ حل اوہام نجدیہ مولوی فضل مجید بدایونی
(مطبع الٰہی آگرہ ۱۲۸۹ھ)

تحقیق وحدت الوجود والشہود مرتبہ نثار الحق
(پاک اکیڈیمی، کراچی ۱۹۶۳ء)

تذکرہ رحمانیہ الطاف حسین حالی
(نقوش لاہور، اپریل ۱۹۵۳ء)

تذکرہ اہل دہلی (سرسید احمد خاں) مرتبہ قاضی احمد میاں اختر
(انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء)

تذکرۃ الرشید (جلد دوم)
مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (میرٹھ ۱۹۰۵ء)

تذکرہ طبقات الشعرائے ہند مولوی کریم الدین
(مطبع العلوم مدرسہ دہلی سنہ ۱۸۴۸ء)

تذکرہ علمائے ہند (فارسی) مولوی رحمان علی
(نول کشور پریس لکھنؤ سنہ ۱۹۱۴ء)

تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) (اردو ترجمہ)
مترجمہ ومرتبہ محمد ایوب قادری
(پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی سنہ ۱۹۶۰ء)

تذکرہ فرائد الدہر مولوی کریم الدین پانی پتی
(مطبع العلوم مدرسہ دہلی سنہ ۱۸۴۷ء)

تذکرہ کاملان رام پور احمد علی خاں شوق
(دہلی سنہ ۱۹۲۹ء)

تذکرہ مشائخ دیوبند مفتی عزیز الرحمن
(زرین کتب خانہ، بجنور سنہ ۱۹۵۸ء)

تذکرہ مشاہیر کاکوری محمد علی حیدر
(اصح المطابع لکھنؤ سنہ ۱۹۲۷ء)

تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی سی۔ایف۔اینڈریوز
ترجمہ ضیاء الدین برنی (تعلیمی مرکز، کراچی سنہ ۱۹۵۲ء)

تراجم علمائے اہل حدیث ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
(دہلی سنہ ۱۹۳۸ء)

تصفیۃ العقائد (کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، بغیر سال طباعت)

تقریر دلپذیر مولانا محمد قاسم نانوتوی

(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال مفتی حافظ بخش بدایونی

(مطبع بہارستان کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۲ھ)

تنبیہ الرفیق علی مغالطہ ثبوت الحق الحقیق مولانا محمد احسن نانوتوی

(قیصری پریس بریلی بغیر سال طباعت)

تواریخ ضلع بریلی (قلمی) منشی گلزاری لال

(مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی)

تہذیب الایمان مولانا محمد احسن نانوتوی

(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۷ھ)

جمال قاسمی (مکتوبات مولانا محمد قاسم نانوتوی)

مرتبہ جمال الدین دہلوی

(مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۱ء)

حالات مشائخ کاندھلہ مولوی احتشام الحسن کاندھلوی

(ادارہ اشاعت دینیات، دہلی ۱۳۸۳ھ)

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی

(کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، ۱۳۵۹ھ)

حمائل شریف (خاتمۃ الطبع) (مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۳۰ھ

حمایت الاسلام مولانا محمد احسن نانوتوی
(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۹۰ھ)

حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ) تصحیح و ترتیب مولانا محمد احسن نانوتوی
(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۰ھ)

حیات اعلیٰ حضرت (جلد اول) مولانا ظفر الدین بہاری
(کراچی ۱۹۵۵ء)

حیات جاوید (سوانح عمری سرسید احمد خاں)
خواجہ الطاف حسین حالی (آگرہ ۱۹۰۳ء)

حیات حافظ رحمت خاں سید الطاف علی بریلوی
(نظامی پریس بدایوں ۱۹۳۳ء)

حیات شبلی مولانا سلیمان ندوی
(اعظم گڑھ ۱۹۴۳ء)

حیات العلماء عبد الباقی سہسوانی
(لکھنو ۱۹۲۲ء)

حیات النذیر افتخار عالم مارہروی
(شمسی پریس دہلی ۱۹۱۲ء)

خطبات گارساں دتاسی (اورنگ آباد دکن ۱۹۳۵ء)

خیر متین ترجمہ حصن حصین مترجمہ مولانا محمد احسن نانوتوی
(دہلی ۱۳۱۰ھ
۱۸۹۲ء)

داستان تاریخ اردو — حامد حسن قادری
(آگرہ ۱۹۴۱ء)

دافع الوسواس فی اثر ابن عباس — مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی
(مطبع علوی لکھنؤ ۱۲۹۰ھ)

دہلی کا آخری سانس (اقتباسات احسن الاخبار بمبئی ۱۸۴۶-۴۷ء)
مترجمہ سید محمد ناصر دہلوی
(شائع کردہ خواجہ حسن نظامی، دہلی ۱۹۲۵ء)

رپورٹ جنرل کمیٹی، دہلی کالج ۱۸۴۱-۴۲-۴۳-۵۱ء
(فوٹو اسٹیٹ کاپی، مملوکہ بیگم رضیہ بشیر، کراچی)

رد قول الفصیح (قلمی) — مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مخزونہ کتب خانہ خاص، انجمن
ترقی اردو، کراچی)

رسالہ عروض — مولانا محمد احسن نانوتوی
(الہ آباد ۱۸۷۱ء)

سفرنامہ مخلص — آنندرام مخلص (مرتبہ ڈاکٹر اظہر علی)
(رام پور ۱۹۴۷ء)

سلک مروارید (ترجمہ عقد الجید) — مترجمہ مولانا محمد احسن نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

سوانحات المتاخرین آنولہ (قلمی (مملوکہ محمد ایوب قادری، کراچی)
حکیم عبدالغفور

سوانح عمری مولوی سمیع اللہ خاں — مولوی ذکاء اللہ دہلوی
(مطبع انوار الاسلام حیدر آباد دکن ۱۹۰۹ء)

سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی — مولانا محمد یعقوب نانوتوی
(مطبع صادق الانوار، بہاولپور ۱۲۹۷ھ)

سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی — مولوی محمد یعقوب نانوتوی
(کتب خانہ امدادیہ دیوبند، بغیر سال طباعت)

سوانح قاسمی (جلد اول) — مناظر احسن گیلانی
(دار العلوم دیوبند ۱۳۷۳ھ)

سوانح قاسمی (جلد دوم) — مناظر احسن گیلانی
(دار العلوم دیوبند ۱۳۷۳ھ)

سیرت حاجی امداد اللہ — از مولانا امداد علی صابری
(دہلی ۱۹۵۱ء)

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک — عبید اللہ سندھی
(کتاب خانہ پنجاب، لاہور ۱۹۴۲ء)

شجرہ شیخ زادگان نانوتہ (قلمی)
مملوکہ و مرتبہ منشی ظفر احمد نانوتوی (کراچی)

شفاء قاضی عیاض تصحیح و حواشی از مولانا احمد حسن مراد آبادی و مولانا محمد احسن نانوتوی

(مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۷ھ)

صوبہ شمالی مغربی کے اخبارات و مطبوعات محمد عتیق صدیقی

(انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ ۱۹۶۲ء)

طوالع الانوار مولوی انوار الحق بدایونی

(صبح صادق پریس سیتاپور ۱۲۸۹ھ)

علمائے حق (حصہ اول) مولوی محمد میاں (دہلی ۱۹۴۷ء)

عین الیقین مرتبہ مہدی حسن

(مطبع فاروقی دہلی سن طباعت ندارد)

غایۃ الاوطار مولانا محمد احسن نانوتوی

(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۳ء)

فتاوائی بے نظیر در نفی مثل آنحضرت بشیر و نذیر

(مطبع اسدی لکھنؤ ۱۲۹۰ھ)

فتاوای عزیزی تصحیح و ترتیب مولانا محمد احسن نانوتوی

(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ)

فرنگیوں کا جال مولانا امداد صابری (دہلی ۱۹۴۹ء)

فضائل صحابہ و اہل بیت شاہ عبد العزیز دہلوی

(پاک اکیڈیمی، کراچی ۱۹۶۵ء)

فیوض قاسمیہ مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۳۰۴ھ)

قاسم العلوم (نمبر اول) مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹۲ھ)

قاسم العلوم (نمبر دوم) مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹۲ھ)

قاسم العلوم (نمبر سوم) مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹۲ھ)

قاسم العلوم (نمبر چہارم) مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی) ۱۲۹۲ھ

قبلہ نما مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین شاہ ولی اللہ)
تصحیح و ترتیب مولانا محمد احسن نانوتوی
(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ)

قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس مولانا شیخ محمد تھانوی
(اعلیٰ پریس میرٹھ ۱۲۹۵ھ)
۱۸۷۸ء

مباحثۂ شاہجہان پور مولانا محمد قاسم نانوتوی

(مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰۴ء)

قصائد قاسمی مولانا محمد قاسم نانوتوی

(مطبع مجتبائی دہلی بغیر سال طباعت)

قواعد اردو (حصہ چہارم) مولانا محمد احسن نانوتوی

(میرٹھ ۱۹۰۵ء)

کرامات امدادیہ مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی

(مطبع انتظامی کان پور ۱۳۱۷ھ)

مجموعۃ الفتاویٰ (جلد اول) مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی

(مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۱ھ)

کشاف (ترجمہ الانصاف) مترجمہ مولانا محمد احسن نانوتوی

(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ)

کلیات جادولیہ فی احوال اولیاء اللہ آفتاب بیگ

(دہلی ۱۳۲۳ھ)

گفتگوئے مذہبی (میلہ خداشناسی) مولانا محمد قاسم نانوتوی

(مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۲ھ)

لائل محمڈنس آف انڈیا سرسید احمد خاں

(مفصلائٹ پریس آگرہ ۱۸۶۱ء)

لطائف قاسمیہ — مولانا محمد قاسم نانوتوی
مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ

ماثر صدیقی (جلد اول) — نواب علی حسن خاں
نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۸ء

محاربۂ عظیم — کنہیا لال
(نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۶ء)

مذاق العارفین — مولانا محمد احسن نانوتوی
(نول کشور پریس ۱۸۸۷ء)

مذہب منصور (جلد دوم) — منصور العلی خاں
(حیدر آباد دکن، بغیر سال طباعت)

مصابیح التراویح — مولانا محمد قاسم نانوتوی
(مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۹۰ھ)

مرحوم دہلی کالج — مولوی عبدالحق
انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ۱۹۴۵ء

مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء (قلمی) — محمد حسین بن بخشش علی
(مخزونہ کتب خانہ قادریہ، بدایوں)

مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ
مولانا عبدالحئی فرنگی محلی
(مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۲۳ء)

مفید الطالبین مولانا محمد احسن نانوتوی
(دار الاشاعت، کراچی بغیر سال طباعت)

مکتوبات مولانا محمد یعقوب از مولانا محمد یعقوب نانوتوی
مرتبہ حکیم امیر احمد عشرتی
(مطبع احمدی علی گڑھ سنہ ۱۳۲۷ھ)

مقالات شروانی نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی
(شروانی پرنٹنگ پریس علیگڑھ سنہ ۱۹۴۶ء)

مکتوبات یعقوبی و بیاض یعقوبی مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی
(دہلی سنہ ۱۹۲۹ء)

مناظرہ احمدیہ مرتبہ محمد نذیر سہسوانی
(مطبع شعلہ طور کان پور سنہ ۱۲۸۹ھ)

نافعہ خریداران مولانا محمد احسن نانوتوی
(مطبع نظامی کان پور سنہ ۱۲۷۵ھ)

نفحۃ الیمن احمد شروانی
تصحیح و حواشی مولانا محمد احسن نانوتوی (مطبع مجتبائی دہلی)

واقعات دار الحکومت مولوی بشیر الدین
(آگرہ سنہ ۱۹۱۹ء)

ہدیۃ الشیعہ مولانا محمد قاسم نانوتوی
(کتب خانہ حقانیہ، کراچی سنہ ۱۳۸۲ھ)

ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ابوالحسنات ندوی
(اعظم گڑھ ۱۹۳۶ء)

یادگار دہلی سید احمد ولی اللہی (دہلی ۱۹۰۴ء)

یادگار ضیغم عبداللہ خاں ضیغم
(مطبع گلزار دکن حیدرآباد دکن ۱۳۰۳ھ)

یہ دلی ہے سید یوسف بخاری (کراچی ۱۹۶۳ء)

رسائل و جرائد

"استدراک" از مولانا محمد طیب "دارالعلوم" دیوبند جنوری ۱۹۵۶ء

تحریک دیوبند محمد ایوب قادری
انجام (کراچی) مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۶۴ء

غالب اور قاری جعفر علی از صغیر اصغر جارچوی
ماہ نو، کراچی فروری ۱۹۶۵ء

مفتی حافظ بخش بدایونی از محمد ایوب قادری
العلم کراچی جنوری تا مارچ ۱۹۵۷ء

مولانا خرم علی بلہوری اور ان کی علمی خدمات کا تفصیلی جائزہ
از مولوی عبدالحلیم چشتی
مطبوعہ معارف اعظم گڑھ مئی تا جولائی ۱۹۵۷ء

مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم از سر سید احمد خاں
علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۵ء

طریق القلندر کحریق السمندر از مولانا اشرف علی تھانوی
(مکتبہ تھانوی، کراچی سنہ ۱۹۶۰ء)

(انگریزی کتب)

(1) The Arya Samaj
by Diwan Chand
Lahore - 1942.

(2) Bareilly College
Prospectus, 1960-61
(Bareilly - 1960)

(3) Freedom Struggle in Uttar Pradesh vol V
(Lucknow, 1960)

(4) Fifty Seven
by Henery George Keene
(London, 1883)

(5) Histoire De la Litterature Hindoue et Hindoustanie
by M. Garcin De Tassy.
Paris, 1870

اشاریہ:- اعلام

الف

ع

غ

کُتب

اماکن

محمد ایوب قادری صاحب کی مرتبہ کتابیں

وقائع عبدالقادر خانی

مولوی عبدالقادر رام پوری (۱۷۸۰ء — ۱۸۴۸ء) اپنے زمانے کے نامور عالم اور فاضل تھے۔ انہوں نے تحصیل علم کے بعد انگریزی حکومت کی ملازمت اختیار کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز شمال ہند میں اپنی حکومت کو مضبوط سے مضبوط تر کر رہے تھے۔ مولوی عبدالقادر نے اپنے خود نوشت حالات فارسی زبان میں لکھے تھے اس کتاب میں روہیل کھنڈ، بنگال، دہلی اور راجپوتانہ، جے پور، جودھ پور وغیرہ کے متعلق نہایت نادر معلومات ملتی ہیں۔ دراصل اس دور کی علمی و ثقافتی تاریخ ہے آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے اس کتاب کا اُردو ترجمہ دو جلدوں میں شائع کیا ہے اور یہ کتاب محمد ایوب قادری صاحب نے نہایت محنت اور قابلیت سے مرتب کی ہے۔ یہ کتاب (۲۰×۳۰/۸ سائز) دو جلدوں پر مشتمل ہے صفحات ۸۰۰ ہیں۔ مجلد مع گرد پوش قیمت صرف سولہ روپے

تذکرہ علمائے ہند (اُردو ترجمہ)

مولوی رحمان علی کا مشہور و معروف تذکرہ عرصہ سے کمیاب تھا۔ محمد ایوب قادری صاحب نے اس کتاب کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔ ہر شخص کے مزید حالات جن کی دوسری کتابوں کے حوالے سے نشان دہی کر دی ہے، ۴۲ علماء کے حالات کا حواشی میں اضافہ کیا ہے۔ تقریباً پچھتر علماء کے حالات تکملہ کتاب میں بڑھائے ہیں۔

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے اس قابل قدر کتاب کو شائع کیا ہے۔

قیمت پندرہ روپے

کالا پانی

مولوی محمد جعفر تھانیسری، تحریک جہاد کے سرگرم کارکن تھے انہوں نے سید احمد شہید کے رفقاء کے ساتھ تحریک احیاء دین میں بڑا کام کیا ہے اتفاق سے ۱۸۶۴ء میں امبیلا پر انگریزوں سے مجاہدین کی لڑائی ہوئی اس کے بعد انگریزی حکومت نے مجاہدین کو "وہابی" کہہ کر اپنے مظالم کا نشانہ بنایا — سینکڑوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔ جائدادیں ضبط کیں اور بہت سے کالے پانی بھیجے گئے۔ ان ہی میں مولوی محمد جعفر تھانیسری تھے۔ مولوی محمد جعفر نے اپنے کالے پانی کے حالات نہایت متاثر کن اور دلچسپ انداز میں لکھے ہیں یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی تھی۔ محمد ایوب قادری صاحب نے اس کتاب پر ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے اور حسب ضرورت حواشی لکھے ہیں۔ آخر میں دو معلوماتی ضمیمے شامل کئے ہیں۔ اب اس کتاب کی تاریخی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔

(قیمت چار روپے اور پچاس پیسے)

خط و خطاطی

محمد ایوب قادری صاحب کے کتب خانے میں ہند و پاکستان کے مختلف خطاطوں کے تقریباً ڈیڑھ سو کتبے تھے۔ جن میں نامور خطاط، میر پنجہ کش،

عباد اللہ بیگ، بھولا ناتھ شنکر وغیرہ ہیں۔ ان ہی کتبات پر قادری صاحب نے ایک پر مغز معلوماتی مقالہ لکھا تھا۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس نے اس مقالہ کو اس موضوع سے متعلق ایک دوسرے مقالے رقم زدہ شیخ ممتاز حسین جونپوری کے ساتھ خط و خطاطی کے نام سے شائع کیا ہے۔

قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح

(متوفی ۷۸۵ھ ۱۳۸۴ء)

مرتبہ محمد ایوب قادری ایم اے

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور صوفی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی سلسلہ کے ایک اجل شیخ تھے وہ حضرت رکن الدین ابو الفتح ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے اور چشتی سلسلہ میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے اجازت و خلافت رکھتے تھے۔ حضرت مخدوم رشد و ہدایت کے علاوہ ظاہری علوم میں بھی ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ مغربی پاکستان میں مخدوم صاحب اور ان کے خاندان کے ذریعہ اسلام کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حالات نہایت تحقیق اور محنت سے محمد ایوب قادری صاحب نے لکھے ہیں۔ اس کتاب میں بڑی حد تک ہم عصر ماخذ خاص طور سے مخدوم صاحب کے ملفوظات کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور اس سلسلہ میں قادری صاحب نے علی گڑھ، رام پور، ملتان، بھاولپور، اوچ کا سفر کیا ہے۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

قیمت سات روپے

کارآمد اور معلومات آفریں ہے۔ تاریخ کا یہ اہم ماخذ اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا تھا۔ محمد ایوب قادری صاحب نے اس کتاب کو نہایت محنت، دیدہ ریزی اور قابلیت سے مرتب کیا ہے۔ قیمت فی جلد بارہ روپیہ

مقالات یوم عالمگیر

یکم مئی ۱۹۶۵ء کو دائرہ معین المعارف کراچی زیر اہتمام "یوم عالمگیر" منایا گیا جس میں ملک کے نامور دانشوروں اور مورخوں نے حصہ لیا اور مقالے پڑھے۔ محمد ایوب قادری صاحب نے ان تمام مقالوں کو مرتب کر دیا ہے اور شروع میں جلسہ کی روداد شامل کر دی ہے۔ قیمت فی جلد چار روپیہ

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزی استعمار کے خلاف ایک باقاعدہ اور منظم جنگ شروع کی اور ملک کے طول و عرض میں حکومت سے مجادلہ و مقابلہ ہوا۔ اس جنگ کو اب تک "غدر" کے نام سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ ملک کے مشہور دانشور اور محقق محمد ایوب صاحب قادری نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء پر نہایت محنت اور تحقیق سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے بعض روزنامچوں اور کتابوں سے بعض مقامات کے جنگ کے چشم دید حالات لکھے ہیں۔ کتاب زیر طبع ہے۔

مجموعہ وصایا اربعہ

مولفہ
شاہ ولی اللہ دھلویؒ
شاہ اہل اللہ دھلویؒ
قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

اس مجموعہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دو وصیت نامے ان کے چھوٹے بھائی شاہ اہل اللہ دہلویؒ کا ایک نصیحت نامہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ایک وصیت نامہ شامل ہے یہ مجموعہ مسلمانوں کے دراصل ایک مختصر دستور حیات ہے، محمد ایوب قادری صاحب نے ان وصایا اربعہ کے فارسی متن کو مختلف نسخوں کی روشنی میں مرتب کیا ہے اور ساتھ ہی اردو ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے

قیمت ۳ روپے ۷۵ پیسے

عہد بنگش کی سیاسی، ثقافتی اور علمی تاریخ

مغلوں کے آخری دور میں فرخ آباد (یوپی) میں بنگش پٹھانوں نے نیم خود مختار ریاست قائم کرلی تھی جس کے پہلے نواب محمد خاں بنگش تھے اس ریاست کے مفصل حالات مفتی ولی اللہ فرخ آبادی نے فارسی میں لکھے۔ کتاب کے آخر میں اس دور کے صوفیاء، فقراء، علماء و فضلاء، شعراء اور خطاطوں کے حالات بھی نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں۔ یہ حصہ نہایت

جہاد ہنومان گڑھی (اجودھیا) ۱۸۵۵ء

از محمد ایوب قادری۔ ایم۔ اے

اودھ کے آخری حکمراں واجد علی شاہ کا زمانہ نہایت ابتری کا دور تھا۔ سلطنت کے نظم و نسق پر انگریزی رزیڈنٹ کا اختیار اور غلبہ تھا۔ اسی زمانے میں ۱۸۵۵ء میں ہنومان گڑھی (اجودھیا) میں سرکش ہندوؤں نے وہاں کی قدیم شاہی مساجد کو نقصان پہنچایا قرآن کریم کی بے حرمتی کی اور مسلمانوں کو قتل کیا۔ اس موقعہ پر مولوی امیر الدین علی ساکن امیٹھی نے علم جہاد بلند کیا۔ اکناف و اطراف کے مسلمان مولوی امیر الدین علی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور مولوی صاحب کی قیادت میں مسجد کی واگزاری کے لئے مسلمانوں نے جہاد کیا۔ مگر ہندوؤں کے اثر و رسوخ اور انگریز ریزیڈنٹ کے اثر سے واجد علی شاہ کچھ نہ کر سکے اور بہت سے دنیا پرست علماء نے بھی مقصدِ جہاد کو نقصان پہنچایا اس واقعہ کے نہایت مفصل اور مستند واقعات ہم عصر مآخذ کی روشنی میں جناب محمد ایوب قادری صاحب ایم اے نے مرتب کئے ہیں۔

(زیر طبع)